نور الحبیب ۲۰۰۳

جلد 15

شَعبانُ المُعظّم

شعبان المعظم

علامہ ابوالفیضان محمد عبدالرحمٰن نوری

شعبان المعظم اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ ہے:

اِنَّمَا سُمِّیَ شَعْبَانُ لانہ یَنشَعِبُ فِیہ خیرٌ کثیرٌ للصَّائِمِ فیہ حتّٰی یَدخُلَ الْجَنَّۃَ---

''اس مہینہ کو شعبان اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں روزہ رکھنے والے کے لیے اتنی خیر کثیر نکلتی ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو جانے کا مستحق ہو جاتا ہے''---

اس ماہ مبارک میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر روزہ رکھتے تھے۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

مَا رَایتُ النَّبِیَّ ﷺ فی شھرٍ اَکْثَرَ صیامًا منہ فِی شعبان---

''میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رمضان کے سوا کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ تر روزہ رکھتے نہیں دیکھا''---

دوسری روایت میں ہے:

قَالتْ کانَ یَصومُ شعبانَ اِلّا قلیلاً بَلْ کانَ یَصُوْمُہٗ کُلَّہٗ---

''فرماتی ہیں کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم شعبان معظم کا اکثر حصہ روزہ دار رہتے تھے بلکہ تمام مہینہ روزہ رکھتے تھے''---

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو تمام مہینوں سے زیادہ شعبان میں روزہ دار دیکھتا ہوں، تو محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

ذالک شھرٌ بینَ رجبٍ و رمضانَ یَغفَلُ النّاسُ عنه و ھو شھرٌ یُرفَعُ فیه الاعمالُ الی ربِّ العٰلمین فَاُحِبُّ اَن یُّرفَعَ عمَلِی اِلا و اَنَا صَائِمٌ---

''رجب اور رمضان المبارک کے درمیان ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں حالانکہ اس ماہ میں اللہ رب العالمین کی طرف لوگوں کے تمام اعمال اٹھائے جاتے ہیں، تو میں یہ دوست رکھتا ہوں کہ میرا عمل اٹھایا جائے تو میں روزہ کی حالت میں ہی ہوں''---

شعبان کی فضیلت

محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں:

شَعْبَانُ شَھْرِیْ وَ رَمْضَانُ شَھْرُ اللّٰهِ---

''شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے''---

تو جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ اسی طرح آپ کا مہینہ بھی سب مہینوں سے افضل ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث پاک میں آیا:

فضلُ رجب علٰی سائرِ الشُّھُورِ کَفَضلِ القُرآنِ عَلٰی سائرِ الکلامِ و فضلُ شعبانَ علٰی الشھورِ کفضلِ محمدٍ ﷺ عَلٰی سائرِ الانبیاءِ علیھم السلام و فضلُ رمضانَ علٰی سائرِ الشھورِ کفضلِ اللّٰهِ تعالٰی علٰی سائرِ عِبَادِهٖ---

''ماہ رجب المرجب کی فضیلت باقی مہینوں پر اس طرح ہے جیسا کہ قرآن پاک کی بزرگی باقی تمام کلاموں پر اور شعبان معظم کی بزرگی باقی تمام مہینوں پر اس طرح ہے جیسا کہ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی بزرگی تمام پیغمبروں پر اور رمضان المبارک کا شرف یوں ہے جس طرح خداوند قدوس کا شرف تمام مخلوق پر ہے''---

شب براءت

قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

﴿حٰمٓ وَ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ﴾---

''قسم ہے اس روشن کتاب (قرآن پاک) کی، بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں''---

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ لیلہ مبارکہ سے مراد شعبان کی پندرھویں رات ہے، جسے شب براءت بھی کہا جاتا ہے، اس شب میں ہمیشہ خیر و برکت نازل ہوتی ہے۔ دعائیں قبول کی جاتی ہیں، سال بھر کے ارزاق و آجال کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فِیۡهَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ﴾---

''اس رات بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام''---

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عطاء بن یسار قال اذا کان لیلة النصف من شعبان دفع الی ملک الموت صحیفته فیقال اقبض من هذه الصحیفة لیغرس الغراس و ینکح الازواج و یبنی البنیان و ان اسمه قد نسخ فی الموتٰی---

''جناب عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ شعبان معظم کی پندرھویں شب کو ایک مکتوب حضرت عزرائیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور اسے حکم ہوتا ہے کہ جن کے نام اس مکتوب میں ہیں ان کا روح اس سال قبض کرو۔ انسان باغات لگانے، شادیاں کرنے اور تعمیرات میں مشغول ہوتا ہے، حالانکہ اس کا نام مردوں میں درج ہو چکا ہوتا ہے''---

اس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

تقطع الآجال من شعبان الٰی شعبان حتی ان الرجل ینکح و یولد له و قد خرج اسمه فی الموتی---

''شعبان سے (آئندہ) شعبان تک کے لیے اجلوں کے فیصلے کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ آدمی شادی کرتا ہے اور صاحب اولاد بنتا ہے، حالانکہ اس کا نام مردوں میں نکل چکا ہوتا ہے''---

جہنم سے آزادی

جناب کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہ تعالٰی یبعثُ جبرئیلَ علیه السلام الی الجنةِ لیلةَ نصفِ من شعبانَ لِیَأمُرَھا اَن تَزَیَّنَ وَ یقولُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قد اَعْتَقَ فِی لَیلتِکَ ھذه عددَ نجوم السماءِ و عدد ایام الدنیا و لیالیھا و عدد ورق الشجر و

عددَ الجبالِ و عددَ الرِمال---

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جبریل امین علیہ السلام کو شعبان معظم کی پندرھویں رات جنت کی طرف بھیجتا ہے تاکہ جنت کو آراستہ ہونے کا حکم دے اور کہے تحقیق اللہ تعالیٰ نے تیری اس رات میں آسمان کے ستاروں اور دنیا کے دنوں اور راتوں اور درختوں کے پتوں اور پہاڑوں اور ریت کے ذروں کے برابر جہنم سے آزاد فرماتا ہے''---

نزول رحمت و برکت

ابن ماجہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی ہیں، محبوب اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

اذا کان لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلَھا و صوموا نھارَھا فَاِنَّ اللّٰہَ ینزِلُ فیھا لِغُرُوْبِ الشمسِ الی السماءِ الدنیا فیقول اَلا مِنْ مُسْتغفرٍ فَاَغْفِرُ لہ اَلا مِن مُسترزِقٍ فَاَرْزُقُہ اَلا مِن متبل فَاُعَافِیْہ اَلا کذا الا کذا حتی یَطلَعَ الفجرُ---

''جب شعبان معظم کی پندرھویں رات آجائے تو اس رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ غروب آفتاب سے آسمان دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اسے بخش دوں، ہے کوئی روزی طلب کرنے والا اسے روزی دوں، ہے کوئی بیمار کہ اسے تندرست کروں، کوئی ایسا ہے، کوئی ایسا ہے اور یہ اس وقت تک فرماتا ہے کہ فجر طلوع ہو جائے''---

بیہقی نے ام المومنین سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللّٰہ عز و جل ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب---

''تحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ شعبان معظم کی پندرھویں رات آسمان دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے تو قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ کی بخشش فرماتا ہے''---

برکات سے محروم

کچھ ایسے آدمی ہیں جو اس مبارک رات کی برکات سے محروم رہتے ہیں، چنانچہ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ماثبت بالسنۃ میں جناب نوفل البکالی سے روایت فرماتے ہیں، حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعبان کی پندرھویں شب کو بار بار باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھتے رہے اور فرمایا کہ حضرت داؤد

علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت جیسی ایک رات باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھا تو فرمایا:

ان هذه الساعة ما دعا اللّٰهَ فيها احدٌ الا اجابه و لا اَسْتَغْفَرَهُ احدٌ فی هذهِ الساعةِ الا غفر له ما لم يكنْ ساحرًا او كاهنًا او عريفًا او عشارًا او شرطيًا او جابيًا او صاحب كوبة او عرطبة---

''اس وقت میں جو کوئی بھی باری تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، وہ اس کی دعا ضرور قبول فرماتا ہے اور جو کوئی بھی اس سے بخشش چاہتا ہے، وہ اسے ضرور بخشتا ہے، جب کہ جادو کرنے والا یا کاہن یا نجومی یا ناجائز عشر لینے والا یا ظالم سپاہی یا لوگوں سے ناجائز مال لے کر امراء کو دینے والا یا لہو ولعب کے لیے مزامیر رکھنے والا نہ ہو''---

بیہقی نے ام المؤمنین سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور کہا، یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے جتنے بنی کلب کی بکریوں کے بال ہیں اور فرمایا:

و لا ينظر فيها الى مشرك ولا الى مشاحن و لا الى قاطع رحم و لا الى مسبل و لا الى عاق والديه و لا الى مدمن خمر---

''مشرک اور دنیاوی عداوت کرنے والے اور رشتہ کاٹنے والے اور تکبر سے کپڑا لٹکانے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب کی مداومت کرنے والے کی طرف اس رات میں نظر رحمت نہیں فرماتا''---

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں، شعبان کی پندرھویں شب اللہ عزوجل آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے:

الا لرجل مشرك او فی قلبه شحناء---

''مگر ایسے شخص کو نہیں بخشتا جو شرک کرنے والا ہے یا اس کے دل میں دنیاوی عداوت ہے''---

اس رات رحمت اور جنت کے دروازے کھلتے ھیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا، میرے پاس جبریل امین علیہ السلام شعبان کی پندرہویں رات آئے اور کہا:

يا محمد ارفع رأسك الى السماء---

''یارسول اللہ! اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھاؤ''---

میں نے کہا، یہ کون سی رات ہے، جبریل نے جواب دیا:

هذه الليلة يفتح الله سبحانه فيها ثلاث مائة باب من ابواب الرحمة يغفر لكل من لا يشرك به شيئا الا ان يكون ساحرا او كاهنا او مدمن خمر او مصر على الربا و الزنا فان هؤلاء لا يغفر لهم حتى يتوبوا---

''یہ ایسی رات ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ رحمت کے دروازوں سے تین سو دروازے کھول دیتا ہے، بخشتا ہے ہر ایسے شخص کو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہراتا مگر یہ جادو کرنے والا یا کاہن یا شراب کی مداومت کرنے والا یا ربا (سود) اور زنا کا عادی، پس بے شک ان لوگوں کے لیے بخشش نہیں کی جاتی جب تک کہ توبہ نہ کریں''---

پھر جب چوتھائی رات گزر چکی، حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور مجھے آسمان کی طرف دیکھنے کو کہا، میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو جنت کے تمام دروازے کھلے تھے، پہلے دروازے پر ندا کی جارہی تھی:

طوبى من ركع فى هذه الليلة---

''مبارک ہے ایسے شخص کے لیے جس نے اس رات میں رکوع کیا''---

دوسرے دروازے پر یوں منادی ہورہی تھی:

طوبى من سجد فى هذه الليلة---

''مبارک ہے ایسے شخص کے لیے جس نے اس رات میں سجدہ کیا''---

تیسرے دروازے پر یوں کہا جارہا تھا:

طوبى من دعا فى هذه الليلة---

''مبارک ہے ایسے شخص کے لیے جس نے اس رات میں دعائیں کی''---

چوتھے دروازے پر کہنے والا کہہ رہا تھا:

طوبى للذاكرين فى هذه الليلة---

''مبارک ہے اس رات میں اللہ کا ذکر کرنے والوں کے لیے''---

پانچویں پر فرشتہ کہہ رہا تھا:

طوبى من بكى من خشية الله فى هذه الليلة---

''مبارک ایسے شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس رات میں آہ وزاری سے رو رہا ہے''---

چھٹے پر سے آواز آرہی تھی:

طوبی للمسلمین فی هذه اللیلة---

''اس رات میں مسلمانوں کے لیے مبارک ہے''---

ساتویں دروازے پر کہا جارہا تھا:

هل من سائل فیعطی سؤله---

''کیا ہے کوئی سوال کرنے والا کہ اس کا سوال پورا کیا جائے''---

آٹھویں پر فرشتہ ندا کررہا تھا:

هل من مستغفر فیغفر له---

''کیا ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا کہ اس کے لیے بخشش کی جائے''---

میں نے کہا، اے جبریل! کب تک یہ دروازے کھلے رہیں گے، جبریل نے کہا:

الی طلوع الفجر---

''صبح صادق تک''---

رحمتوں کے جھونکے

یہ رات ان مبارک راتوں سے ہے جن میں خداوند قدوس کی بخششوں سے مہکتی ہوئی ہواؤں کی روانی ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

ان فی ایام دهر کم نفحات من ربکم الا فتعرضوا لها---

''بعض دنوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کے جھونکے آتے ہیں، آگاہ ہو کہ تم اپنے کو اس رحمت کے سامنے کرو''---

اس لیے اس مبارک رات کو لہو ولعب، ہوا بازی، آتش بازی، پتنگ بازی وغیرہ میں گزار کر رب العالمین کی رحمت سے محروم نہیں رہنا چاہیے بلکہ جتنا ہو سکے عبادت میں مشغول ہو کر رضائے الٰہی حاصل کریں۔ اب اس مبارک رات کی کچھ عبادتیں ذکر کرتا ہوں۔

شب براءت کی عبادتیں

۱) حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے شعبان المعظم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى لَهٗ

کی پندرھویں رات محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا کہ آپ نے چودہ رکعت نماز ادا فرمائی پھر آپ نے بیٹھ کر سورہ فاتحہ چودہ بار، سورہ اخلاص چودہ بار، سورہ الفلق چودہ بار، سورہ الناس چودہ بار، آیت الکرسی ایک بار، لقد جاء کم رسول من انفسکم...... تا آخر سورت توبہ پڑھی، جب محبوب اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فارغ ہوئے تو فرمایا:

یا علی من صنع مثل الذی رایت کان کعشرین حجة مبرورة و قیام عشرین سنة مقبولة فان اصبح فی ذالک الیوم صائما کان له کصیام سنتین سنة ماضیة و سنة مستقبلة---

''اے علی! جو شخص یہ عمل کرے جیسا کہ تو نے دیکھا، اس کے لیے بیس مبرور حج اور بیس سال کے مقبول روزوں کا ثواب ملتا ہے، اگر اس نے اس دن روزہ بھی رکھا تو اسے دو سال، ایک گزشتہ اور ایک آئندہ سال کے روزہ کا ثواب ہے''---

۲) جو شخص اس مبارک رات میں سو رکعت نماز نفل ادا کرے، ہر رکعت میں فاتحہ شریف ایک بار، سورہ اخلاص دس بار پڑھے، اس کے متعلق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

یامر الکاتبین ان لا تکتبوا علی عبدی سیئة و اکتبوا له الحسنات الی ان یحول علیه الحول---

''اللہ تبارک وتعالیٰ کراماً کاتبین کو حکم فرماتا ہے کہ ایک سال پورا ہونے تک میرے بندے کا کوئی گناہ نہ لکھو اور اس کے لیے نیکیاں ہی لکھتے رہو''---

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں نے تیس صحابیوں سے سنا کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من صلی هذه الصلوة فی هذه اللیلة نظر اللّٰهُ سبعین نظرةً و قضی له بکل نظرةٍ سبعین حاجة ادناها المغفرة---

''جو شخص اس نماز کو اس رات میں پڑھے اس کی طرف اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی ستر نظریں فرماتا ہے اور ہر نظر کے ساتھ ستر حاجتیں پوری فرماتا ہے، ان سب سے چھوٹی مغفرت ہے''---

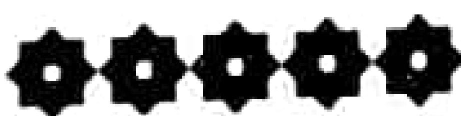
۳) جو شخص اس رات چار نفل پڑھے اور ہر رکعت میں پچاس بار سورہ اخلاص پڑھے اور دن کو روزہ رکھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف فرماتا ہے۔

صلوٰۃ تسبیح

۴) جو شخص اس نماز کو ادا کرے، اس کے تمام گناہ پہلے، پچھلے، پرانے، نئے، دانستہ، نادانستہ، چھوٹے، بڑے، پوشیدہ اور ظاہر سب کے سب بخش دیے جاتے ہیں۔ (ترکیب یہ ہے) اللّٰہ اکبر کہہ کر سبحانک اللّٰھم سے و لا الٰہ غیرک تک پڑھے، پھر یہ تسبیح پڑھے، سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ و لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر پندرہ بار، پھر اعوذ اور بسم اللہ اور الحمد اور سورۃ پڑھ کر دس بار یہی تسبیح پڑھیں، پھر رکوع میں دس بار پڑھیں، پھر رکوع سے سر اٹھائے اور بعد تسمیع و تحمید دس بار کہے، پھر سجدہ میں دس بار پڑھیں، پھر رکوع سے سر اٹھائے اور بعد تسمیع و تحمید دس بار کہے، پھر سجدہ کو جائے اور سجدہ میں دس بار پڑھے، پھر جلسہ میں دس مرتبہ پھر دوسرے سجدہ میں دس مرتبہ پڑھیں، اس طرح چار رکعت پڑھیں، ہر رکعت میں پچھتر بار یہ تسبیح پڑھیں اور چار رکعتوں میں کل تین سو مرتبہ ہو جائے گی۔ رکوع و سجدہ میں سبحان ربی العظیم سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کے بعد تسبیحات پڑھیں۔ پہلے تشہد کے بعد درود شریف اور تیسری رکعت کے اوّل میں پہلی رکعت کی طرح سبحانک اللّٰھم پڑھا جائے گا۔ محبوب پاک ﷺ فرماتے ہیں، اگر تم سے ہو سکے کہ ہر روز ایک بار پڑھو تو کرو، ورنہ ہر جمعہ میں ایک بار اور یہ بھی نہ کر سکو تو ہر مہینہ میں ایک بار، ورنہ سال میں ایک بار، یہ بھی نہ کر سکو تو عمر میں ایک بار ضرور پڑھو۔

رؤیت ہلال

پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا واجب کفایہ ہے، شعبان، رمضان، شوال، ذیقعد، ذوالحجہ۔ شعبان کا اس لیے کہ رمضان کا چاند دیکھنے کے وقت ابر یا غبار ہو تو یہ تیس دن پورے کر کے رمضان شروع کرے اور رمضان کا روزہ رکھنے کے لیے، شوال کا چاند روزہ ختم کرنے کے لیے دیکھا جاتا ہے اور ذیقعد کا چاند ذوالحجہ کے لیے اور ذوالحجہ کا بقرعید کے لیے دیکھا جاتا ہے۔ ابر اور غبار میں رمضان کا ثبوت ایک مسلمان، عاقل، بالغ، مستور یا عادل شخص سے ہو جاتا ہے، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، نیز اگر شرعی قواعد و ضوابط کے مطابق حکومت پاکستان، رؤیت ہلال کا ریڈیو پر اعلان کرے تو ایسا اعلان معتبر ہے اور اس پر رمضان، عیدین وغیرہ کا ثبوت ہو جائے گا، جیسا کہ فتاویٰ نوریہ میں دلائل قاہرہ سے بیان کیا گیا ہے۔ انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آنے کی صورت میں یوم شک (تیس تاریخ) کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

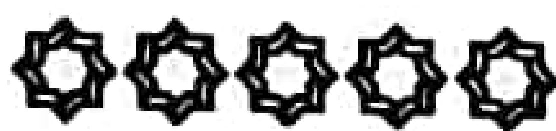


مجلّہ ''نور الحبیب'' ماہ نامہ

مدحت خالق میں ہے رطب اللساں نور الحبیب
ہے ثنا گوئے حبیب دو جہاں نور الحبیب
ناشر احکام ربِّ کن فکاں نورالحبیب
سنت خیر البشر کا ترجماں نور الحبیب
ہے سکوں بخش قلوب اہل فکر و آگہی
افتخار محفل روحانیاں نور الحبیب
حضرت مفتی محبّ اللہ صحافت کا وقار
اور فصاحت کا ہے بحر بیکراں نور الحبیب
کاروان شوق ہے راہ وفا پر گامزن
منزل عرفاں کا میر کارواں نور الحبیب
نزہت افزا ہے گلستان شعور و آگہی
اور تمثیل بہار بے خزاں نور الحبیب
علم و عرفاں کے لنڈھائے جا رہے ہیں خم پہ خم
ہے شراب فکر کا پیر مغاں نور الحبیب
ضو فگن ہے ہر طرف تنویر انوار الہدیٰ
محفل امکاں میں ہے جلوہ فشاں نور الحبیب
بارگاہ رب العزت میں قمر کی ہے دعا
جاری و ساری رہے یہ جاوداں نور الحبیب

آمین ثم آمین

قمر یزدانی



عظمتِ شعبان

مولانا ابوالسرور منظور احمد نوری علیہ الرحمہ

شعبان کے پانچ حروف ہیں، شین، عین، با، الف اور نون:

فَالشِّيْنُ مِنَ الشَّرَفِ وَ الْعَيْنُ مِنَ الْعُلُوِّ وَ الْبَاءُ مِنَ الْبِرِّ وَ الْاَلِفُ مِنَ الْاُلْفَةِ وَ النُّوْنُ مِنَ النُّوْرِ---

''حرف شین شرف پر، عین علو (بلندی) پر، با بر (نیکی) پر اور الف الفت پر دال ہے، جب کہ نون سے مراد نور ہے''---

فَهٰذِهِ الْعَطَايَا مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِلْعَبْدِ فِىْ هٰذَا الشَّهْرِ---

''یہ سب عطائیں اور عنایات اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے اس ماہ میں بندوں پر ہوتی ہیں''---

وَ هُوَ شَهْرٌ تُفْتَحُ فِيْهِ الْخَيْرَاتُ وَ تُنْزَلُ فِيْهِ الْبَرَكَاتُ وَ تُتْرَكُ فِيْهِ الْخَطِيَّاتُ وَ تُكَفَّرُ فِيْهِ السَّيِّئَاتُ وَ تُكْثَرُ فِيْهِ الصَّلَوَاتُ عَلٰى مُحَمَّدٍ خَيْرِ الْبَرِيَّاتِ---[غنیہ، صفحہ ۳۴۷]

''یہی وہ مہینہ ہے جس میں درِ خیر وا ہوتے ہیں اور برکتیں وا کی جاتی ہیں، گناہوں سے اجتناب کیا جاتا ہے، برائیاں مٹادی جاتی ہیں اور محمد ﷺ کی ذات پر،

جو ساری مخلوق سے برتر ہیں، کثرت سے درود شریف پڑھا جاتا ہے"---

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

فَضْلُ رَجَبَ عَلٰی سَائِرِ الشُّھُوْرِ کَفَضْلِ الْقُرْآنِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ وَ فَضْلُ شَعْبَانَ عَلٰی سَائِرِ الشُّھُوْرِ کَفَضْلِیْ عَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ وَ فَضْلُ رَمَضَانَ عَلٰی سَائِرِ الشُّھُوْرِ کَفَضْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی سَائِرِ خَلْقِہٖ---

"ماہِ رجب کی فضیلت سب مہینوں پر اس طرح ہے جیسے قرآن کی فضیلت سب دیگر کتابوں پر اور شعبان کی عظمت تمام مہینوں میں یوں ہے جیسے تمام انبیاء پر مجھے برتری ہے اور رمضان کی فضیلت تمام مہینوں پر اس طرح ہے جیسے ساری مخلوق پر اللہ تعالیٰ کو بزرگی حاصل ہے"---

خلاّق عالم نے اپنی مخلوق میں سے بعض چیزوں کو خصوصی عظمت وفضیلت سے بہرہ ورفرمایا ہے، ان میں سے بعض اشیاء کا تذکرہ شہنشاہ جیلاں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اس طرح فرمایا ہے:

فَاللّٰہُ تَعَالٰی اِخْتَارَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اَرْبَعَۃً ثُمَّ اِخْتَارَ مِنَ الْاَرْبَعَۃِ وَاحِدًا---

"اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شے میں چار کو چنا، مختص فرمایا اور پھر ان ہر چار میں سے ایک کو خاص کر کے برگزیدہ فرمایا"---

سب فرشتوں میں سے چار، جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل (علیہم السلام) سردار بنائے اور پھر ان سب کا سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو گردانا۔

تمام انبیاء سے چار، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہم اجمعین کو چنا اور ان سب میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کو برتری بخشی۔

اصحاب رسول رضی اللہ عنہم میں سے چار، سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی ذوالنورین اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو شرفِ انتخاب سے نوازا گیا، پھر ان سب کا برگزیدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ٹھہرایا۔

مساجد میں سے چار مسجدیں، مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور مسجد طور محترم گردانی گئیں، مگر ان سب سے زیادہ حرمت مسجد الحرام کو مرحمت فرمائی۔

ایام میں سے چار دن، یوم الفطر، یوم الاضحیٰ، یوم عرفہ اور یوم عاشوراء افضل قرار پائے، مگر ان میں سے زیادہ فضیلت کا حامل یوم عرفہ ہے۔

چار راتیں، لیلۃ القدر، لیلۃ البراءت، لیلۃ الجمعہ اور لیلۃ العید ہیں، ان سب راتوں میں سے لیلۃ القدر قدر و منزلت کے لحاظ سے بلند ہے۔

قطعاتِ ارض میں سے چار قطعے، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس اور مساجد العشائر مقدس ہیں، مگران میں سے مکہ معظمہ کوشرف فضیلت بخشا۔

چار پہاڑ سب پہاڑوں میں بہتر اور اعلیٰ گنے جاتے ہیں، اُحد، طور، لکام اورکوہ لبنان، ان سب کا سردار کوہ طور کو بنایا۔

دریاؤں میں چار دریا، جیحون، سیحون، فرات اور نیل ہیں، ان میں سے دریائے فرات کو سب پر برتری حاصل ہے۔

علیٰ ہٰذا القیاس سب مہینوں میں سے چار ماہ بہت عظمت و بزرگی والے شمار ہوتے ہیں، رجب، شعبان، رمضان اور محرم الحرام:

وَ اخْتَارَ مِنْهَا شَعْبَانَ وَ جَعَلَهٗ شَهْرَ النَّبِيِّ ﷺ فَکَمَا اَنَّ النَّبِيَّ اَفْضَلُ الْاَنْبِيَاءِ وَ کَذٰلِکَ شَهْرُهٗ اَفْضَلُ الشُّهُوْرِ---

''ان میں شعبان کو مختص فرما کر اپنے نبی کریم ﷺ کا مہینہ قرار دیا، پس جس طرح سب انبیاء میں سے حضور اکرم ﷺ کی ذات افضل و اعلیٰ ہے، اسی طرح آپ ﷺ کا مہینہ (شعبان) بھی تمام مہینوں سے افضل و اعلیٰ ٹھہرایا''---

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّهٗ قَالَ شَعْبَانُ شَهْرِيْ وَ رَجَبُ شَهْرُ اللّٰهِ وَ رَمَضَانُ شَهْرُ اُمَّتِيْ شَعْبَانُ هُوَ الْمُکَفِّرُ وَ رَمَضَانُ هُوَ الْمُطَهِّرُ---

''بے شک آپ ﷺ نے فرمایا کہ شعبان میرا مہینہ ہے، رجب اللہ کا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے، شعبان گناہوں کو مٹانے والا اور رمضان گناہوں سے پاک کرنے والا ہے''---

بخاری شریف، جلد ا، صفحہ ۲۶۴/ مشکوٰۃ، صفحہ ۱۷۸ میں حدیث موجود ہے، ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِسْتَکْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَ مَا رَأَيْتُهٗ اَکْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِيْ شَعْبَانَ---

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمضان المبارک کے علاوہ کسی مہینہ کے مکمل روزے رکھتے نہیں دیکھا، دیگر مہینوں میں سب سے زیادہ روزے شعبان میں رکھا کرتے تھے''---

بلکہ ایک اور روایت میں ہے:

کَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ کُلَّهٗ---

''کبھی کبھی شعبان کا پورا مہینہ ہی روزوں میں گزار دیتے''---

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی:

''یارسول اللہ! میں آپ کو ماہِ شعبان میں زیادہ تر روزہ دار دیکھتی ہوں''---

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے عائشہ! یہ وہ مہینہ ہے جس میں موت کے فرشتے کو آئندہ سال میں فوت ہونے والوں کے نام لکھ کر دیے جاتے ہیں، میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرا نام لکھا جائے تو اس وقت میں روزہ سے ہوں''---

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

شَعْبَانُ شَهْرٌ بَیْنَ رَجَبَ وَ رَمَضَانَ یَغْفَلُ النَّاسُ عَنْهُ وَ فِیْهِ تُرْفَعُ اَعْمَالُ الْعِبَادِ اِلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فَاُحِبُّ اَنْ یُّرْفَعَ عَمَلِیْ وَ اَنَا صَائِمٌ---

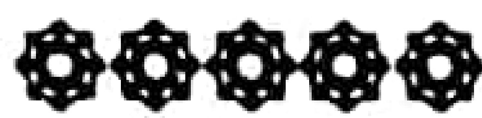
''شعبان، رجب اور رمضان کے درمیان کا مہینہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں، اس میں لوگوں کے اعمال اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں اٹھائے جاتے ہیں، مجھے یہ بات پسندیدہ ہے کہ جب میرا عمل اٹھایا جائے تو میں روزہ کی حالت میں ہوں''---

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب شعبان کا چاند دیکھ لیتے تو شب و روز تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتے اور اپنے اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرتے تاکہ ان کے ساتھ کمزور اور مساکین بھی ماہِ رمضان کے روزے رکھنے پر قادر ہوسکیں''---

علاوہ ازیں اس ماہِ معظم کی پندرھویں شب نہایت برکت و عظمت کی حامل رات ہے، جس کو لیلۃ البراءۃ سے موسوم کیا گیا ہے، اس کی الگ فضیلت احادیث مصطفویہ سے امس و شمس کی طرح واضح و مبین ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اہل ایمان کو توفیق عمل عطا فرمائے اور ہمارے اعمال کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔

آمِیْنَ بِجَاهِ حَبِیْبِهِ الْاَمِیْنِ وَ مَا عَلَیَّ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ



نویدِ شب براءت

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی

گناہ انسان سے ہو ہی جاتا ہے، لیکن پیمانِ وفا باندھنے کے بعد جفا کچھ اور گراں گزرتی ہے۔ اسلام کا احرام باندھنے کے بعد ہوا و ہوس کا طواف، اطاعت خداوندی کے عہد کے بعد اتباعِ نفس، اغیار کی بے گانگی کے لیے حجت اور اپنوں پر استہزاء کا موجب بن جاتی ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی چیز فروخت کر دی جائے اور سودا ہونے کے بعد پھر بیچنے والا یہ کہے کہ اس چیز پر میرا قبضہ ہے، اس کے حقوق میرے ہیں اور اس شے پر میرا تصرف ہے۔ اگر ایسا ہو تو یقیناً یہ خریدار کے ساتھ ناانصافی اور ظلم ہوگا۔ ایک مہذب معاشرے میں کوئی شخص اس ظلم کو روا نہیں رکھے گا۔ لیکن کیا یہ حیرت کی انتہا نہیں کہ ہم نے ظلم کا یہ سلوک اس ذات کے ساتھ روا رکھا ہے، جو ہمارا اور اس ساری کائنات کا مالک و خالق ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ﴾---[التوبہ،۹:۱۱۱]

"اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کے نفوس اور اموال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے"---

جب ہم نے یہ سودا کر لیا ہے تو یہ جان اور مال اب ہماری ملکیت نہیں رہی، اس پر ہمارا قبضہ اور تصرف نہیں رہا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، لین دین، خرید و فروخت کسی شے کے ہم مالک نہیں رہے، یہ تمام امور اب اس کے تصرف کے تابع ہیں، ہمارا کسی چیز پر اختیار نہیں۔ لیکن اگر اس کے باوجود ہم جان و مال پر اپنی مرضی سے تصرف کرتے رہیں، اس کی مرضی کے خلاف زندگی کے

ہر مرحلہ میں ہماری رائے حاکم رہے، تو اس کے دو ہی مطلب ہیں یا تو ہم نے خدا سے ہنوز یہ سودا نہیں کیا یا سودا کرنے کے بعد ہم اس کے ملک میں اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر تصرف کر رہے ہیں اور اس کائنات میں اس سے بڑھ کر کوئی ظلم ہو ہی نہیں سکتا۔

ایک شخص مکان بنانے کے لیے زمین حاصل کرے، سیمنٹ، بجری، اینٹیں اور لوہا فراہم کرے، اسے بنانے کے لیے راج مزدوروں کی خدمات مہیا کرے، کئی برس لگا کر یہ مکان تیار کرے اور جب یہ مکان بن کر تیار ہو جائے اور وقت آئے کہ وہ اس میں رہائش اختیار کرے، اپنی مرضی اور منشاء سے اس مکان میں زندگی گزارے تو اچانک کوئی دوسرا شخص آ کر اس مکان پر قبضہ کر لے اور کہے کہ اس مکان میں میں اپنی مرضی اور منشاء سے زندگی گزاروں گا، تمہیں نہیں رہنے دوں گا، تو کیا یہ ستم نہیں ہے؟ کیا ہم یہ ظلم گوارا کر لیں گے؟ پھر جو بات ہم برداشت نہیں کر سکتے، اسے ہم نے کتنی آسانی سے اس ہستی کے لیے پسند کر لیا ہے، جو تمام کائنات کا خالق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے لیے ماں کے رحم میں نطفہ فراہم کیا، نو ماہ تک اسے تخلیق کے مختلف مدارج سے گزارتا رہا، گندے قطرے کو ہڈیوں اور گوشت کا پاکیزہ لباس پہنایا، بے جان لوتھڑے میں حس و حرکت پیدا کی، ذہن میں رعنائی خیال اور قلب میں محبت کی گرمی میسر کی، آغوشِ مادر میں اس کے لیے باپ کی شفقت اور ماں کا ایثار مہیا کیا، اسے یوں ہی پالتا رہا، بڑھاتا رہا، بدن انسانی کی تعمیر کرتا رہا، یہاں تک کہ اس عمارت نے اپنے بلوغ کو پا لیا اور جب یہ انسان اس قابل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اس بنائی ہوئی عمارت میں اس کے احکام کو آباد کرتا، اس منزل میں اس کی مرضی کو مکین بناتا، اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور فرامین کو اس عمارت سے نکال باہر کیا اور ہوائے نفس کو اس مکان کا مکین بنا لیا۔ ﴿اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾---[الاحزاب،۳۳:۷۲]

روز و شب معصیت کی تسبیح رولنے والوں کو، وفا کا دم بھر کر پھر اسے بھلانے والوں کو، وہ پکار پکار کر بلاتا ہے اور کہتا ہے:

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾---[الحدید،۵۷:۱۶]

”کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کو یاد کرنے کے لیے موم ہو جائیں؟“---

گناہوں پر عذاب دینے سے اسے کوئی خوشی نہیں ہوتی، جبھی تو وہ کہتا ہے:

﴿مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ﴾---[النساء،۴:۱۴۷]

”خدا تمھیں عذاب دے کر کیا کرے گا، اگر تم اللہ کا شکر بجا لاؤ اور سچے مسلمان ہو جاؤ“---

اگر تم سے معصیت سرزد ہوگئی ہے یا تم اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے ہو تو یہ ایسا داغ نہیں جو دھویا نہ جاسکے، ایک دو گناہوں کی بات نہیں، اگر تم گناہوں کے سمندر بھی لے کر آئے تو وہ معاف فرما دے گا۔ کرم خداوندی کے بحرِ بے کراں کے سامنے ایک دل کی سیاہی کی کیا حقیقت ہے، پوری کائنات کی سیاہی بھی ہو تو دھل جائے گی۔ تم آؤ تو سہی، دیکھو آغوشِ رحمت تمھیں لینے کے لیے کس طرح بے تاب ہے:

﴿وَ سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ﴾---[آل عمران،۳:۱۳۳]

''لوگو! دوڑو اپنے رب کے عفو و کرم کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی پہنائی میں زمین و آسمان سما سکتے ہیں''---

پھر فرماتا ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَ ھُمْ یَعْلَمُوْنَo اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَo﴾---[آل عمران،۳:۱۳۵-۱۳۶]

''وہ لوگ جنھوں نے کوئی برا کام کیا ہو یا جنھوں نے اپنی جانوں پر کوئی ظلم کر لیا ہو، اللہ کو یاد کریں اور اس سے گناہوں پر معافی چاہیں (اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشے گا) اور پھر اس گناہ پر ڈٹے نہ رہیں تو اللہ کے پاس ان لوگوں کے لیے بخشش ہے اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں، جن میں انھوں نے ہمیشہ رہنا ہے اور عمل کرنے والوں کو خوب ہی اجر ملتا ہے''---

خدا کی مغفرت اور بخشش حاصل کرنے کے لیے اس کی طرف رجوع کرنا ہے، اس سے عفو و کرم کی بھیک لینے کے لیے اس کے دربار کا رخ کرنا ہے، سدرہ پر ہم جا نہیں سکتے، عرش تک رسائی نہیں، لامکاں کی طاقت نہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ تم جا نہیں سکتے، میں تو آسکتا ہوں، رات کو پچھلے پہر جب ایک عالم نیند میں ڈوبا ہوتا ہے وہ پہلے آسمان پر متوجہ ہو کر صدا دیتا ہے، ہے کوئی سوالی، میں اس کی جھولیاں بھر دوں، لینے والے محو استراحت ہوتے ہیں اور دینے والا آواز دیتا رہتا ہے۔

عموماً پیاسے چل کر پانی کے پاس پہنچتے ہیں، لیکن کبھی پانی لطف و کرم پر آئے تو وہ خود پیاسوں کے پاس جا پہنچتا ہے۔ یہاں اس ازلی کریم کا کرم دو طرح سے ہے، ایک تو یہ کہ وہ مینائے عفو و کرم لے کر خود تشنگانِ مغفرت کی طرف متوجہ ہوا، انھیں بلا کر تکلیف میں نہیں ڈالا، دوسرا یہ کہ ساقیٔ مغفرت نے بخشش کے جام رات کے سناٹوں میں پیش کیے۔ جب عروسِ شب اپنے سیاہ گیسو پھیلا لیتی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

ہے، جب تاریکی اور سکوت ہوتا ہے، کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ دن کے اجالوں میں اس کی خودی کو مجروح اور اس کی ذات کو رسوا نہیں کیا تا کہ جب اس کے شیشۂ دل سے گناہوں کی سیاہی دھلنے لگے، تو رات کے اندھیروں میں وہ کسی کو نظر نہ آسکے۔ عبد و معبود کے درمیان جو ناز و نیاز ہوں، سراپا خطا و تقصیر میں جو عجز کے انداز ہوں، اس میں کوئی تیسرا نہ آسکے اور بندہ کسی حائل و حاجب کے بغیر اپنے مولا کو پاسکے، اسے راضی کر سکے۔

گناہ گاروں کو بخشنے کے لیے وہ رات کے پچھلے پہر آیا اور گناہ گار سوتے رہے، وہ ہر رات آوازیں دیتا رہا، یہ کسی رات اٹھ نہ سکے، لیکن اس کی توجہ خالی نہیں گئی۔ 'الـذین یبیتون لربھم' کا لقب پانے والے رکوع و سجود میں راتیں گزارنے والے، ہر رات کو اٹھتے ہیں اور پچھلے پہر جب آسمانِ دنیا پر ربّ کائنات آواز دیتا ہے، یہ اٹھ کر دریوزہ گری کرتے ہیں، مراد پاکر شاد کام ہوتے ہیں، رحمت و مغفرت سے جھولیاں بھر لیتے ہیں، یہ ہر رات اسی طرح کرتے ہیں، ان کی کوئی رات خالی نہیں جاتی، ان کی ہر رات نجات کی رات ہوتی ہے، قدسیوں کی اصطلاح میں شب براءت ہوتی ہے۔

ربّ کائنات نے دیکھا کہ کاملین و واصلین، شب بیدار اولیاء اللہ میدان لے گئے اور عطاؤں اور نوازشوں سے گناہ گاروں نے کچھ نہیں لیا، وہ مغفرت کی صدائیں دیتا رہا، یہ پڑے سوتے رہے، وہ ابر کرم برساتا رہا اور یہ محو خواب رہے، مگر تماشا یہ ہے کہ یہ رات کے پچھلے پہر اٹھ نہیں سکتے اور وہ ان پر کرم کیے بغیر رہ نہیں سکتا، ان پر غفلت حاوی ہے، اس پر رحمت غالب ہے۔ تبھی تو یہ غلبۂ رحمت اس کا مقتضی ہوا کہ سال کی راتوں میں ایک رات ایسی بھی رکھی جائے جس میں پچھلے پہر کی قید نہ ہو، غروبِ آفتاب سے لے کر سپیدۂ سحر تک تمام شب ربّ کائنات آسمانِ دنیا سے بخشش لٹاتا رہے، تا کہ بندوں پر اس کے کرم کی حجت تمام ہو جائے۔ رحمت کی معراج ہو جائے اور یہ بتا دیا جائے کہ اے تن آساں، سہل کوش اور غافل بندو! اگر تم ہمارے لیے انتہائے شب میں نہیں اٹھ سکتے تو نہ سہی، ہم تمہارے ابتدائے شب میں آجاتے ہیں مگر تم ہماری مغفرت کی طرف آؤ تو سہی۔ ﴿وَ سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾

اے خوابِ غفلت میں پڑے رہنے والے گنہ گارو! تمھیں مبارک ہو، یہ تمہاری رات ہے، نیکوکاروں کے لیے تو ہر رات ہی شب براءت ہوتی ہے، مگر اے خطا کارو! شعبان کی یہ پندرھویں شب تمہاری رات ہے، اٹھو اے غافلو! کہ اس رات میں تمھیں بشارت ہے، ڈورو اے عاصیو! کہ آج سر شام سے مغفرت کی ندا جاری ہے، منالو اپنے رب کو کہ یہ موقع ہے، لوٹ لو۔ اس رات کی عطائیں اور نوازشیں تمہاری ہیں، ساقی تمہارا ہے، مینا تمہارا ہے، بادہ و ساغر تمہارا ہے۔



شب براءت اور ہم

مولانا حافظ نذیر احمد نوری

احادیث کی رو سے ثابت ہے کہ پندرہ شعبان المعظم کی رات مبارک اور شعبان المعظم کی پندرہویں تاریخ کا دن مقدس ہے۔ رسول کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مقدس رات کو خیر و برکت کا باعث قرار دے کر سکون و اطمینان کے ساتھ اس میں عبادت کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور رات بھر ذکر و فکر میں مشغول رہنے کے لیے نہ صرف حکم دیا ہے بلکہ عملی طور پر ہمیں یہ سب کچھ کر کے دکھایا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بدقسمتی سے ہم نے اس مقدس رات کو چند رسومات کی نذر کر دیا ہے، آگ کی پھلجھڑیاں، پٹاخے اور بم وغیرہ چلانے، لہو و لعب اور آتش بازی جیسی غیر اسلامی حرکات میں مصروف ہو کر یا پیٹ بھر کر کھانے کھا کر رات کو خوابِ غفلت کی نذر کر کے سمجھ لیتے ہیں کہ شب برات کا حق ادا ہو گیا۔

شب براءت میں تو خدا کے فضل و کرم کی بارش ہوتی ہے اور نبی کریم ﷺ نے ان انعاماتِ الٰہیہ سے فیض یاب ہونے کے طریقے ارشاد فرمائے ہیں، لیکن ہم ان فیوضات سے منہ موڑ رہے ہیں۔ رب کریم ہمیں نجات دینوی و اخروی کی طرف بلاتا ہے اور ہم اس سے منہ پھیر کر شیطان کی پکار کی طرف بھاگ رہے ہیں اور ایسے لہو و لعب اور افعال ذمیمہ میں مشغول و منہمک ہیں کہ جیسے یہی ہماری زندگی کا مقصد و ماحصل ہو۔ نماز، روزہ، مناجات، تلاوت، دعا و استغفار اور خشیت و اطاعت الٰہی ایسے مستحسن افعال و اعمال، جو اس رات کے لیے ارشاد فرمائے گئے ہیں، ان کی

بجائے آتش بازی چھوڑتے ہیں۔اس مبارک رات میں ربّ کریم آسمانِ دنیا سے قریب ہوکر بندوں پر اپنی رحمت کے پھول برساتا ہےاور ہم اس کے شکر گزار ہونے اور رحمت کے ان پھولوں سے اپنے دامن کو بھر لینے کی بجائے آتش بازی میں مصروف رہتے ہیں،آگ کے انگارے آسمان کی طرف پھینک رہے ہیں۔خاص طور پر ہمارے نوجوان اور بچے لہو ولعب میں مصروف آتش بازی سے اس قدر شور وغوغا کرتے ہیں کہ والدین،عزیز واقارب اور ہمسایوں کی عبادت میں زبردست خلل پڑتا ہے اور شیطان کا مقصد پورا ہوتا ہے کہ ہمیں دعا،عبادت اور توبہ واستغفار کرکے اطمینان قلب نصیب نہ ہو اور ہم سال بھر کام آنے والی رحمت باری سے محروم رہیں اور ہمارا صحیفہ عمل اس رات عبادت سے خالی رہے۔

شرعی خصوصیات

اس مقدس رات کی چار شرعی خصوصیات ہیں:

۱......شب بیداری،تلاوت،نوافل اور ذکر میں رات بسر کرنا۔

۲......قبرستان جانا اور مرحومین کے لیے دعاء مغفرت کرنا۔

۳......ایصالِ ثواب کی نیت سے صدقہ وخیرات کرنا اور ارواح کو نفلی عبادات کا ثواب پہنچانا۔

۴......اگلے دن یعنی پندرہویں تاریخ کے دن روزہ رکھنا۔

ذیل میں چند عبادات واعمال درج کیے جاتے ہیں،جو خاص طور پر اس مقدس رات کے لیے منقول ہیں:

غسل کرنا

- اگر اس رات پانی میں سات پتے بیری کے جوش دے کر غسل کیا جائے تو ان شاء اللہ العزیز سارا سال جادو کے اثر سے محفوظ رہے گا۔

صلوٰۃ الخیر

مشہور تابعی سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں:

- جو شخص پندرہویں شعبان کی شب یہ نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ ستر بار رحمت کی نگاہ سے اسے دیکھتا ہے اور ہر نگاہ میں اس کی ستر حاجتیں پوری فرماتا ہے اور سب سے چھوٹی حاجت یہ کہ اس کی زندگی کے تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

اس نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ سو رکعت نفل دو دو کرکے ادا کریں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھیں۔

ھدیہ سیدہ فاطمۃ الزھراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آٹھ رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھیں اور ان رکعتوں کا ثواب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بخش دیا جائے، تو سیدہ فرماتی ہیں کہ میں ایسے شخص کو جنت میں داخل کرانے کی ضامن ہوں۔

چند دیگر اعمال

- کچھ اولیاء کرام نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص شعبان المعظم کے سارے مہینہ میں 'لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَ لَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ' پڑھتا رہے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے ہزار برس کی عبادت کا ثواب دے گا اور قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہوگا"---

- کچھ صلحاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اگر شعبان المعظم کی چودھویں تاریخ کے غروبِ آفتاب کے وقت نمازِ مغرب سے قبل قبلہ رو کھڑے ہو کر چالیس مرتبہ 'لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ' پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے گناہ معاف فرمائے گا اور قیامت کے دن چالیس آدمیوں کی شفاعت کرے گا"---

- نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد دو رکعت نفل درازیٔ عمر کی نیت سے پڑھے جائیں اور سلام کے بعد سورہ یٰسین پڑھنی چاہیے، پھر دو رکعت نماز بلائیں دفع ہونے کی نیت سے پڑھی جائیں اور سلام کے بعد پھر سورہ یٰسین پڑھنی چاہیے، پھر دو رکعت نماز دفع احتیاج اور فکر و ضمیر کی آزادی کی نیت سے پڑھنی چاہیے اور سلام کے بعد سورہ یٰسین پڑھنی چاہیے، ہر دو رکعت کے بعد سورہ یٰسین پڑھنے کے بعد ایک بار درج ذیل دعا ضرور پڑھنی چاہیے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ یَا ذَا الْمَنِّ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ یَا ذَا الطَّوْلِ وَ الْاِنْعَامِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ سَعِیْدًا مَرْزُوْقًا مُوَفَّقًا لِّلْخَیْرَاتِ فَاِنَّکَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ الْمُنَزَّلِ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکَ الْمُرْسَلِ وَ قَوْلُکَ الْحَقُّ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ اَللّٰھُمَّ بِالتَّجَلِّی الْاَعْظَمِ فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَھْرِ الْمُکَرَّمِ الَّتِیْ یُفْرَقُ فِیْھَا کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ وَّ یُبْرَمُ اَنْ تَکْشِفَ عَنَّا الْبَلَاءَ وَ الْبَلْوَاءَ مَا نَعْلَمُ وَ مَا لَا نَعْلَمُ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ وَ مَا اَنْتَ بِہٖ اَعْلَمُ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ---

ایک اور نماز

- جو شخص شب براءت میں چار رکعت نماز نفل ادا کرے، ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورہ اخلاص پچاس مرتبہ پڑھے اور صبح کو روزہ رکھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف فرما دے گا۔

- اسی طرح جو شخص شب براءت کو دو رکعت نماز نفل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص پندرہ بار تلاوت کرے تو ان شاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں محل عطا فرمائے گا۔ نیز فرمایا کہ جو شخص پندرہ شعبان المعظم کے دن روزہ رکھے گا، اس کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی۔

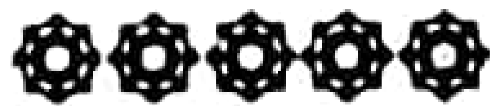
شب براءت کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ اس مبارک رات میں سال بھر کے ہونے والے واقعات، موت وحیات، رزق و روزی، نکاح وشادی اور دوسرے جملہ امور کی فہرستیں بارگاہ ربُّ العزت میں مرتب کر دی جاتی ہیں، جن میں سال بھر تک کمی بیشی نہیں ہو سکتی:

خوشا قسمت وہ شب پھر لے کے پیغام نجات آئی   مبارک باد قدسی دے رہے ہیں شب برات آئی
حیات و موت، رزق و عمر، دنیا آج پائے گی   ہر اک فردِ عمل تا عرشِ رب پہنچائی جائے گی

شب براءت کی مختصر فضیلت آپ کے سامنے پیش کی جا چکی ہے، لیکن افسوس مادیت کے اس دور میں ہمارے دلوں میں وہ امنگیں پیدا نہیں ہوتیں جس سے ہم عبادت وریاضت کی طرف مائل ہوں، بلکہ آتش بازی کا اہتمام کرنے لگے ہیں اور جب شب براءت کی برکتیں اور رحمتیں دنیا پر نازل ہونے لگتی ہیں تو ہم پوری سرگرمی کے ساتھ اس طرح لہو ولعب اور آتش بازی میں مشغول ہوتے ہیں کہ شب براءت کی برکتوں سے محرومی کے ساتھ ساتھ نقصانِ مال وزر کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

اب بھی وقت ہے کہ ہم اس عارضی اور فانی زندگی کے لمحات کو غنیمت جانیں اور جتنی مبارک راتوں کی برکت کو کھو چکے ہیں اور ان بابرکت راتوں میں جس قدر بھی آگ کا کھیل کھیل چکے ہیں، اس سے توبہ کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں دین ودنیا کی تمام عظمتیں، سعادتیں، رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے گا:

یہ شعبان المعظم کی منور، محترم شب ہے
کہ جس کی چاندنی آئینہ دار، رحمت رب ہے



آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مہینا

مولانا ابوالبلال محمد الیاس قادری

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ شعبانُ المعظم کی پندرھویں شب عبادت میں مصروف تھے۔ سر اُٹھایا تو ایک "سبز پرچہ" ملا، جس کا نور آسمان تک پھیلا ہوا تھا، اُس پر لکھا تھا:

ھٰذِہٖ بَرَاءَۃٌ مِنَ النَّارِ مِنَ الْمَلِکِ الْعَزِیْزِ لِعَبْدِہٖ عُمَرَبْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ---

"یعنی خدائے مالک و غالب اللہ عزوجل کی طرف سے یہ "جہنم کی آگ سے براءت نامہ" ہے، جو اُس کے بندے عمر بن عبدالعزیز کو عطا ہوا ہے"---

[تفسیر روح البیان، جلد ۸، صفحہ ۴۰۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت]

اِس حکایت میں جہاں امیر المؤمنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت کا اظہار ہے، وہیں شب براءت (برا-ءَت) کی عظمت و شرافت کا ظہور بھی ہے۔ الحمد للہ عزوجل یہ مبارک شب جہنم کی بھڑکتی آگ سے براءت (یعنی چھٹکارا) پانے کی رات ہے، اسی لیے اِس رات کو "شب براءت" کہا جاتا ہے۔ یہ عظیم رات ہی کیا، بلکہ سارے کا سارا شعبان ہی برکتوں اور رحمتوں کی کان ہے، اس کی عظمت و شان کے بیان کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ یہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مہینا ہے۔ رسولِ اکرم،

نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم، شافعِ امم ﷺ کا شعبان المعظم کے بارے میں فرمانِ مکرم ہے:

"شعبان میرا مہینا ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے"---

[الجامع الصغیر، الحدیث ۴۸۸۹، صفحہ ۳۰۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت]

شعبان کی تجلّیات و بَرکات

لفظ شعبان میں پانچ حروف ہیں، ش، ع، ب، ا، ن۔ سیدنا غوثِ اعظم، محبوب سبحانی، قندیلِ نورانی، شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہُ الربانی نقل فرماتے ہیں:

"ش سے مراد شرف یعنی بزرگی، ع سے مراد علو یعنی بلندی، ب سے مراد بر یعنی بھلائی و احسان، ا سے مراد الفت اور ن سے مراد نور ہے۔ تو یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اِس مہینے میں عطا فرماتا ہے، یہ وہ مہینا ہے جس میں نیکیوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، برکات کا نزول ہوتا ہے، خطائیں ترک کر دی جاتی ہیں اور گناہوں کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے اور خیر البریہ سید الوریٰ جنابِ محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پاک کی کثرت کی جاتی ہے اور یہ نبی مختار ﷺ پر درود بھیجنے کا مہینا ہے"---

[غنیۃ الطالبین، جلد ۱، صفحہ ۲۴۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت]

صَحابۂ کِرام علیہم الرضوان کا جذبہ

حضرت سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ماہِ شعبان کا چاند نظر آتے ہی صحابۂ کرام علیہم الرضوان تلاوت قرآنِ پاک میں مشغول ہو جاتے، اپنے اَموال کی زکوٰۃ نکالتے تاکہ کمزور و مسکین لوگ ماہِ رمضان کے روزوں کے لیے تیاری کر سکیں، حکام قیدیوں کو طلب کر کے جس پر "حد" (سزا) قائم کرنا ہوتی، اُس پر حد قائم کرتے، بقیہ کو آزاد کر دیتے، تاجر اپنے قرضے ادا کر دیتے، دوسروں سے اپنے قرضے وصول کر لیتے۔ (یوں ماہِ رمضان المبارک کا چاند نظر آنے سے قبل ہی اپنے آپ کو فارغ کر لیتے) اور رَمضان شریف کا چاند نظر آتے ہی غسل کر کے (بعض حضرات) اعتکاف میں بیٹھ جاتے"---[غنیۃ الطالبین، جلد ۱، صفحہ ۲۴۶]

سُبحٰنَ اللہ عزوجل! پہلے کے مسلمانوں کو عبادت کا کس قدر ذوق ہوتا تھا، مگر افسوس! آج کل کے مسلمانوں کو زیادہ تر حصولِ مال ہی کا شوق ہے۔ اللہ عزوجل اپنے بندوں پر مہربان ہو کر نیکیوں کا اجر و ثواب خوب بڑھا دیتا ہے، لیکن بدنصیب لوگ رمضان المبارک میں اپنی اشیاء کا بھاؤ بڑھا کر اپنے ہی مسلمان بھائیوں میں لوٹ مار مچا دیتے ہیں۔

نفلی روزوں کا پسندیدہ مہینا

حضرت سیدنا عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا:

''میرے سرتاج، صاحب معراج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ مہینا شعبان المعظم تھا کہ اس میں روزے رکھا کرتے پھر اسے رمضان المبارک سے ملا دیتے''---

[ابو داؤد، جلد۲، صفحہ۳۱۹، رقم الحدیث ۲۴۳۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت]

حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں دیکھتا ہوں کہ جس طرح آپ شعبان میں روزے رکھتے ہیں، اِس طرح کسی بھی مہینے میں نہیں رکھتے۔ فرمایا رجب اور رمضان کے بیچ میں یہ مہینا ہے، لوگ اِس سے غافل ہیں، اِس میں لوگوں کے اعمال اللہ رب العالمین عزوجل کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور مجھے یہ محبوب ہے کہ میرا عمل اِس حال میں اُٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں''---

[نسائی، رقم الحدیث ۲۳۵۴، جلد۴، صفحہ۲۰۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت]

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے نہ رکھا کرتے بلکہ پورے شعبان ہی کے روزے رکھ لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو کہ اللہ عزوجل اس وقت تک اپنا فضل نہیں روکتا، جب تک تم اکتا نہ جاؤ''---[صحیح البخاری، جلد۲، صفحہ۲۹۸، رقم الحدیث ۱۹۷۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت]

مرنے والوں کے نام

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! کیا سب مہینوں میں آپ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ شعبان کے روزے رکھنا ہے؟ تو محبوبِ ربُّ العباد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ عزوجل اس سال مرنے والی ہر جان کو لکھ دیتا ہے اور مجھے یہ پسند ہے کہ میرا وقت رخصت آئے اور میں روزہ دار ہوں''---

[مسند ابو یعلی، جلد۴، صفحہ۲۷۷، رقم الحدیث ۴۸۹۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت]

بھلائیوں والی راتیں

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں نے نبی کریم، رؤف الرحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو فرماتے ہوئے سنا، اللہ ﷻ (خاص طور پر) چار راتوں میں بھلائیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔

''۱)...... بقر عید کی رات، ۲)...... عید الفطر کی رات، ۳)...... شعبان کی پندرھویں رات کہ اس رات میں مرنے والوں کے نام اور لوگوں کا رزق اور (اِس سال) حج کرنے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں ۴)...... عرفہ (نو ذوالحجہ) کی رات اذانِ (فجر) تک''--- [الدر المنثور، جلد ۷، صفحہ ۴۰۲، دار الفکر بیروت]

نازک فیصلے

پندرہ شعبان المعظم کی رات کتنی نازک ہے، نہ جانے قسمت میں کیا لکھ دیا جائے، آہ! بعض اوقات بندہ غفلت میں پڑا رہ جاتا ہے اور اس کے بارے میں کچھ کا کچھ ہو چکا ہوتا ہے۔ چناں چہ ''غنیۃ الطالبین'' میں ہے، بہت سے کفن دھل کر تیار رکھے ہوتے ہیں مگر کفن پہننے والے بازاروں میں گھوم پھر رہے ہوتے ہیں، بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی قبریں کھدی ہوئی تیار ہوتی ہیں مگر ان میں دفن ہونے والے خوشیوں میں مست ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ ہنس رہے ہوتے ہیں حالاں کہ ان کی ہلاکت کا وقت قریب آ چکا ہوتا ہے۔ بہت سے مکانات کی تعمیر کا کام مکمل ہونے والا ہوتا ہے مگر مالک مکان کی موت کا وقت بھی قریب آ چکا ہوتا ہے۔

[غنیۃ الطالبین، جلد ۱، صفحہ ۲۵۱]

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

گناہ گاروں پر کرم

سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، حضور سراپا نور، فیض گنجور ﷺ نے فرمایا:

''میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے اس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنوں کو آزاد فرماتا ہے جتنے بنی کلب کی بکریوں کے بال ہیں مگر مشرک اور عداوت والے اور رشتہ کاٹنے والے اور (ٹخنوں سے نیچے) کپڑا لٹکانے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب کے عادی کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا''---

[شعب الایمان، جلد ۳، صفحہ ۳۸۴، الحدیث ۳۸۳۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

حضرت سیدنا امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایت نقل کی، اس میں قاتل کا بھی ذکر ہے۔

[مسند امام احمد بن حنبل، جلد۲، صفحہ۵۸۹، الحدیث ۶۶۵۳، دارالفکر بیروت]

حضرت سیدنا مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت، سراپا رحمت، محبوبِ ربُّ العزت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل شعبان کی پندرھویں شب میں تمام زمین والوں کو بخش دیتا ہے، سوائے مشرک اور عداوت والے کے۔[المتجر الرابح، صفحہ۳۷۶، رقم الحدیث ۷۶۹، دارخضر بیروت]

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا

امیر المؤمنین حضرت مولیٰ مشکل کشا سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پندرھویں شعبان المعظم کی رات اکثر باہر تشریف لاتے۔ایک بار اِسی طرح شبِ براءت میں باہر تشریف لائے اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا، ایک مرتبہ اللہ کے نبی حضرت سیدنا داود علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پندرھویں شعبان کی رات آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا، یہ وہ وقت ہے کہ اِس وقت میں جس شخص نے جو بھی دعا اللہ عزوجل سے مانگی، اس کی دعا اللہ عزوجل نے قبول فرمائی اور جس نے مغفرت طلب کی اللہ عزوجل نے اس کی مغفرت فرما دی بشرطیکہ دعا کرنے والا عشار (ظلماً ٹیکس لینے والا)، جادوگر، کاہن، نجومی، (ظالم) پولیس والا، حاکم کے سامنے چغلی کھانے والا، گویّا اور باجا بجانے والا نہ ہو، پھر یہ دعا کی:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ دَاوٗدَ اغْفِرْ لِمَنْ دَعَاکَ فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ اَوِ اسْتَغْفَرَکَ فِیْھَا---

"اے اللہ عزوجل! اے داوٗد علیہ السلام کے رب، جو اس رات میں تجھ سے دعا کرے یا مغفرت طلب کرے تو اس کو بخش دے"---[ماثبت با لسنۃ، صفحہ۳۵۴]

محروم لوگ

شب براءت بے حد اہم رات ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی قسمت میں کیا لکھ دیا گیا۔لہٰذا کسی صورت سے بھی اِس رات کو غفلت میں نہیں گزارنا چاہیے۔اس رات خصوصیت کے ساتھ رحمتوں کی چھما چھم بارشیں ہوتی ہیں۔ اِس مبارک رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ "بنی کلب" کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ امتیوں کی مغفرت فرماتا ہے۔کتابوں میں لکھا ہے کہ "قبیلہ بنی کلب" قبائل عرب میں سب سے زیادہ بکریاں پالتا تھا۔آہ! کچھ بدنصیب ایسے بھی ہیں جن پر اس شب براءت یعنی چھٹکارا پانے کی رات بھی نہ بخشے جانے کی وعید ہے۔ چناں چہ حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں:

۱)......شراب کا عادی،۲)......زنا کا عادی،۳)......ماں باپ کا نافرمان،۴)......قطع تعلق کرنے والا،۵)......فتنہ باز اور ۶)......چغل خور کی اس رات بخشش نہیں۔ایک روایت میں فتنہ باز کی جگہ تصویریں بنانے والا آیا ہے۔[مکاشفة القلوب،صفحہ ۳۰۴،دار الکتب العلمیة بیروت]

اِسی طرح کاہن، جادوگر، تکبر کے ساتھ پاجامہ یا تہ بند ٹخنوں کے نیچے لٹکانے والے، دو مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈلوانے والے اور کسی مسلمان سے کینہ رکھنے والے پر بھی اِس رات مغفرت کی سعادت سے محرومی کی وعید ہے۔ چناں چہ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ متذکرہ گناہوں میں سے اگر معاذ اللہ کسی گناہ میں ملوث ہوں تو وہ اِس شب براءت کے آنے سے پہلے ہی سچی توبہ کرلیں اور تمام معاملات صاف کرلیں۔اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، پروانہ شمع رسالت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اپنے ایک اِرادت مند کو مکتوب شریف روانہ کیا، جس کا مضمون من وعن پیش کیا جاتا ہے۔

پیغامِ امامِ اہلِ سنّت رضی اللہ عنہ

شب براءت قریب ہے، اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت عزوجل میں پیش ہوتے ہیں۔ مولا عزوجل بطفیل حضور پرنور، شافع یوم النشور، علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے ذنوب (گناہ) معاف فرماتا ہے مگر چند ان میں وہ دو مسلمان جو باہم دنیوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں، فرماتا ہے، اِن کو رہنے دو، جب تک آپس میں صلح نہ کرلیں۔ایک دوسرے کے حقوق ادا کردیں یا معاف کرالیں کہ باذنہٖ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائف اعمال (یعنی اعمال نامے) خالی ہوکر بارگاہِ عزت عزوجل میں پیش ہوں۔حقوقِ مولیٰ تعالیٰ کے لیے توبہ صادقہ کافی ہے:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ---

"یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اُس نے گناہ کیا ہی نہیں"---

ایسی حالت میں باذنہٖ تعالیٰ ضرور اِس شب میں امید مغفرت تامہ ہے، بشرطِ صحت عقیدہ۔ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم ۔یہ سب مصالحت اخوان (یعنی بھائیوں میں صلح کروانا) ومعافی حقوق بحمدہٖ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے۔امید ہے کہ آپ بھی وہاں کے مسلمانوں میں اِجراء کرکے:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُمَنْ عَمِلَ بِهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا يَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ---

"یعنی جو اسلام میں اچھی راہ نکالے، اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک

جو اس پر عمل کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے، بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی آئے) کے مصداق"---

اور اِس فقیر کے لیے عفو وعافیت دارین کی دعا فرمائیں۔ فقیر آپ کے لیے دعا کرتا ہے اور کرے گا۔ ان شاءَ اللہ ﷻ سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے، نہ نفاق پسند ہے۔ صلح ومعافی سب سچے دل سے ہو۔ والسلام: فقیر احمد رضا قادری از بریلی

پندرہ شعبان کا روزہ

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ نبی کریم، رؤف الرحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمانِ عظیم ہے:

"جب پندرہ شعبان کی رات آئے تو اس میں قیام (یعنی عبادت) کرو اور دن میں روزہ رکھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ غروبِ آفتاب سے آسمانِ دنیا پر خاص تجلی فرماتا اور کہتا ہے، ہے کوئی مجھ سے مغفرت طلب کرنے والا کہ اسے بخش دوں، ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اسے روزی دوں، ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اسے عافیت عطا کروں، ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ایسا، اور یہ اس وقت تک فرماتا ہے کہ فجر طلوع ہو جائے"---

[سنن ابن ماجہ، جلد ۲، صفحہ ۱۶۰، رقم الحدیث ۱۳۸۸، دار المعرفۃ بیروت]

فائدے کی بات

شب براءت میں اعمال نامے تبدیل ہوتے ہیں، لہٰذا ممکن ہو تو چودھویں شعبان المعظم کو بھی روزہ رکھ لیا جائے تا کہ اعمال نامے کے آخری دن میں بھی روزہ ہو۔ ۱۴ شعبان کو عصر کی نماز پڑھ کر مسجد میں نفلی اعتکاف کی نیت سے ٹھہرا جائے تا کہ اعمال نامہ تبدیل ہونے کے آخری لمحات میں مسجد کی حاضری اور اعتکاف لکھا جائے۔

مغرب کے بعد چھ نوافل

معمولاتِ اولیائے کرام رحمہم اللہ سے ہے کہ مغرب کے فرض وسنت وغیرہ کے بعد چھ رکعت نفل (نف-ل) دو دو رکعت کر کے ادا کیے جائیں۔ پہلی دو رکعتوں سے پہلے یہ نیت کریں:

"یا اللہ! ان کی برکت سے درازیٔ عمر بالخیر عطا فرما"---

اِس کے بعد دو رکعت میں یہ نیت کریں:

"یا اللہ! ان کی برکت سے بلاؤں سے حفاظت فرما"---

اور اس کے بعد والی دو رکعتوں کے لیے یہ نیت کریں:

''یا اللہ! ان کی برکت سے اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کر''۔۔۔

ہر دو رکعت کے بعد اکیس بار قُل ھُوَ اللّٰہ احد (پوری سورت) یا ایک بار سورۂ یاسین شریف پڑھیں، بلکہ ہو سکے تو دونوں ہی پڑھ لیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک اسلامی بھائی یاسین شریف بلند آواز سے پڑھیں اور دوسرے خاموشی سے سنیں۔ اس میں یہ خیال رکھیں کہ دوسرا اس دوران زبان سے یاسین شریف بلکہ کچھ بھی نہ پڑھے۔ ان شاء اللہ عزوجل رات شروع ہوتے ہی ثواب کا انبار لگ جائے گا۔ ہر بار یاسین شریف کے بعد ''دعائے نصف شعبان'' بھی پڑھیں۔

(یہ دعا اس مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

سال بھر جادو سے حفاظت

شعبان المعظم کی پندرھویں رات کو سات پتے بیری (یعنی بیر کے درخت) کے پانی میں جوش دے کر (جب پانی نہانے کے قابل ہو جائے) غسل کریں، اِن شاء اللہ العزیز تمام سال جادو کے اثر سے محفوظ رہیں گے۔ [اسلامی زندگی، صفحہ ۱۳۴، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی]

شبِ براءَت اور قبروں کی زیارت

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں نے ایک رات سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا، تو بقیع پاک میں مجھے مل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، کیا تمہیں اس بات کا ڈر تھا کہ اللہ اور اس کا رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری حق تلفی کریں گے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے خیال کیا تھا کہ شاید آپ ازواج مطہرات (مُ۔طَہَّ۔ہَرات) میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے۔ تو آقائے دو جہان رحمت عالمیان، مدینے کے سلطان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات آسمانِ دنیا پر تجلی فرماتا ہے، پس قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ گنہگاروں کو بخش دیتا ہے''۔۔۔

[سنن الترمذی، جلد ۲، صفحہ ۱۸۳، الحدیث ۷۳۹، دار الفکر بیروت]

قبر پر موم بتیاں جلانا

شب براءت (ب۔را۔ءَت) میں اسلامی بھائیوں کا قبرستان جانا سنت ہے (اسلامی بہنوں کو شرعاً اجازت نہیں) قبروں پر موم بتیاں نہیں جلا سکتے، ہاں اگر تلاوت وغیرہ کرنا ہو تو ضرورۃً اجالا حاصل کرنے کے لیے قبر سے ہٹ کر موم بتی جلا سکتے ہیں، اسی طرح حاضرین کو خوشبو پہنچانے کی نیت سے قبر سے ہٹ کر اگر بتیاں جلانے میں حرج نہیں۔ مزارات اولیاء رحمہم اللہ پر چادر چڑھانا

اوراس کے پاس چراغ جلانا جائز ہے کہ اس طرح لوگ متوجہ ہوتے اوران کے دلوں میں عظمت پیدا ہوتی اور وہ حاضر ہو کر اکتساب (اِک-تِ-سابِ) فیض کرتے ہیں۔ اگر اولیاء اور عوام کی قبریں یکساں رکھی جائیں تو بہت سارے دینی فوائد ختم ہو کر رہ جائیں۔

آتش بازی کا مُوجِد کون؟

اَلْحمدُللہ عَزَّوَجَلَّ شب براءَت جہنم کی آگ سے براءَت یعنی چھٹکارا پانے کی رات ہے۔ مگر آج کل کے مسلمانوں کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے کہ وہ آگ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بجائے خود پیسے خرچ کر کے اپنے لیے آگ یعنی آتش بازی کا سامان خریدتے ہیں اور اس طرح خوب آتش بازی چلا کر اس مقدس رات کا تقدس پامال کرتے ہیں۔ ''اسلامی زندگی'' میں حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان فرماتے ہیں:

''آتش بازی نمرود بادشاہ نے ایجاد کی جب کہ اس نے حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گلزار ہو گئی تو اس کے آدمیوں نے آگ کے انار بھر کر ان میں آگ لگا کر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف پھینکے''---[اسلامی زندگی، صفحہ ۷۷، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی]

افسوس! آتش بازی کی ناپاک رسم اب مسلمانوں میں زور پکڑتی جا رہی ہے، مسلمانوں کا کروڑہا کروڑ روپیہ ہر سال آتش بازی کی نذر ہو جاتا ہے اور آئے دن یہ خبریں آتی ہیں کہ فلاں جگہ آتش بازی سے اتنے گھر جل گئے اور اتنے آدمی جل کر مر گئے وغیرہ وغیرہ۔ اس میں جان کا خطرہ، مال کی بربادی اور مکان میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے۔ پھر یہ کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی بھی ہے۔ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان فرماتے ہیں:

''آتش بازی بنانا، بیچنا، خریدنا اور خریدوانا، چلانا اور چلوانا، سب حرام ہے''---[اسلامی زندگی، صفحہ ۷۸، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی]

تجھ کو شعبانِ معظم کا خدایا واسطہ
بخش دے ربِ محمد تو مری ہر اک خطا

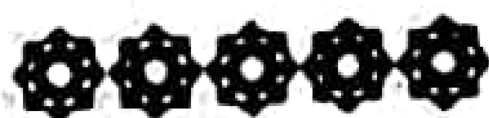
دعائے نصف شعبان المعظم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ یَا ذَاالْمَنِّ وَ لَا یُمَنُّ عَلَیْہِ ط یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ ط یَاذَا الطَّوْلِ وَ الْاِنْعَامِ ط لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ ظَھْرُ اللَّاجِیْنَ ط وَ جَارُ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ ط وَ اَمَانُ الْخَائِفِیْنَ ط اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ

كَتَبْتَنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْكِتٰبِ شَقِیًّا اَوْ مَحْرُوْمًا اَوْ مَطْرُوْدًا اَوْ مُقَتَّرًا عَلَیَّ فِی الرِّزْقِ فَامْحُ اللّٰهُمَّ بِفَضْلِکَ شَقَاوَتِیْ وَ حِرْمَانِیْ وَ طَرْدِیْ وَ اقْتِتَارَ رِزْقِیْ ط وَاَثْبِتْنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْكِتٰبِ سَعِیْدًا مَّرْزُوْقًا مُّوَفَّقًا لِّلْخَیْرَاتِ ط فَاِنَّکَ قُلْتَ وَ قَوْلُکَ الْحَقُّ فِیْ كِتَابِکَ الْمُنَزَّلِ ط عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکَ الْمُرْسَلِ ط یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ ٥ اِلٰهِیْ بِالتَّجَلِّی الْاَعْظَمِ ط فِیْ لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَهْرِ شَعْبَانَ الْمُكَرَّمِ ط اَلَّتِیْ یُفْرَقُ فِیْهَا كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ وَّ یُبْرَمُ ط اَنْ تَكْشِفَ عَنَّا مِنَ الْبَلَآءِ وَ الْبَلْوَآءِ مَا نَعْلَمُ وَ مَا لَا نَعْلَمُ ط وَ اَنْتَ بِهٖ اَعْلَمُ ط اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ط وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ سَلَّمْ ط وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥---

اللہ عزوجل کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

اے اللہ! اے احسان کرنے والے کہ جس پر احسان نہیں کیا جاتا، اے بڑی شان وشوکت والے، اے فضل وانعام والے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پریشان حالوں کا مددگار، پناہ مانگنے والوں کو پناہ اور خوف زدوں کو امان دینے والا ہے، اے اللہ! اگر تو اپنے یہاں ام الکتاب (یعنی لوح محفوظ) میں مجھے شقی (یعنی بد بخت)، محروم، دھتکارا ہوا اور رزق میں تنگی دیا ہوا لکھ چکا ہو، تو اے اللہ! اپنے فضل سے میری بدبختی، محرومی، ذلت اور رزق کی تنگی کو مٹا دے اور اپنے پاس ام الکتاب میں مجھے خوش بخت، رزق دیا ہوا اور بھلائیوں کی توفیق دیا ہوا ثبت فرما دے کہ تو نے ہی تیری نازل کی ہوئی کتاب میں تیرے ہی بھیجے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر فرمایا اور تیرا فرمانا حق ہے "اللہ جو چاہے مٹاتا ہے اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے" [پارہ ۱۳، الرعد ۳۹، کنز الایمان] خدایا! تجلی اعظم کے وسیلہ سے جو نصف شعبان المکرم کی (پندرھویں) رات میں ہے کہ جس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام اور اٹل کر دیا جاتا ہے۔ (یا اللہ!) مصیبتوں اور رنجشوں کو ہم سے دور فرما کہ جنہیں ہم جانتے اور نہیں بھی جانتے جب کہ تو انہیں سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ بے شک تو سب سے بڑھ کر عزیز اور عزت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب رضی اللہ عنہم پر درود وسلام بھیجے۔ سب خوبیاں سب جہانوں کے پالنے والے اللہ عزوجل کے لیے ہیں"---



بہت کچھ سوچ کر شہرِ پیمبر ﷺ میں قدم رکھنا

سرِ محشر زرِ حبِ رسولِ محتشم ﷺ رکھنا
غلامی کا سبق پہلا ہے امیدِ کرم رکھنا

میں دیوانہ ہوں، آدابِ سفر سے بے خبر بھی ہوں
مجھے بھی ساتھ اپنے اے رفیقانِ حرم رکھنا

رقم نعتِ پیمبر ہو گی لوحِ شامِ پرسش پر
لحد میں بھی فرشتو! میرے ہاتھوں پر قلم رکھنا

اسی نسبت سے ہوتی ہے رسائی عرشِ اعظم تک
اسی نسبت کو ہر نسبت سے بڑھ کر محترم رکھنا

صبا بھی احتراماً سانس اپنا روک لیتی ہے
بہت کچھ سوچ کر شہرِ پیمبر ﷺ میں قدم رکھنا

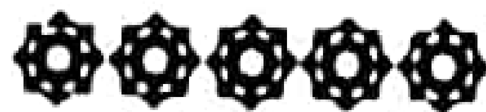
لکھوں گا عمر بھر اے کاتبِ قدرت، ثنا ان کی
مقدر کی ہتھیلی پر غمِ میرِ امم ﷺ رکھنا

یہی کہنا کہ ہے لبریز کشکولِ طلب اس کا
مرے احوالِ محرومی کا چرچا کم سے کم رکھنا

پذیرائی کا موسم ہو گا حاصل تیرے اشکوں کو
تو ہر زائر کے قدموں میں چراغِ چشمِ نم رکھنا

خدایا! روبرو ان ﷺ کے پڑیں جب قفل ہونٹوں پر
ریاض بے نوا کی بے نوائی کا بھرم رکھنا

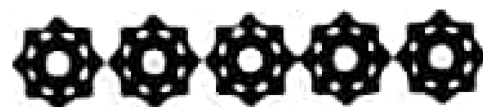
ریاض حسین چودھری ایڈووکیٹ



مبارک شب برات آئی

مبارک رات لے کر آج پیغامِ نجات آئی
نوید اے امتِ سلطانِ بطحا، شب برات آئی
سمجھ میں اس شبِ مسعود کی بابت یہ بات آئی
عبادت کے لیے جو سب سے بہتر ہے، وہ رات آئی
نچھاور شام سے انوار کی تا صبح رہتی ہے
پسند اللہ کو تابانیٔ صوم و صلوٰۃ آئی
ہوئی عرشِ خدا سے رات بھر وہ جلوہ افشانی
نظر انوارِ رب میں جذب بزم کائنات آئی!
اسی شب میں ہے وہ محمود ساعت بھی کہ سب دنیا
نظر مائل بہ سجدہ پیشِ ربِّ کائنات آئی
اٹھو مردانِ شب بے دار! مشغولِ عبادت ہو
مبارک شب برات آئی، مبارک شب برات آئی
ہوا کرتی ہے اعمالِ زبوں کی مغفرت جس میں
ضیاؔ مژدہ کہ شعبانُ المعظم کی وہ رات آئی

مولانا ضیاء القادری بدایونی علیہ الرحمہ



اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

شب براءت اور اس کے نوافل

علامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی علیہ الرحمۃ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ---[الدخان: ۳،۴]

"بے شک ہم نے اس کو اتارا برکت والی رات میں، بے شک ہم ڈرانے والے ہیں اس رات میں بانٹا ہے ہر حکمت والا کام"---

اس آیت کریمہ میں جس رات کا ذکر ہے، اس کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن زید اور اکثر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ وہ لیلۃ القدر ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور سلف صالحین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ شب براءت یعنی شعبان کی پندرھویں رات ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے غنیۃ الطالبین میں یہی مراد لی ہے۔ میں نے اس وقت اسی رات کا بیان کرنا ہے، تفسیر فتوحات الٰہیہ المعروف بہ تفسیر جمل، جلد ۴، صفحہ ۱۱۶، اکمل المطابع دہلی میں ہے کہ شعبان کی پندرھویں رات کے چار نام ہیں:

۱......لیلۃ المبارکہ یعنی برکت والی رات---۲...... لیلۃ البراءت---

۳...... لیلة الصِّک---۴...... لیلة الرحمة---

اس رات کو مبارک رات اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں نیک عمل کرنے والوں کے لیے کثرت سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہر ایک ذرّہ جمالِ الٰہی کی برکتوں سے نوازا جاتا ہے اور فرشتے اور مقدس روحیں جمع ہوتی ہیں---

اس کو لیلة البراءت اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات میں لوگ جہنم کی آگ سے بری کر دیے جاتے ہیں---

لیلة الرحمة اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ رحمت والی رات ہے---

اور لیلة الصِّک اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس رات میں مؤمنوں کے لیے براءت لکھ دی جاتی ہے---

حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ رضی اللہ عنہ نے جب شعبان کی پندرھویں رات میں نماز پڑھتے ہوئے سر اٹھایا تو ایک سبز نورانی رقعہ اپنے قریب لکھا پایا، جس کا نور آسمان سے ملا ہوا تھا اور اس میں لکھا تھا کہ یہ براءت ہے عمر بن عبد العزیز کے لیے دوزخ کی آگ سے، ملک العزیز یعنی زبردست بادشاہ کی طرف سے---

محبت الٰهی

بھائیو! اس دنیا کے کام اور جھگڑے نہ تو کبھی ختم ہوئے اور نہ ہوں گے، ذرا اپنے محبوب حقیقی کے آستانے پر بھی جھانک کر دیکھو کہ سکون آتا ہے یا نہیں:

دلا بس کر سب جھگڑے جھیڑے، چل روٹھڑا یار منا لیے
پا کفنی کاسہ پھڑ ہتھ وچ، دھونی یار دے در تے لا لیے
لاہ دل توں داغ سیاہی دا، ساہ چھڈ کے بے پرواہی دا
لڑ پھڑ کے اپنے ماہی دا، کجھ خیر خزانیوں پا لیے

جن لوگوں نے اپنے محبوب حقیقی کو تلاش کیا ہے، آخر پا ہی لیا ہے، بس ضرورت تلاش و جستجو کی ہے۔ قاعدہ ہے کہ آدمی تلاش اس چیز کو کیا کرتا ہے، جو اس کے نزدیک پیاری اور محبوب ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ تلاش موقوف ہے محبت پر، جب تک کسی چیز کی محبت دل میں نہ ہو، اس کی تلاش نہیں ہوتی۔ تو پہلے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے، پھر اس محبت کی وجہ سے تلاش شروع ہوتی ہے۔ سو اگر کسی کے دل میں دنیا کی محبت ہو تو اس کی تلاش میں مارا مارا پھرے گا کہ کہیں سے محبوب چیز کا پتہ لگ جائے۔ مگر دوستو! اصل چیز دنیا کی محبت نہیں بلکہ

اصل چیز تو حب الٰہی ہے---

پھر ایک طرف محبت اور دوسری طرف عقل ہے، مگر مقصود اصلی محبت و عشق ہی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ انسان میں مسکینی بھی محبت پیدا کرسکتی ہے۔ عقل سرفرازوں کی گردنوں کو اونچا تو کرسکتی ہے، جھکا نہیں سکتی۔ عقل کی فطرت ہی یہ ہے کہ لوٹنا چاہتی ہے اور لٹنا صرف محبت کا شیوہ ہے اور اسے لوٹ کر نہیں لٹ کر لطف آتا ہے، پروانے نے ادائے جاں نثاری کسی مکتب میں رہ کر نہیں سیکھی، سوز اس کی فطرت میں موجود تھا، شمع کو دیکھا تو جل گیا، تو اے انسان تو بھی اپنے آپ کو محبت الٰہی کی آگ میں جلا ڈال:

خودی ہستی نوں کر کے چور اڑیا — ہو جا دوئی دے پردے توں دور اڑیا
ہو کے یار دی نظر منظور اڑیا — سارے بگڑے کاج بنا لیے
جان اپنی نوں سولی چڑھا دے توں — ہس ہس کے چمڑی لہا دے توں
جے توں لبھل یار نوں پاونا ہے — پہلے اپنا آپ گنوا لیے

حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

دلبر نال ہویا اک جس نے اپنا آپ گنوایا
تو ہیں پڑدہ اگے چڑھدا تو ہیں یار چھپایا

دوستو! محبت عجیب شے ہے، محبت کے کارنامے نرالے ہیں اور عقل مفاد پرست ہے، مگر محبت کے پیش نظر محبوب کی رضا رہی ہے۔ عقل اپنے لیے سہولتیں تلاش کرتی ہے، اس لیے کہ وہ سہل انگار ہے۔ مگر عشق جفا پیشہ ہے، وہ مشکلات کو آسان بنا دیتا ہے، اپنا نام و نشان مٹا کر محبوب کی عظمتوں کو اجاگر کرنا، عشق و محبت کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے، جب کہ عقل، رزم ہو یا بزم، ہر جگہ اپنی ہی برتری چاہتی ہے۔ کیا خوب ڈاکٹر اقبال نے کہا:

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے
عشق بے چارہ نہ زاہد ہے نہ ملا نہ حکیم



عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ ﷺ

سو اگر محبت ہو تو محبوب حقیقی کی اور تلاش و جستجو ہو تو بس اسی کی---

علم بھی اچھی چیز ہے مگر جب تک دل میں نور معرفت نہ چمکے، کچھ حاصل نہیں ہوتا، اسی لیے ڈاکٹر اقبال نے کہا:

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحبِ کشاف

بعض اوقات آدمی اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہے مگر بارگاہِ خداوندی میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں:

ہم تو سمجھے تھے بڑی چیز مگر مے خانے میں
نکلا اِک جام کی قیمت بھی نہ ایماں اپنا

تو اس کوچہ و بازار میں صرف عقل و علم یا گفتگو کام نہیں دیتی بلکہ دوستو! عشق کی تو دنیا ہی نرالی ہے۔ اسی لیے تو کسی شاعر نے کہا:

مرغِ دل مت رو یہاں آنسو بہانا منع ہے
اس قفس کے قیدیوں کو آب و دانہ منع ہے

اور پھر عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

علم انوار است در سینۂ رجال
نے ز راہ دفتر و نے قیل و قال

''علم تو کامل مردوں کے سینوں میں نور کا نام ہے، یہ کتابوں سے حاصل نہیں ہوتا''---

قال را بگذار مرد حال شو
زیر پائے کاملے پامال شو

''باتوں کو چھوڑ، حال اور کیفیت والا بن اور اس کے لیے کسی کامل کی قدم بوسی کر''---

عارف کھڑی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اپنے دکھ محمد بخشا ، جے توں پھولن لگوں
قصہ اک بنے گا ایہو ، بیٹھ صبر کر اگوں

ہاں تو دوستو! حال پیدا کرو اور محبوبِ حقیقی کی تلاش و جستجو میں لگ جاؤ، ذکر ہو تو اس کا، فکر ہو تو اسی کا اور وہ تو رحیم و کریم مولیٰ ہے، جو اس کو محبت سے یاد کرتے ہیں ان کو ضرور ملتا اور ان پر رحمت فرماتا ہے۔ دیکھو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے شعبان کی پندرھویں رات کو اپنے مولیٰ کو یاد کر کے پالیا۔ اس کوچہ (عشقِ الٰہی کی دنیا) میں آنا تو دیوانوں کا کام

ہے۔ بھلافرزانوں، یعنی ظاہری عقل والوں کا اس بازار میں کیا کام، عقل والے تو تمام رات سوتے اور صحت بناتے ہیں یا رات کو بھی دنیاوی کام کر کے دنیا کماتے ہیں یا کم ازکم اس کی فکر میں ہی لگے رہتے ہیں، تو اس محبت کے سودے کا گاہک اور اس بازار کا خریدار تو بس دیوانہ ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت محبوب حقیقی کی یاد میں لگا رہتا ہے اور مَنْ اَحَبَّ شَیْئاً اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ یعنی ''جس کے دل میں جس چیز کی محبت ہوتی ہے، وہ اسی کا زیادہ ذکر کرتا ہے'' کے مطابق ہونا تو یہ چاہیے کہ انسان ہر وقت یادالٰہی میں غرق رہے۔ کیا خوب کسی شاعر نے کہا:

اے غفور، رحیم، کریم، تیری ہر ساہ وچ کرنی ثنا چاہیے
بحر و بر اندر، دیر و حرم اندر، لازم ذکر ابدی لا الٰہ چاہیے
واحد لاشریک ہے ذات تیری، چرچا وحدت دا جا بجا چاہیے
برقؔ تیری درگاہ وچ ٹیک متھا، کرنا حق عبدیت ادا چاہیے

معرفت خداوندی

دوستو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی اپنی معرفت کے لیے فرمایا ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے، ایک دن گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کی طرف شکار کو نکلے تو ہرن کے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑایا، غیب سے آواز آئی کہ کیا تو اسی لیے پیدا کیا گیا ہے؟ اسی طرح کاٹھی اور زین سے بھی آواز آئی، تو اسی آواز کو سنتے ہی سب کچھ چھوڑ کر جنگل میں رہنا اختیار کر لیا اور اشغال ماسوی اللہ اور لہو و لعب کو چھوڑ کر اپنے اصلی مقصود کو پالیا---

اسی تفسیر روح البیان میں اسی مقام پر ہے کہ حضرت بہلول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
میں نے ایک دن چند لڑکے دیکھے جو اخروٹ اور باداموں کے ساتھ کھیل رہے تھے، ایک لڑکا ان کی طرف دیکھ کر رو رہا تھا۔ میں یہ سمجھا کہ شاید اس کے پاس اخروٹ نہیں ہیں، تا کہ یہ بھی کھیل سکے، اس لیے لڑکوں کے اخروٹ دیکھ کر افسوس کرتا اور روتا ہے۔ تو میں نے اس سے کہا کہ اے لڑکے! تو کیوں روتا ہے؟، میں تجھے اخروٹ اور بادام لے دیتا ہوں، تا کہ تو بھی لڑکوں کے ساتھ کھیل سکے، تو اس نے میری بات سن کر آنکھ اٹھا کر کہا کہ اے کم عقل! ہم کھیلنے کے لیے نہیں پیدا ہوئے---

میں نے پوچھا تو پھر کس کام کے لیے پیدا ہوئے ہیں؟---

کہا، علم دین اور معرفت خداوندی کے واسطے---

میں نے پوچھا اس کی دلیل کیا ہے؟---

کہا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی جو قرآن مجید میں ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ---[المؤمنون:۱۱۵]

''کیا پس تم اس خیال میں ہو کہ ہم نے تم کو بیکار بنایا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے''---

ملفوظات قبلۂ عالم، غوث دوراں، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ حضور محبوب سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''بچپن میں میں ایک بھینس کے پیچھے چلنے لگا تو بھینس نے پیچھے مڑ کر کہا:

مَا خُلِقْتَ لِھٰذَا---

''تم اس کام کے واسطے نہیں پیدا کیے گئے''---

مبارک رات

ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی

یعنی ہر رات ہی شب قدر ہے، اگر تو وقت اور اپنی قیمتی عمر کی قدر کرے اور اگر زیادہ نہ بھی ہو سکے تو پھر فرائض و واجبات اور سنن کے علاوہ شعبان کی پندرھویں رات جیسے خاص موقع کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دے، کہ یہ ایک خاص رات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اس رات میں کام تقسیم کر دیے جاتے ہیں، یعنی آنے والے سال میں جو کام ہونے والے ہوتے ہیں ان کاموں پر شعبان کی پندرھویں رات میں فرشتوں کی ڈیوٹیاں لگ جاتی ہیں۔ رزق (روزی) کا رجسٹر میکائیل علیہ السلام کے سپرد ہو جاتا ہے، جنگوں کا رجسٹر جرائیل علیہ السلام کے، یونہی زلزلوں (بجلی گرنے کے آئندہ ہونے والے واقعات و حادثات وغیرہ) بھی جبرئیل علیہ السلام کے سپرد کیے جاتے ہیں، اعمال کا رجسٹر اسماعیل علیہ السلام فرشتہ (جو پہلے آسمان پر نگران ہے) کے سپرد ہوتا ہے، حضرت ابن عادل رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اعمال کا رجسٹر اسرافیل علیہ السلام کے سپرد ہوتا ہے اور مصیبتوں کا رجسٹر ملک الموت علیہ السلام کے حوالے ہو جاتا ہے''---[تفسیر فتوحات الٰہیہ معروف بہ جمل شریف عربی، جلد ۴، صفحہ ۱۱۷]

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں

کہ انہوں نے فرمایا:

''رجسٹروں میں فیصلے شعبان کی پندرہویں رات کو لکھ دیے جاتے ہیں، مگر فرشتوں کے حوالے لیلۃ القدر میں کیے جاتے ہیں۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ آئندہ سال میں ہونے والے واقعات کو لوح محفوظ سے رجسٹروں میں لکھنے کا کام شعبان کی پندرھویں رات کو شروع ہوتا ہے اور لیلۃ القدر میں ختم ہوتا ہے''---[تفسیر جمل، جلد۴، صفحہ ۱۱۷]

بہر حال یہ رات بڑی اہم ہے کہ اس رات میں آنے والے سال کے اندر جو واقعات ہونے والے ہوتے ہیں، مثلاً کون مرے گا اور کون پیدا ہوگا، کون غریب ہوگا اور کون امیر ہو گا اور کس پر کیا مصیبت آئے گی وغیرہ وغیرہ، ان سب واقعات کو لوح محفوظ سے فرشتوں کے الگ رجسٹروں میں منتقل کر کے ان کی ڈیوٹیاں لگا دی جاتی ہیں---

دو عیدیں

ایک روایت میں ہے کہ جیسے انسانوں کے لیے اس دنیا میں دو عیدیں ہیں، عید فطر اور عید قربان، ایسے ہی فرشتوں کے لیے بھی دو عیدیں ہیں، ایک تو یہی شب براءت یعنی شعبان کی پندرھویں رات اور دوسری لیلۃ القدر، جو رمضان المبارک میں ہوتی ہے۔ ان دو راتوں میں فرشتے بیت المعمور میں جو ساتویں آسمان پر فرشتوں کا قبلہ ہے، خصوصی طور پر عبادت کرتے ہیں اور انسانوں میں سے جو ان راتوں میں عبادت کر رہا ہوتا ہے (چاہے مرد ہو یا عورت) اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں---

اب اس وقت بالخصوص شب براءت کے متعلق چند احادیث کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر 1

طبرانی اور محدث ابن حبان، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''شعبان کی پندرھویں رات میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور سب کو بخش دیتا ہے، مگر کافر اور دنیاوی عداوت والے کو نہیں بخشتا''---

حدیث نمبر 2

ابن ماجہ شریف میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب شعبان کی پندرھویں رات آجائے تو اس رات کو قیام کرو، یعنی نوافل پڑھو اور دن میں روزہ رکھو کہ رب تبارک وتعالیٰ سورج ڈوبنے کے وقت سے آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے کہ:

- ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اس کو بخش دوں---
- ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اس کو روزی دے دوں---
- ہے کوئی مبتلائے مصیبت کہ اس کو عافیت دوں---
- ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ایسا اور یہ اس وقت تک فرماتا رہتا ہے کہ صبح طلوع ہو جائے---

حدیث نمبر 3

بیہقی شریف میں ام المؤمنین حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے کہ جتنے بنو کلب (عرب میں بنی کلب ایک قبیلہ ہے، جن کے یہاں بکریاں بکثرت ہوتی ہیں) کی بکریوں کے بال ہیں، مگر کافر اور عداوت رکھنے والوں، رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والوں اور ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والوں اور والدین کی نافرمانی کرنے والوں اور ہمیشہ شراب پینے والوں کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا''---

حدیث نمبر 4

امام احمد رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، جس میں قاتل کا بھی ذکر ہے کہ اس کی طرف بھی نظر رحمت نہیں ہوتی---

حدیث نمبر 5

ایک روایت میں یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ:

''جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ اٹھو یا رسول اللہ اور نماز پڑھو اور دعا مانگو کہ یہ رات پندرھویں شعبان کی ہے، اللہ تعالیٰ اس رات میں تین سو دروازے رحمت کے اپنے بندوں پر کھولتا ہے، تو یا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے واسطے بخشش مانگو، مشرک، جادوگر، نجومی اور بخیل (کنجوس)، شرابی اور سود کھانے یا

دینے والے (والی) کے لیے اور زنا کار مرد یا عورت کے واسطے ہرگز بخشش نہ مانگو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کرنے والا ہے"---[غنیۃ الطالبین، صفحہ ۲۲۷]

دنیا ایک سرا

یہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے، یہاں کسی کو بھی ٹھہرنا نہیں ہے، تو کچھ اعمال کما لو تا کہ کام آئیں۔ اب میں علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف انیس الجلیس سے ایک واقعہ نقل کرتا ہوں، پڑھیے اور عبرت حاصل کیجیے:

منصور بن عمار ایک دن شہر بصرہ میں جارہے تھے کہ اچانک ایک عالی شان محل پر ان کی نظر پڑگئی جس کے نیچے بڑے بڑے مکان تھے، ایک شخص سے انہوں نے پوچھا کہ یہ سرا کس کی ہے؟ اس نے کہا، خاموش رہو، یہ بصرہ کے بادشاہ کا محل ہے اور اس نے سن لیا تو تمہارا سر اڑا دے گا۔ فرمایا کہ اگر میں نظر حقیقت سے دیکھوں تو کہوں کہ یہ بادشاہ کی سرا ہے۔ وہ شخص خفا ہوا اور اسی وقت جا کر بادشاہ سے اس کی شکایت کی، بادشاہ یہ سن کر خفا ہوا اور حضرت منصور کو حاضر ہونے کا حکم دیا، حضرت منصور حاضر ہوئے، بادشاہ نے کہا کہ تم ہی میرے محل کو سرا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا، ہاں میں نے سچ کہا ہے اور میں نے ایک دن میں جانچ لیا ہے کہ یہ سرا ہے اور تم ساری عمر اس کو محل کہتے رہے ہو۔ بادشاہ نے جو آپ کے کلام کے اندر غور کیا، تو سمجھ گیا کہ یہ شخص اہل تحقیق میں سے ہے اور اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا، پھر کہا، اے منصور! تم نے کیوں کر جانا کہ یہ سرا ہے؟

حضرت منصور نے فرمایا: اے بادشاہ تم نے یہ محل کس سے لیا؟---

کہا: یہ میرے باپ سے مجھے ورثہ میں ملا ہے---

حضرت منصور نے فرمایا: تمہارے باپ کے پاس کہاں سے آیا؟---

کہا: میرے دادا سے ورثہ میں پہنچا ہے---

پوچھا: دادا کے پاس کہاں سے آیا؟---

کہا: ان کے باپ سے---

حضرت منصور بن عمار نے فرمایا: سرا سے میری غرض یہی ہے کہ اس میں بعض مسافر آتے ہیں اور بعض جاتے ہیں---

بادشاہ نے یہ سن کر ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب ہوش میں آیا تو کپڑے پھاڑ ڈالے اور ٹاٹ کا لباس پہن کر دنیا کو چھوڑ کر پہاڑوں کے اندر خدا تعالیٰ کی یاد میں

مشغول ہوگیا۔ حضرت منصور کہتے ہیں کہ ایک مدت کے بعد میں نے اس کو خانہ کعبہ میں نزع کی حالت میں دیکھا کہ رو رو کر دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں غریب ہوں، نہ کوئی میرا ساتھی ہے اور نہ میرے پاس ملک ہے اور نہ مال ہے، سو اگر چہ تو نے مجھ کو میرے ملک اور مال سے نکال دیا ہے اور میرے دنیا کے ساتھیوں سے مجھ کو محروم کر رکھا ہے، تو اب اپنی رحمت سے مجھ کو نہ نکال اور اپنے فضل وکرم سے مجھ کو محروم نہ رکھ، پھر اسی وقت اس بادشاہ کا انتقال ہوگیا---

حضرت منصور فرماتے ہیں کہ میں اس پر بہت رویا اور لوگوں کو خبر دینے گیا تاکہ اس کی تجہیز وتکفین کریں، پھر جو وہاں واپس لوٹا تو اس کو نہ پایا، حیران ہوا، غیب سے آواز آئی کہ اے منصور! تو حیران نہ ہو کہ اگر چہ تو نے اس کو اس کے ملک اور مال سے نکال دیا تھا، مگر میں نے اس کو اپنی رحمت میں داخل کرلیا ہے۔ ہاتف غیبی سے میں نے پوچھا کہ بادشاہ کی میت اب کہاں ہے؟ تو غیب سے آواز آئی کہ مقعد صدق (ایک خاص مقام ہے برگزیدہ لوگوں کا) میں، قدرت والے بادشاہ کے پاس---

فرصت عبادت

اے میرے بھائیو! دنیا مقام عبرت ہے، اپنے خدا کو یاد کرو اور شب براءت میں اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ مگر بعض دوست کہتے ہیں کہ ہمیں تو اتنی فرصت ہی نہیں ملتی۔ مطلب یہ کہ دنیا کے لیے تو فرصت ہی فرصت ہے، مگر دین کے لیے فرصت نہیں ہے۔ اس فرصت پر مجھے ایک واقعہ یاد آگیا:

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دادا مرشد، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ماموں اور پیر، حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس فقر وعشق کے کوچہ میں آنے سے پہلے ایک بہت بڑے تاجر تھے اور ہر وقت کاروبار میں مصروف رہتے تھے، یہاں تک کہ نماز بھی نہیں پڑھ سکتے تھے۔ لوگوں نے بہت سمجھایا کہ بھائی نماز پڑھ لیا کرو، لیکن سب کو یہی جواب دیتے تھے کہ میاں مجھے فرصت ہی کہاں ہے۔ اس زمانہ میں کسی مسجد میں ایک خستہ حال درویش رہتے تھے، لوگوں نے ان سے جاکر کہا کہ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جاکر تنبیہ کرو کہ نماز پڑھا کرے۔ بھائیو! دیکھو اس زمانے میں لوگوں کو ایک دوسرے کی بھلائی اور فلاح کی کس قدر فکر رہتی تھی اور آج یہ بھی زمانہ ہے کہ بعض نیک بھی کہتے ہیں کہ چلو جی ہمیں کیا پڑی ہے کہ دوسرے کو سمجھائیں، ہم تو خود پڑھ رہے ہیں، مگر دوستو! یاد رکھو کہ کہنا

اور سمجھانا بھی ضروری ہے، چاہے کوئی نہ مانے مگر آپ کا اپنا فرض تو ادا ہو جائے گا۔ لوگوں کی التجا پر وہ بزرگ سری سقطی کی دکان پر گئے اور ان سے فرمایا کہ میاں نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ انہوں نے حسب معمول جواب دیا کہ میرے پاس وقت ہی کہاں ہے۔ یہ جواب سن کر وہ بزرگ دکان کے اندر غور سے ادھر ادھر دیکھنے لگے، سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت کیا، کہ کیا دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم قضائے حاجت کہاں کرتے ہو۔ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا، یہ تو دکان ہے، قضائے حاجت تو بیت الخلاء میں کرتا ہوں۔ بزرگ نے فرمایا، اچھا تو تمہارے دل میں نماز سے بیت الخلاء جانے کی زیادہ وقعت ہے، یہ فرمایا اور سری سقطی کے دل کی طرف بھی کچھ توجہ فرمائی، بس کیا تھا کہ سری سقطی پر گریہ طاری ہو گیا اور ان (بزرگ) کے قدموں پر گر پڑے اور سارا سامان لٹا کر اس بزرگ سے بیعت کی اور بڑے بڑے مقامات حاصل کیے۔ ایک تو وہ سری سقطی تھے کہ کوئی نہیں جانتا تھا، لیکن ایک وہ سری سقطی ہوئے کہ دنیا بھر میں پیشوائے اہل طریقت مشہور ہو گئے---

بھائیو! معلوم ہے کہ وہ بزرگ کون تھے؟ وہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ عبادت میں کامل میں نے کسی کو نہیں دیکھا، سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے میرا نفس شہد مانگتا ہے، میں نے اس کو شہد نہیں دی اور دن میں کئی بار شیشہ دیکھتا ہوں کہ شامت اعمال سے میرا منہ سیاہ تو نہیں ہو گیا---

ہاں تو بات ہو رہی تھی فرصت کی، بھائیو! اس دنیا میں فرصت کب ملے گی؟ دنیاوی کاموں سے فارغ ہو کر عبادت کے لیے وقت نکالو۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۵۲۹ پر فرماتے ہیں:

وَ كَمْ مِنْ كَفَنٍ مَغْسُوْلٍ وَ صَاحِبُهٗ فِي السُّوْقِ مَشْغُوْلٌ

''اس رات کئی کفن دھل گئے اور کفن والا بے خبر بازار میں پھر رہا ہے''---

وَ كَمْ مِنْ قَبْرٍ مَحْفُوْرٍ وَ صَاحِبُهٗ بِالسُّرُوْرِ مَغْرُوْرٌ

''اس رات کئی قبریں کھد گئیں اور قبر والا اپنے عیش و سرور میں مست ہے''---

وَ كَمْ مِنْ مَنْزِلٍ كَمُلَ بِنَاؤُهٗ وَ صَاحِبُهٗ قَدْ زَفَّ فَنَاؤُهٗ

''اس رات کئی مکان بن گئے اور مکان والے کی موت قریب آ گئی''---

وَ كَمْ مِنْ عَبْدٍ يَرْجُوْ الْمُلْكَ وَ يَبْدُوْا اَلَــهُ الْهَلَكَ

''اس رات کئی آدمی ملک چاہتے ہیں اور تباہی و ہلاکت ان کے لیے ظاہر ہو جاتی ہے''---

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اسی شب براءت کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ شعبان کی پندرھویں رات کو کئی لوگ سفر میں نکلتے ہیں اور ادھر ان کا نام دفتر حیات سے کاٹ دیا جاتا ہے اور کئی لوگ شادی کرتے ہیں اور ان کا نام مُردوں کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے---

بھائیو! کس قدر نازک اور اہم رات ہے کہ آدمی اپنی بقیہ عمر کے لیے سامان مہیا کرتا ہے، مگر اس رات کئی ایسے لوگوں کی موت کا اعلان ہو جاتا ہے:

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں

شہر خموشاں

بھائیو! اس زندگی کی قدر کرو، ورنہ بعد میں پچھتانا ہوگا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح صدور میں حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے بحوالہ محدث حاکم اور بیہقی نقل کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان میں داخل ہوئے، تو حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اونچی آواز سے کہا:

یا اھل القبور السلام علیکم و رحمة اللّٰہ---

''اے قبرستان والو! تم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو''---

کیا تم ہمیں اپنی خبریں سناؤ گے یا کہ ہم تم کو تمہارے پیچھے کی خبریں سنائیں۔ راوی حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا کوئی کہہ رہا تھا:

و علیک السلام و رحمة اللّٰہ و بر کاته یا امیر المؤمنین---

''اے امیر المؤمنین! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں''---

آپ ہم کو ہمارے بعد کی خبریں سناؤ کہ ہماری موت کے بعد کیا ہوا؟ تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تمہاری بیویوں نے تمہارے بعد نئی شادیاں کر لی ہیں، تمہارے مال سودہ بانٹ لیے گئے ہیں، اولاد تمہاری یتیموں کے زمرہ (ٹولے) میں شمار ہونے لگی ہے اور وہ مکان جو تم نے بنائے تھے، ان میں تمہارے دشمن بستے ہیں''---

یہ خبریں تو ہمارے پاس تھیں اب تم اپنی خبریں سناؤ؟ تو ایک میت نے جواب دیا:

''ہمارے کفن پھٹ گئے ہیں اور ہمارے بال بکھر گئے ہیں، ہمارے چمڑے

کٹ گئے ہیں، ہماری پتلیاں آنکھوں سے رخساروں پر بہہ آئی ہیں، ہمارے نتھنوں سے پیپ بہنے لگا ہے، جو نیک اعمال ہم نے کمائے تھے اور جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کیا تھا، اس کو یہاں پالیا ہے اور جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے تھے، اس پر ہمیں افسوس ہے اور ہم اپنے اعمال میں رہن اور گروی ہیں"--- [شرح صدور، ۱۴۰]

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

گزر ناگاہ ہوا میرا جب شہر خموشاں میں
عجب نقشہ نظر آیا وہاں شاہانِ عالم کا
کہیں آئینہ زانوئے سکندر کا شکستہ تھا
کہیں ٹوٹا پڑا تھا خاک میں سر کاسئہ جم کا

شہر خموشاں سے مراد شاعر کی قبرستان ہے اور جم سے مراد جمشید ہے، جس نے ایک ایسا پیالہ بنایا تھا، جس میں تمام جہاں نظر آتا تھا۔ جام جم مشہور ہے۔ تو عرض یہ ہے کہ مسلمانو! عمر عزیز کی قدر کرو اور خدا کو یاد کرو، کیا کوئی ہے جو خدا کی عبادت سے بے نیاز ہو، دیکھو سردار دو جہاں ﷺ اس مہینہ شعبان میں اکثر روزے رکھتے تھے---

حضور ﷺ اور شعبان المعظم

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ:

كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ وَ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا---

[مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۱۷۰]

"حضور ﷺ شعبان شریف میں کبھی سارا مہینہ ہی روزہ رکھتے اور کبھی زیادہ دنوں میں روزہ رکھتے اور کبھی روزہ چھوڑ دیتے"---

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"رمضان اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے"---

تو اس مہینہ شعبان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص نسبت ہے، غنیۃ الطالبین میں ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات (یہ رات شب براءت کی تھی) رسول اللہ ﷺ میری چادر سے باہر نکلے اور اس چادر کا تانا بکری کے بالوں کا تھا اور بانا اونٹ کے بالوں کا اور آپ نے بہت حمد وثنا کی، میں نے دیکھا کہ آپ کبھی کھڑے ہوتے اور کبھی بیٹھتے تھے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی، اس سے آپ کے دونوں پاؤں میں ورم

آ گیا، یعنی سوج گئے اور میں ان پر پھونک مارتی تھی اور کہتی تھی کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے ہیں، پھر اس قدر زاری کیوں فرماتے ہیں؟ فرمایا:

''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''---

تو دیکھا آپ نے کہ کون بے نیاز ہے اللہ کی عبادت سے؟---

شب براءت کے بعض اعمال

ہمیں اس رات کو کیا کرنا چاہیے؟ اس رات میں بزرگوں سے ایک خاص نماز منقول ہے، جس کو صلوٰۃ خیر کہتے ہیں۔ سو رکعت نماز نفل، نفلوں کی نیت سے پڑھے جائیں اور ہر رکعت میں دس مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد پڑھے تا کہ کل ہزار بار ہو جائے۔ علامہ زمخشری نے روایت نقل کی ہے کہ جو کوئی مرد یا عورت اس نماز کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ سو فرشتوں کو بھیج دیتا ہے، جن میں سے تیس اس کو جنت کی خوش خبری سناتے ہیں اور تیس اس کو آگ کے عذاب سے بچاتے ہیں اور تیس اس کو دنیاوی آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور دس اس کو شیطان کے فریب سے دور کرتے ہیں---[تفسیر جمل شریف، جلد۴، صفحہ۱۱۶]

❁ غنیۃ الطالبین میں ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ تیس صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں کہ جو آدمی شب براءت میں اس نماز کو ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر نظریں ڈالتا ہے اور ہر ایک نظر میں اس کی ستر حاجتیں پوری کرتا ہے، ان حاجتوں میں کم درجہ کی حاجت یہ ہوتی ہے کہ اس کی بخشش ہو جاتی ہے، کم از کم اس رات نماز نفل دو رکعت ہے۔ ویسے بیس رکعت بھی ہے، تیس رکعت بھی اور پچاس بھی، کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد صرف ایک بار قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھے، جس قدر ہو سکے اللہ کی عبادت کرے، اس رات شام کے بعد جس وقت چاہے پڑھ سکتا ہے، مگر بہتر وقت سحری کا ہے اور اس رات قبرستان جانا بھی سنت ہے، نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ جیسے کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور ﷺ اس رات خود قبرستان تشریف لے گئے تھے اور مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر اٹھارہ ہزار جہان روشن ہو گئے تھے، آپ اس نعمت کے شکرانہ میں شب براءت کو سو رکعت نماز طریقۂ مذکورہ کے ساتھ عشاء کے بعد پڑھا کرتے تھے---

❁ بزرگوں نے لکھا ہے کہ جو مرد یا عورت اس رات میں چار رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں پچاس مرتبہ سورۃ اخلاص یعنی قُلْ ھُوَ اللّٰہ پڑھے اور دن کو روزہ رکھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سالوں کے گناہ معاف فرما دیتا ہے---

❁ اسی رات آٹھ رکعت نماز اکٹھے ایک ہی دفعہ، ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھے، ہر رکعت میں بعد الحمد کے گیارہ، گیارہ بار قُلْ ھُوَ اللّٰہ پڑھے اور پھر ان نفلوں کا ثواب حضرت خاتون جنت بی بی فاطمۃ الزہرا علٰی ابیھا و علیھا الصلوٰۃ و السلام کی بارگاہ میں ہدیہ پیش کرے، تو خود حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جنت میں قدم نہ رکھوں گی جب تک نفل پڑھنے والے (یا والی) کی شفاعت نہ کرلوں---

❁ ۱۴ر شعبان کو بعد نماز عصر اور قبل از غروب آفتاب قبلہ رو کھڑے ہو کر چالیس مرتبہ لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ العلیّ العظیم پڑھے اور بعد از نماز مغرب غسل کر کے دو رکعت تحیۃ الوضوء اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص یعنی قُلْ ھُوَ اللّٰہ شریف تین بار پڑھے، پھر اس کے بعد آٹھ رکعت نفل پڑھے، اس طرح کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ ایک بار اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے، پھر بعد نماز عشاء یا نصف رات میں جس قدر ممکن ہو، نوافل پڑھے اور آنکھوں میں سرمہ لگائے تا کہ دکھنے سے محفوظ رہیں اور دو دو نفل کر کے پڑھنا چاہیے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین بار یا پانچ بار یا سات بار یا گیارہ بار یا پچیس بار یا پچاس بار یا سو بار یا ہر رکعت میں پانچ سو بار، تا کہ دونوں رکعتوں میں سورۂ اخلاص ایک ہزار مرتبہ ہو جائے اور یہ تسبیح سے بھی پڑھ سکتا ہے، اگر زیادہ دیر کھڑا نہ ہو سکے تو نیت کھڑے ہو کر باندھے، پھر بیٹھ کر ہی پوری کر سکتا ہے، مگر جتنا بآسانی پڑھ سکتا ہے، اتنا ہی پڑھے اور صبح کو روزہ ضرور بھی رکھے کہ بڑی فضیلت آئی ہے۔

غرضیکہ یہ رات بڑی بابرکت ہے، اس کو شب برات اس لیے کہتے ہیں کہ شب کے معنی رات اور براءت کے معنی رہائی اور چھٹکارہ ہیں۔ تو یہ رات رہائی کی رات ہے، اس رات میں زم زم شریف کے کنویں میں پانی بڑھایا جاتا ہے، اس رات حق تعالیٰ کی رحمتیں بہت زیادہ اترتی ہیں--- [تفسیر روح البیان، سورہ الدخان]

آتش بازی

اس رات کو گناہ میں گزارنا بڑی محرومی کی بات ہے، آتش بازی کے متعلق مشہور یہ ہے کہ یہ نمرود بادشاہ کی ایجاد ہے، جب کہ اس نے حضرت ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گلزار ہوگئی تو اس کے آدمیوں نے آگ کے انار بھر کر اس میں آگ لگا کر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف پھینکی۔ مسلمانوں نے یہ رسم ہندوؤں سے سیکھی ہے،

اس بے ہودہ اور حرام کام سے بچو، اپنے بچوں اور قرابت داروں کو روکو اور جہاں آوارہ بچے کھیل رہے ہوں، وہاں تماشہ کے لیے بھی نہ جاؤ۔ شرعاً آتش بازی؛ پٹاخے وغیرہ بنانا، اس کا بیچنا، اس کا خریدنا اور خریدوانا، اس کا چلانا اور چلوانا سب حرام ہے---

جادو سے حفاظت کا عمل

اگر اس رات کو سات پتے بیری کے درخت کے پانی میں جوش دے کر غسل کرے تو ان شاء اللہ العزیز تمام سال جادو کے اثر سے محفوظ رہے گا---

محرومین مغفرت

محرومین مغفرت کی تعداد میں اختلاف ہے، لیکن صحیح تعداد چودہ ہے، جو اس رات میں خدا کی رحمت و مغفرت سے محروم رہتے ہیں:

(۱)......مشرک--- (۲)......کینہ ور، جس نے دنیاوی بغض و عناد کی وجہ کسی مسلمان سے ملاقات اور سلام علیکم بند کر دی ہو--- (۳)......جادوگر--- (۴)......منجم--- (۵)......بخیل--- (۶)......ماں باپ کو تکلیف دینے والا--- (۷)......شرابی--- (۸)......قاطع رحم یعنی متعلقین اور قریبی رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنے والا--- (۹)......فاعل و مفعول یعنی فعل لوطی کرنے والا--- (۱۰)......عشار، عشر وصول کرنے میں سختی کرنے والا--- (۱۱)......جلاد--- (۱۲)......بادشاہوں کا نقیب، یعنی چپڑاسی جو لوگوں پر ظلم کرتا ہو--- (۱۳)......شطرنج اور تاش کھیلنے والا--- (۱۴)......ڈھولک یا طبلہ بجانے والا (یا والی)---

یاد رہے کہ اس رات ان لوگوں کا نہ بخشا جانا اس وقت ہے، جب کہ یہ اپنے کاموں سے باز نہ آئیں اور توبہ نہ کریں اور اگر توبہ و استغفار کر لیں تو بخشش ہو جاتی ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں ہے:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ---

''یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں''---

اگر خدانخواستہ اپنے اندر ان خرابیوں اور گناہوں میں سے کوئی گناہ پائیں، تو فوراً تائب ہو جائیں اور اس مبارک رات میں استغفار کریں---

و ما علینا الا البلاغ المبین ۞ و اللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم



پہلی قسط

ماہِ رمضان اور اسوۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

افادات: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

انتخاب و تسہیل: سید محمد عبدالرحمٰن بخاری

نسبتِ مصطفیٰ ﷺ

حضور سید عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس تمام فضائل و کمالات کا سرچشمہ ہے---آپ ﷺ کو یہ کمالات اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے براہِ راست عطا فرمائے ہیں---کسی دوسری چیز کے ذریعہ آپ ﷺ کو شرف حاصل نہیں ہوا، بلکہ دوسری تمام مخلوقات نے آپ ﷺ سے شرف پایا ہے---اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے، تا کہ اس کو فضیلت دے، جیسا کہ آپ ﷺ کی ولادت پاک کے لیے ماہ رمضان کی بجائے ربیع الاوّل کو اور جمعہ کی بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کی بجائے آپ ﷺ کی جائے ولادت کو مشرف فرمایا---پس ہر فضیلت، ہر اچھائی، ہر خوبی، ہر کمال اور ہر شرف سید عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عطا سے ہے---رب جل جلالہ دینے والا اور حبیب ﷺ تقسیم کرنے والے ہیں---ہر بھلائی، ہر نعمت، ہر مراد، روزِ اوّل سے رہتی دنیا اور ابدالاباد تک جس کو ملی، ملتی ہے یا ملے گی، سب

حضور اقدس ﷺ کے دست اقدس اور خوان نعمت کا صدقہ ہے--- آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کے ذریعے کوئی نعمت، کوئی مراد، کسی کو ملی، نہ کبھی ملے گی--- خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے اور فضیلتیں ساری آپ ﷺ کے صدقے اتارتا ہے اور آپ ﷺ کے ذریعہ بانٹتا ہے--- ماہ رمضان کی سب فضیلتیں، سب برکتیں آپ ﷺ کا صدقہ اور فیضان ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۳، صفحہ ۲۰۸، ۲۴۷]

ہلال رمضان

- ۲۹ رشعبان کو غروب آفتاب کے بعد ہلال رمضان کی تلاش فرض کفایہ ہے--- فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ تلاش کریں اور وہ ایسے ہوں جو شرعاً معتبر ہیں تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو گیا، لیکن کوئی بھی تلاش نہ کرے تو سب گنہ گار ہوں گے اور ہلال رمضان کی تلاش فرض اس لیے کی گئی ہے کہ یہ فرض (روزہ) تک پہنچنے کا وسیلہ ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۴۵۰]
- جوں ہی چاند پر نظر پڑے فوراً جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ ایسے لوگوں کو دکھا دیں جن کی گواہی کافی ہو--- خاص کر ایسے حالات میں جب کہ مطلع صاف نہ ہو اور دفعۃً ابر ہٹنے سے چاند نظر آئے تو فوراً جلدی کر کے ایسے قابل اعتماد مسلمانوں کو دکھا دے جن کی گواہیاں کفایت کر جائیں--- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے امور میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، پھر چاند دیکھنا تو شرعی ذمہ داری ہے اور ایسا معاملہ ہے جس میں گواہوں کی کثرت بہر حال بہتر ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۴۵۷]
- جن لوگوں کو چاند نظر آئے ان پر لازم ہے کہ گواہی دینے میں تاخیر نہ کریں تاکہ چاند کے بارے میں صحیح فیصلہ ہو سکے--- جو شخص بلا عذر گواہی دینے میں تاخیر کرے اور بعد میں کہے کہ میں نے چاند دیکھا تھا، اب اس کی گواہی مردود ہو گی---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۴۵۶]
- حضور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں چاند دیکھنے کے جو آداب ملتے ہیں ان کو پوری طرح ملحوظ رکھیں اور ان پر عمل کریں--- مثلاً یہ کہ:

چاند دیکھ کر اس کی طرف اشارہ نہ کریں کہ ایسا کرنا جاہلیت کے طریقوں میں سے ہے اور چاند دیکھنے کے بعد منہ پھیر کر مسنون دعا مانگیں--- حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو اپنا منہ اس کی طرف سے ہٹا کر دعا مانگتے---[ابوداؤد، جلد ۲، صفحہ ۳۳۹]

- احادیث طیبہ میں رویت ہلال کی بہت سی دعائیں آئی ہیں--- چند دعائیں یہاں پیش کی جا رہی ہیں:

۱ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذَا الشَّھْرِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ الْقَدْرِ وَ مِنْ شَرِّ یَوْمِ الْمَحْشَرِ ---[مسند امام احمد، جلد ۵، صفحہ ۳۲۹]

''اے اللہ میں تجھ سے اس مہینے کی خیر مانگتا ہوں اور شر تقدیر اور شر قیامت سے تیری پناہ چاہتا ہوں''---

۲ اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَ الْاِیْمَانِ وَ السَّلَامَۃِ وَ السَّلَامِ وَ السَّکِیْنَۃِ وَ الْعَافِیَۃِ وَ الرِّزْقِ الْحَسَنِ وَ التَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی، رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ ---[ترمذی، ابن حبان، عمل الیوم و اللیلۃ]

''اے اللہ! اس چاند کو ہم پر برکت، ایمان، سلامتی اور امن والا بنادے---ہم پر سکون، عافیت اور رزق حسن اتار اور اس چیز کی توفیق دے جس میں تیری پسند اور رضا ہو---اے چاند! میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے''---

۳ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذَا الشَّھْرِ وَ خَیْرِ الْقَدْرِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ ---[معجم کبیر، جلد ۴، صفحہ ۲۷۶]

''اے اللہ میں تجھ سے اس مہینے کی اور تقدیر کی خیر مانگتا ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں''---

۴ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذَا الشَّھْرِ وَ نُوْرِہٖ وَ ھُدَاہُ وَ طُھُوْرِہٖ وَ مُعَافَاتِہٖ ---[عمل الیوم و اللیلۃ]

''اے اللہ! میں تجھ سے اس ماہ کی خیر، اس کا نور، اس کی برکت، اس کی ہدایت، اس کی طہارت اور عافیت مانگتا ہوں''---

۵ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا خَیْرَہٗ وَ نَصْرَہٗ وَ بَرَکَتَہٗ وَ فَتْحَہٗ وَ نُوْرَہٗ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَ شَرِّ مَا بَعْدَہٗ ---[مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۱۰، صفحہ ۳۹۹]

''اے اللہ! ہمیں اس ماہ کی خیر، اس کی مدد، برکت، رحمت، اس کی فتح اور نور عطا فرما اور ہم اس کے شر سے اور اس کے مابعد کے شر سے تیری پناہ ڈھونڈتے ہیں''---

۶ ھِلَالُ خَیْرٍ وَّ رُشْدٍ آمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ---

[سنن ابی داؤد، جلد ۲، صفحہ ۳۳۹]

''اے رشد و بھلائی کے چاند! میں تیرے پیدا کرنے والے پر ایمان رکھتا ہوں''---

● جب رمضان یا عید کا چاند نظر آنے کا شرعی ثبوت مل جائے اور سرکاری طور پر باقاعدہ اس کا اعلان ہو جائے تو اب عوام، شہروں اور محلوں میں خوشی منانے کے لیے آتش بازی اور ہوائی فائر وغیرہ کر سکتے ہیں--- عام طور پر آتش بازی وغیرہ اس لیے ناجائز ہے کہ اس میں مال ضائع ہوتا ہے، جب کہ یہاں ایک اچھے کام اور نیت صالحہ کے ساتھ ایسا کیا جا رہا ہے، لہٰذا مستحسن فعل ہے--- [فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۴۵۷]

روزہ، اسلامی فریضہ

● رمضان کا روزہ ہر بالغ مسلمان پر فرض عین ہے، یہ دین کے بنیادی ارکان میں سے ہے--- قرآن میں اگر چہ فرضیتِ روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ ہے لیکن عبارۃً اور اشارۃً اس کی فضیلت کئی دوسرے مواقع پر بھی ظاہر فرمائی گئی ہے، چناں چہ سورہ بقرہ میں روزہ کی فرضیت یوں بیان کی گئی:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَۙ﴾---

اور سورہ توبہ میں اہل ایمان مردوں کے اوصاف یوں بیان کیے گئے:

﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ﴾---

"توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے"---

اور سورہ تحریم میں مسلمان عورتوں کے متعلق فرمایا:

﴿تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ﴾---

"توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں"---

ان آیات میں 'السائح' کا معنی روزہ رکھنے والا ہے---

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۶۵، باب الزکوٰۃ]

● نبی کریم ﷺ کی بہت سی احادیث مبارکہ میں روزہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے--- ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اسلام اور دین کی بنیاد تین چیزیں ہیں، جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے، اگر کسی نے ان میں سے ایک کو ترک کر دیا تو وہ کافر ہوگا اور اس کا خون مباح ہوگا، ان میں سے ایک کلمہ توحید کی شہادت، دوسری نماز فرض اور تیسری ماہ رمضان کا روزہ"---

ابو یعلی اور منذری کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"جو شخص ان تین ارکان میں سے کسی کو بجا نہ لایا، وہ خدا کا منکر ہے، اس کا کوئی نفل وفرض قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کا خون و مال مباح ہوگا"---

[مسند ابو یعلی، جلد ۳، صفحہ ۱۳]

ایک اور حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ سے یہ بھی منقول ہے:

اَرْبَعٌ فَرَضَھُنَّ اللّٰہُ فِی الْاِسْلَامِ فَمَنْ جَاءَ بِثَلَاثٍ لَمْ یُغْنِیْنَ عَنْہُ شَیْئًا حَتّٰی یَأْتِیَ بِھِنَّ جَمِیْعًا، اَلصَّلٰوۃُ وَ الزَّکٰوۃُ وَ صِیَامُ رَمَضَانَ وَ حَجُّ الْبَیْتِ---[مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۴، صفحہ ۲۰۱]

"اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں، اگر کوئی شخص ان میں سے تین چیزیں انجام دیتا رہے تو وہ اس کے کسی کام نہیں آئیں گی، یہاں تک کہ چاروں چیزوں کو اپنائے، وہ یہ ہیں، نماز، روزہ، رمضان اور حج کعبہ"---

- روزہ ایک عبادت بھی اور جسمانی صحت کا ذریعہ بھی---حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اُغْزُوْا تَغْنَمُوْا وَ صُوْمُوْا تَصِحُّوْا وَ سَافِرُوْا تَسْتَغْنُوْا---

[مجمع الزوائد، جلد ۵، صفحہ ۳۲۴]

"جہاد کرو! مال غنیمت پاؤ، روزہ رکھو! تن درستی حاصل کرو اور سفر کرو! نفع کماؤ اور غنا پاؤ"---

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ روزہ انسان کے لیے جسمانی صحت اور روحانی تن درستی کا ذریعہ ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۳۳۲]

- حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزہ فرض ہے، البتہ اگر روزہ رکھنے سے خود کو یا بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور یہ اندیشہ ظن غالب کے ساتھ ہو تو ایسی صورت میں روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۵۹۷]

ایک غلط خیال

- بعض لوگوں کا ایک عجیب گمان ہے کہ حافظ قرآن کو اگر تراویح میں قرآن پاک سنانے اور دن کو دَور کرنے کی وجہ سے ضعف اور کمزوری لاحق ہوتی ہو تو اس کے لیے روزہ معاف ہے، اسی طرح کچھ دوسرے کاموں کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے، یہ بہت ہی گھٹیا اور باطل خیال ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تراویح میں قرآن پاک پڑھنا روزہ رکھنے سے مانع نہیں،

پوری دنیا میں ہزار ہا حفاظ قرآن جن میں بوڑھے، بچے اور کمزور شامل ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قرآن پاک سناتے ہیں، صدیوں سے یہ معمول چلا آرہا ہے اور کبھی کسی کو نقصان وہ نہیں ہوا اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیوں کہ روزہ خود صحت ہے اور قرآن پاک سراپا شفا--- جس کا اعتقاد صحیح ہو، اسے روزہ اور قرآن دونوں سے نفع حاصل ہوگا--- قرآن حکیم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾---

''ہم نے قرآن نازل کیا جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے''---

اور روزہ کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صُوْمُوْا تَصِحُّوْا---

''روزہ رکھو اور صحت پاؤ''---

[مجمع الزوائد، جلد۵، صفحہ۳۴۴/ الجامع الصغیر، جلد۲، صفحہ۹۵]

بناہ بریں کسی طرح بھی یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ تراویح میں قرآن پڑھنا یا کوئی اور دینی کام کرنا، روزہ رکھنے سے مانع ہو، یہ صرف عذر باطل اور کم ہمتی ہے---

پھر یہ ہے کہ بالفرض اگر قرآن پاک پڑھنا کسی شخص کو اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ اسے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہتی تو اس صورت میں اس کے لیے قرآن پاک پڑھنا، نہ سنت ہے نہ باعث ثواب، بلکہ موجب گناہ ہے کیوں کہ شریعت اسلامی کا مطلق اصول ہے کہ جو بھی عمل روزہ رکھنے سے کمزور کر دے یا مانع ہو، وہ جائز نہیں--- یہی وجہ ہے کہ ائمہ دین نے کہا ہے کہ اگر روزہ کی وجہ سے کوئی شخص اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ نماز میں قیام کی طاقت نہیں رکھتا تو بھی اس کے لیے رمضان کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں، بلکہ روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر ادا کرے--- [درمختار، جلد۱، صفحہ۱۵۲]

سبحان اللہ! روزہ کی اہمیت کتنی زیادہ ہے کہ اس کی خاطر نماز میں قیام ساقط ہو جاتا ہے، حالاں کہ نماز میں قیام فرض ہے، تو کہاں یہ کہ ایسے کسی عمل کی خاطر روزہ چھوڑنے کی اجازت دی جائے جس عمل کو خود روزے کی وجہ سے چھوڑا جا سکتا ہو، جیسے کوئی سنت یا مستحب عمل--- اور تراویح میں ختم قرآن بھی تو زیادہ سے زیادہ سنت ہی ہے، اس سے بڑھ کر نہیں بلکہ یہ تو سنت عین بھی نہیں، سنت کفایہ ہے اور سنت کفایہ کا درجہ سنت عین سے بھی مؤخر ہوتا ہے جب کہ ماہ رمضان کا روزہ فرض عین ہے اور فرضِ عین، فرضِ کفایہ پر بھی مقدم ہوتا ہے--- اب یہ کتنا بڑا ظلم اور کیسی بے وقوفی ہے کہ سنت کفایہ کی خاطر فرضِ عین چھوڑ دیا جائے اور فرضِ عین بھی وہ جس کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر کسی نے بیماری یا دوسرے شرعی عذر کے بغیر ماہِ رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو بعد میں ساری عمر روزے رکھتا رہے، پھر بھی اس ایک روزے کا بدل نہیں ہو سکتا''---[صحیح بخاری]

ترتیب عبادت

اس موقع پر حضرت سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی یہ نفس نفیس تحقیق پیش کرنا انتہائی فائدہ بخش ہے، فتوح الغیب کے مقالہ 'ترتیب عبادات' میں آپ فرماتے ہیں:

''مومن کو چاہیے کہ وہ فرض عبادات کو انجام دے، جن کے ترک سے وہ گنہ گار ہوتا ہے---جب ان فرائض کو ادا کر چکے تو پھر سنن میں مشغول ہو جن کا ترک عتاب کا سبب ہے اور سنن سے فراغت کے بعد نفلی عبادات کی طرف متوجہ ہو---اگر فرائض کی ادائیگی سے پہلے ہی سنن اور نوافل میں مشغول ہو گیا تو وہ باطل اور رائیگاں ہوں گے---حقیقت یہ ہے کہ نفلی عبادات میں مشغول ہو کر فرائض کو ضائع کر دینا آدمی کے لیے باعث ہلاکت ہے---یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے قرض خواہ کو ہدیہ دے دے مگر اس کا قرض ادا نہ کرے---ایسا ہدیہ بارگاہِ الٰہی میں نامقبول ہے''---

- بناء بریں اگر کوئی حافظ قرآن تراویح پڑھ رہا ہو اور اس خیال سے روزے نہ رکھتا ہو کہ روزہ اسے کمزور کر دے گا تو لوگوں کو چاہیے کہ اس کو تراویح کی امامت سے ہٹا دیں کیوں کہ غالب گمان یہ ہے کہ وہ حافظ انتہائی درجہ کم ہمت اور امور دینیہ کے معاملے میں بدذوق ہے اور وہ تراویح میں قرآن پاک محض ریاکاری کے لیے پڑھا رہا ہے---ایسے شخص سے قرآن پڑھوانا گناہِ عظیم ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد۱۰، صفحہ۳۴۴]

روزہ ایک شرعی عمل ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی صبح سے لے کر شام تک عبادت کی نیت سے کھانے، پینے اور ہم بستری سے باز رہے اور یہ شرعی عمل اپنے اندر بہت سے جسمانی فوائد لیے ہوئے ہے---روزہ انسان کو صحت مند بناتا ہے، اس کی بیماریاں دور کرتا ہے، اس کے جسم اور روح دونوں کو فائدہ پہنچاتا ہے---حضور پرنور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صُوْمُوْا تَصِحُّوْا--- ''روزہ رکھو، تن درست ہو جاؤ گے''---

اخلاص

روزہ کی نیت خالص ہونی چاہیے---روزہ کے فائدے بہت سے ہیں لیکن روزہ رکھتے وقت ان فائدوں کی نیت نہ ہو---مثلاً روزے کے بارے میں حدیث ہے:

صُوْمُوْا تَصِحُّوْا--- ''روزہ رکھو، تن درست ہو جاؤ گے''---

تو یہ نہیں ہوسکتا کہ روزہ تن درستی کی نیت سے رکھا جائے بلکہ روزہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگا اور تن درستی کی منفعت اس سے تبعاً حاصل ہوگی--- [ملفوظات، حصہ اوّل، صفحہ ۳۵]

رزق حرام

اگر کسی شخص کا کھانا، پینا اور پہننا اوڑھنا سب حرام ہو اور وہ حرام کھانا کھا کر روزہ رکھے اور حرام چیز سے افطار کرے تو ظاہری طور پر اس سے روزے کا فرض ساقط ہو جائے گا، کیوں کہ سحری کھانا یا افطار کرنا روزے کی حقیقت میں داخل نہیں اور نہ اس کی شرائط میں سے ہیں لیکن حرام کھانے کا گناہ اس کے ذمہ الگ سے عائد ہوگا--- [فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۳۳۱]

مسافر

مسافر اپنے گھر سے تین منزل یا اس سے زیادہ فاصلے کا ارادہ کر کے چلے تو خواہ سفر کی نیت اچھی یا بری، جو بھی ہو وہ مسافر ہے اور ایسے شخص کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے، اس دن کا روزہ ناغہ کرنا اور پھر کبھی اس کی قضا رکھ لینا جائز ہے--- تاہم سفر میں روزہ اگر اسے یا اس کے رفیق سفر کو نقصان نہ پہنچائے تو پھر روزہ رکھنا ہی بہتر ہے--- درمختار میں ہے:

وَ يُنْدَبُ الصَّوْمُ اِنْ لَّمْ يَضُرُّهٗ--- [درمختار، جلد ۱، صفحہ ۱۵۴]

"اگر مسافر کو روزہ تکلیف نہ دے تو روزہ رکھنا مستحب ہے"---

احترام رمضان

جو آدمی کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے، اسے بھی ماہِ رمضان کے احترام میں دن بھر روزہ دار کی طرح رہنا واجب ہے--- اور اگر مجبوراً کچھ کھانا پینا ہو تو حتی الوسع چھپا کر کھائے پیے---

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۸، صفحہ ۵۱۹، ۵۹۵]

سحر و افطار

- حضور سرورِ کائنات ﷺ کا معمول مبارک اور عادتِ مستمرہ یہی تھی کہ آپ ﷺ تاخیر سے سحری تناول فرمایا کرتے، اس لیے تمام مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہو سنت کی پیروی میں سحر کا کھانا تاخیر سے کھانا چاہیے، تاہم ایسی دیر نہ ہو کہ صبح کا شک پڑ جائے---

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۶۲۷]

- سحری کھانے میں تاخیر مستحب و مسنون ہے، احادیث صحیحہ میں حضور ﷺ نے تعجیل افطار اور تاخیر سحور کا حکم ارشاد فرمایا--- ارشاد گرامی ہے:

"میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی، جب تک افطار میں جلدی اور سحر میں دیر

کرے گی"---[صحیح بخاری، جلد۱، صفحہ۲۶۳]

سحری میں تاخیر کا معنی یہ ہے کہ اس وقت تک کھائے جب تک طلوع فجر کا ظن غالب نہ ہو---آیہ کریمہ:

﴿حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ﴾---

"حتی کہ سفید ڈورا تمہارے لیے خوب ظاہر ہو جائے"---

کا یہی منشا ہے---

- رمضان میں سحری کے وقت سونے والوں کو جگانے کے لیے اور سحری کا وقت ختم ہونے کا اعلان کرنے کے لیے نقارہ وغیرہ کوئی معروف طریقہ اختیار کرنا جائز بلکہ مناسب ہے---

[فتاوی رضویہ، جلد۱۰، صفحہ۶۲۵]

افطار میں جلدی

- روزہ افطار کرنے میں تعجیل یعنی جلدی کرنا مستحب ہے---حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی، جب تک افطار میں جلدی اور سحر میں دیر کرے گی"---[صحیح بخاری، جلد۱، صفحہ۲۶۳]

- تعجیل افطار کا معنی یہ ہے کہ جب غروبِ آفتاب پر یقین ہو جائے، فوراً افطار کر لے، وہم اور وسوسہ میں نہ پڑے اور نہ بلا وجہ رافضیوں کی طرح شب کا ایک حصہ داخل ہونے کا انتظار کرے، تاہم ایسی جلدی کہ ابھی آفتاب غروب ہونے میں شک ہو، حرام اور مفسد صوم ہے---شک کی حالت میں افطار سے روزہ جاتا رہتا ہے---وجہ یہ ہے کہ جب سورج غروب ہونے کا یقین نہ ہو، دن باقی سمجھا جائے گا اور اس وقت روزہ کھولنا دن میں کھولنا ٹھہرے گا اور ستاروں کا ظاہر ہونا غروبِ آفتاب کی دلیل نہیں، کیوں کہ بعض تارے دن سے چمکتے ہیں---

[فتاوی رضویہ، جلد۱۰، صفحہ۶۲۷]

- حضور سید عالم ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ روزہ کی حالت میں غروبِ آفتاب سے پہلے کسی کو حکم فرماتے کہ بلندی پر جا کر آفتاب کو دیکھتا رہے، وہ نگاہیں آسمان پر جمائے رکھتا اور حضور اقدس ﷺ اس کی خبر کے منتظر ہوتے، جوں ہی وہ اطلاع دیتا کہ سورج ڈوب گیا ہے آپ ﷺ خرما وغیرہ تناول فرما کر روزہ افطار کرتے---چناں چہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے کی حالت میں دیکھا، آپ ﷺ کھجور ہاتھ میں

پکڑے ہوئے غروبِ آفتاب کا انتظار فرما رہے ہیں، جیسے ہی سورج ڈوبا، آپ ﷺ نے کھجور تناول فرما کر روزہ افطار کرلیا---[کشف الغمہ، جلد ۱، صفحہ ۲۵۵/فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۶۳۸]

افطار کی دعا

● روزہ افطار کرنے کی مسنون دعائیں یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْنَا وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْنَا فَتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ---[شعب الایمان، جلد ۳، صفحہ ۴۰۶]

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ وَ رَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ---

[عمل الیوم اللیۃ، صفحہ ۱۲۸]

ذَھَبَ الظَّمَاُ وَ ابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی---[ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۳۲۱]

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ---

[اشعۃ اللمعات، جلد ۲، صفحہ ۸۴]

دعا افطار سے پہلے یا بعد؟

● دلائل شرعیہ کا مقتضٰی یہ ہے کہ روزہ افطار کرنے کی مسنون دعا افطار کے بعد پڑھنی چاہیے، کیوں کہ حضور اکرم ﷺ کے معمولات مقدسہ میں ایسا ہی نظر آتا ہے، پھر یہ بھی ہے کہ روزہ جلد افطار کی تلقین کی گئی ہے اور دعا غروبِ آفتاب سے پہلے تو پڑھنا بے معنی ہے اور آفتاب غروب ہوتے ہی سب سے پہلا کام افطار ہونا چاہیے--- دیکھیے! اگر عمرو سورج ڈوبنے کے بعد پہلے مسنون دعائیں پڑھے اور پھر روزہ افطار کرے اور اس کے مقابلے میں زید سورج ڈوبتے ہی پہلے فوراً روزہ افطار کرے اور پھر دعا پڑھے، تو سوچنا چاہیے کہ ان میں سے کس کا فعل اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ محبوب ہے--- حدیث طیبہ سے شہادت ملتی ہے کہ زید کا عمل زیادہ پسندیدہ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ایک حدیث قدسی میں منقول ہے:

اِنَّ اَحَبَّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُھُمْ فِطْرًا---

"مجھے اپنے بندوں میں وہ شخص زیادہ پیارا ہے، جو ان میں سب سے زیادہ جلد روزہ افطار کرتا ہے"---

اب اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ بالا صورت میں زید کا روزہ افطار کرنا، عمرو کے مقابلے میں جلد تر ہے اور یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے--- بناء بریں روزہ دار کو

چاہیے کہ سورج غروب ہوتے ہی فوراً افطار کرے اور پھر ساتھ ہی مسنون دعا پڑھے---

افطاری

● تازہ کھجور کے ساتھ افطار کرنا مسنون ہے، اگر تازہ کھجور نہ ہو تو خشک کھجور لے لی جائے اور وہ بھی میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا بہتر ہے، یہی حضور اکرم ﷺ کا اسوۂ مبارکہ ہے--- سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلٰی رُطَبَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَیْرَاتٌ وَ اِنْ لَّمْ تَکُنْ تُمَیْرَاتٌ فَحَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَّاءٍ---[ترمذی، جلد ا، صفحہ ۸۸/ ابی داؤد، جلد ا، صفحہ ۳۲۰]

"حضور سید عالم ﷺ نمازِ مغرب ادا کرنے سے پہلے تر کھجور سے روزہ افطار کرتے، اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں استعمال فرماتے اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے"---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۶۲۹]

● پیٹ بھر کر کھانا اکثر عبادت میں رکاوٹ بنتا ہے، خاص کر ماہِ رمضان میں افطار کے وقت کم کھانا چاہیے تا کہ قیام لیل کی برکات سے محروم نہ ہو--- جو بہت کھائے پیے گا، وہ بہت سوئے گا اور جو بہت سوئے گا وہ خیرات و برکات کھوئے گا، اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے:

اِنَّ کَثْرَۃَ الْاَکْلِ شُوْمٌ---[شعب الایمان، جلد ۵، صفحہ ۳۲]

"بے شک بہت کھانا پینا منحوس ہے"---

● پس کھانا حتی الامکان کم کھانا چاہیے، تقلیل غذا سب سے بہتر علاج ہے---

حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"آدمی نے پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں بھرا، انسان کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں، جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں اور اگر یہ کافی نہ ہو تو ایسا کرے کہ تہائی پیٹ کھانے کے لیے، تہائی پینے کے لیے اور تہائی سانس کے لیے رکھے"---[ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۶۰]

قبولیت دعا کا وقت

حضور پر نور سید عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِہٖ لَدَعْوَۃً مَا تُرَدُّ---[ابن ماجہ، صفحہ ۱۲۶]

"بے شک روزہ دار کے لیے افطار کے وقت بالیقین ایک دعا ہے کہ رد نہ ہوگی"---

مطلب یہ ہے کہ روزہ دار کی ایک دعا افطار کے وقت رد نہیں ہوتی--- روزہ بہت بڑی

عبادت ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ، چناں چہ روزہ دار شام کو افطار کے وقت خدا کی بارگاہ میں دعا کرے اور اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے---

امام حکیم ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لِکُلِّ عَبْدٍ صَائِمٍ دَعْوَۃٌ مُسْتَجَابَۃٌ عِنْدَ اِفْطَارِہٖ اُعْطِیَ فِی الدُّنْیَا اَوْ ذُخِرَلَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ---[نوادر الاصول، صفحہ ۸۳]

"ہر روزہ دار بندے کے لیے افطار کے وقت ایک دعا ہے جو قبول ہوگی، خواہ دنیا میں اسے دے دی جائے یا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ رکھی جائے"---

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۸، صفحہ ۵۱۸، ۵۱۹]

روزہ کب ٹوٹتا ہے

● تین چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

۱......باہر سے کوئی چیز بدن میں اس طرح داخل ہو کہ باہر سے اس کا تعلق نہ رہے---

۲......جماع اگرچہ انزال نہ ہو---

۳......شہوت کے ساتھ مس کرنا جب کہ انزال ہو جائے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۴۸۷]

● روزہ فاسد ہونے کا معیار یہ ہے کہ باہر سے کوئی ایسی چیز پیٹ میں داخل ہو جائے، جس سے بچاؤ مشکل ہو تو وہ معاف ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا--- چناں چہ کلی کرنے کے بعد منہ میں جو تری باقی رہ جاتی ہے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۳، صفحہ ۱۷۴]

● سحری میں کوئی چیز کھانے کے بعد اگر اس کا تھوڑا سا اثر منہ میں باقی رہ جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا--- اس کی وجہ یہ ہے کہ کھائی ہوئی چیز کا تھوڑا سا اثر جو دانتوں کے اردگرد باقی رہ جاتا ہے اور لعاب کے ساتھ مل کر حلق میں اترتا رہتا ہے، عام طور پر اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے اور جس چیز سے بچنا مشکل ہو وہ معاف ہے--- البتہ اگر کوئی ذائقہ محسوس ہو تو پھر وہ چیز قلیل شمار نہیں ہوگی اور اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا--- اس بارے میں اصول یہ ہے کہ اگر وہ اثر ایسا ہو جو لعاب سے مل کر خود بخود بغیر قصد کے حلق سے اتر جائے تو وہ قلیل ہے، جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر وہ اثر ایسا ہو جسے قصداً حلق سے اتارنا پڑے تو پھر وہ کثیر ہے اور اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۳، صفحہ ۱۷۵]

● اگر کوئی شخص سحری کے وقت اتنا زیادہ کھالے کہ صبح اسے کھٹی ڈکاریں آئیں تو

اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا---[فتاویٰ رضویہ، جلد۱۰، صفحہ۴۸۶]

- اگر کوئی شخص رات کو پان کھا کر سویا اور صبح اٹھنے کے بعد چند ذرّے چھالیا کے دانتوں میں لگے رہ گئے تو روزہ صحیح ہو جائے گا، لیکن اگر منہ میں ایسا اگال کثیر تھا جس کا لعاب کے ساتھ حلق میں جانا مظنون ہے تو روزہ نہ ہوگا---[فتاویٰ رضویہ، جلد۱۰، صفحہ۴۸۵]

- جو لوگ پان یا تمبا کو یا نسوار کے عادی ہیں وہ اگر روزہ کی حالت میں پان، تمباکو یا نسوار منہ میں رکھ لیں اور حلق میں نہ جانے دیں تو بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ لازم آئے گا، کیوں کہ پان، تمبا کو منہ میں رکھا جائے تو اس کا عرق ضرور حلق میں جائے گا اور نسوار جب اوپر کو سونگھی جائے تو ضرور دماغ کو پہنچے گی اور یہی تو ان چیزوں کے استعمال کا مقصد ہے اور بالفرض اگر ان میں یقینی احتیاط کی صورت ممکن ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا، کیوں کہ حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

مَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُھَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ کَالرَّاعِیْ یَرْعٰی حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَرْتَعَ فِیْہِ---[صحیح مسلم، جلد۲، صفحہ۲۸]

"جو آدمی شبہ والی چیزوں کو اپناتا ہے، وہ حرام میں پڑ جائے گا جیسا کہ محفوظ چراگاہ کے آس پاس بکریاں چرانے والا شخص قریب ہے کہ ممنوع حصے میں داخل ہو جائے"---
[فتاویٰ رضویہ، جلد۱۰، صفحہ۴۸۶]

- کاغذ، پتھر، مٹی وغیرہ جو دوا ہیں، نہ غذا اور نہ ہی عام طور پر آدمی کی طبیعت انھیں کھانے کے لیے مائل ہوتی ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص پیٹ بھر کر ان میں سے کوئی چیز کھا لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا مگر کفارہ لازم نہیں ہوگا، صرف قضا ہوگی---[فتاویٰ رضویہ، جلد۱۰، صفحہ۵۹۵]

- دانتوں سے خون نکلے اور روزہ دار اس کو نگل لے تو اگر حلق میں خون کا ذائقہ محسوس ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا لیکن اگر ذائقہ محسوس نہ ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوگا---
[فتاویٰ رضویہ، جلد۳، صفحہ۱۶۹]

- روزہ دار کے حلق میں عود وعنبر یا کسی چیز کا دھواں، غبار، خواہ آٹے کی چکی کا ہو، عطر کی خوش بو، دواؤں کے ذائقے کا اثر، مکھی یا اس طرح کی کوئی اور چیز خود بخود چلی گئی، روزہ دار نے بالقصد اسے داخل نہ کیا ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، اگرچہ اس وقت اسے یاد ہو کہ میرا روزہ ہے--- وجہ یہ ہے کہ ان چیزوں سے بچنا ممکن نہیں کیوں کہ روزہ دار کو بات کرنے کے لیے منہ کھولنا پڑتا ہے، پھر یہ اس تری کی مانند ہیں جو کلی کرنے کے بعد منہ میں رہ جاتی ہے---
[فتاویٰ رضویہ، جلد۱۰، صفحہ۴۹۰، ۴۹۱]

- تاہم اگر کسی روزہ دار نے مذکورہ اشیاء میں سے کوئی چیز ارادۃً جان بوجھ کر اپنے حلق میں داخل کی تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا---حتیٰ کہ جس نے عود و عنبر یا کسی چیز کی دھونی سلگائی اور اپنے قریب رکھ کر اس کا دھواں سونگھا اور روزہ یاد ہوتے ہوئے حلق میں داخل کیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۴۹۳]

- پانی میں غوطہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر پانی جوف کے اندر مسام کے بجائے منافذ سے چلا جائے تو پھر روزہ ٹوٹ جائے گا اور غوطے میں عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔

- سرمہ ہر وقت لگانے کی اجازت ہے اور لگا کر سو بھی سکتا ہے---آنکھوں میں کان یا ناک کی طرح سوراخ نہیں، جن میں کوئی چیز داخل ہونے سے روزہ کو نقصان پہنچے---

- مسواک کرنا سنت ہے---روزہ دار ہر وقت مسواک کر سکتا ہے، البتہ عصر کے بعد مسواک چبانے سے لکڑی کے ریزے چھوٹیں یا مزہ محسوس ہو تو احتیاط کرنی چاہیے---روزہ دار کو منجن استعمال کرنے سے احتیاط بہتر ہے---

- روزہ دار کو خلال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر رات کو دانتوں میں کچھ بچا کر نہ رکھنا چاہیے جسے دن کو خلال سے نکالے---

- روزہ دار خوش بو سونگھ سکتا ہے، البتہ لوبان یا کوئی ایسی خوش بو سونگھنے سے جس کے اجزاء دماغ کو چڑھ جائیں، روزہ ٹوٹ جائے گا---

- روزہ دار اپنے سر اور بدن پر تیل اچھی طرح مل کر جذب کر سکتا ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں کان میں ڈالنے سے روزہ جاتا رہے گا---

- روزہ دار کو فصد کھلوانا جائز ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ چوں کہ اس سے کمزور ہو جانے کا اندیشہ ہے لہٰذا بچنا مناسب ہے---

- پچکاری لگوانے سے مرد کا روزہ نہیں ٹوٹتا، عورت کا ٹوٹ جاتا ہے---

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۸، صفحہ ۴۸۷]

- روزہ دار سن رسیدہ ہو یا اپنے نفس پر قابو پا سکے تو روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے، لیکن اگر جوان ہو یا ضبط نفس پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے روزے کی حالت میں بوسہ لینا منع ہے---چناں چہ حضور اکرم ﷺ سے ایک بار کسی نے روزے کی حالت میں بوسہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی اور دوسرے کسی شخص نے پوچھا تو منع فرمادیا---اس فرق کی وجہ وہی ضبط نفس کی قدرت ہے---[فتاویٰ حاشیہ، جلد ۲، صفحہ ۶۹۳]

● اگر کسی شخص نے جنابت کی حالت میں روزہ رکھا اور قصداً افطار کے وقت تک غسل نہیں کیا تو اگرچہ اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیوں کہ طہارت شرطِ صوم نہیں، لیکن سارا دن ناپاک رہنے اور نمازیں نہ پڑھنے کی وجہ سے روزے کی نورانیت میں ضرور فرق آئے گا، نماز نہ پڑھنا گناہِ کبیرہ ہے اور گناہِ کبیرہ کی ظلمت سے روزے کا نور گھٹ جاتا ہے---

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۵۵۶]

● اگر کسی شخص نے غروبِ آفتاب کی تحقیق کیے بغیر یوں ہی روزہ افطار کرلیا اور بعد میں ثابت ہوا کہ ابھی آفتاب نہیں ڈوبا تھا یا اس بارے میں کچھ پتا نہ چل سکا تو دونوں صورتوں میں اس شخص کو روزہ قضا کرنا پڑے گا---لیکن اگر ثابت ہوا کہ جب اس نے روزہ کھولا اس وقت فی الواقع سورج ڈوب چکا تھا تو اب روزے کی قضا نہیں---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۳۵۶، ۳۵۷]

کفارہ

● کفارہ صرف ماہِ رمضان کا روزہ توڑنے پر عائد ہوتا ہے اور اس توڑنے کی بھی چند شرائط ہیں، مثلاً یہ کہ روزہ کی نیت رات سے کی ہو اور جان بوجھ کر اپنی مرضی سے توڑا جائے، کسی قسم کا جبر واکراہ نہ ہو اور نہ ہی کوئی عذرِ شرعی، جیسے مرض وغیرہ لاحق ہو---

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۵۹۵]

● جن چیزوں سے روزہ تو ٹوٹ جاتا ہے مگر کفارہ لازم نہیں آتا اگر کوئی شخص بار بار ان کا ارتکاب گناہ کے قصد سے کرے، یعنی جانتا ہو کہ میں گناہ کر رہا ہوں تو اب نہ صرف یہ کہ اس پر روزہ کی قضا لازم ہوگی بلکہ بطورِ سزا کفارہ بھی عائد ہوگا، جیسا کہ درمختار وغیرہ کتبِ فقہ میں اس کی صراحت کی گئی ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۵۹۶]

● روزہ توڑنے کا جو کفارہ مقرر کیا گیا ہے، اس میں ایک شرعی ترتیب پائی جاتی ہے---سب سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو آخر میں یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے---کفارہ ادا کرنے میں یہ ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری ہے، غلام تو آج کل موجود نہیں مگر باقی دو چیزوں میں ترتیب نہ رکھنا غلط ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۵۹۵]

روزے کا فدیہ

● بعض نادان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ روزہ کا فدیہ ہر شخص کے لیے جائز ہے، جس کو بھی کچھ تکلیف ہو وہ روزہ چھوڑ دے اور اس کا فدیہ ادا کردے، یہ خیال بالکل غلط ہے، ایسا

ہرگز نہیں---

● فدیہ کی اجازت صرف شیخ فانی کے لیے ہے، جو پیرانہ سالی کی وجہ سے حقیقتاً روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو---گرمیوں میں روزہ رکھ سکے نہ جاڑے میں، نہ لگاتار نہ متفرق اور جس عذر کے باعث وہ روزہ رکھنے سے قاصر ہے، آئندہ اس عذر کے دور ہونے کی امید بھی نہ ہو، صرف ایسے شخص کو روزوں کے بدلے فدیہ ادا کرنے کا حکم ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۵۴۷]

● روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہونا ایک تو واقعی ہوتا ہے اور ایک کم ہمتی سے ہوتا ہے، کم ہمتی کا کوئی اعتبار نہیں---اکثر اوقات شیطان آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ بیماری اور کمزوری کی وجہ سے وہ روزہ رکھنے کے قابل نہیں، پھر جب خدا پر بھروسہ کر کے آدمی روزے رکھنے لگے تو اسے کچھ نقصان نہیں پہنچتا، تب معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیطان کا دھوکہ تھا، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ شیطان کے وسوسوں سے بچ کر چلے اور اگر فی الواقع کوئی اہل اور دیانت دار ڈاکٹر اسے روزہ رکھنے سے منع کرے تو اس کی ہدایت پر عمل کرے ورنہ اپنے وہم کو لائق اعتنا نہ سمجھے---

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۵۴۷]

● بعض بوڑھے اور بیمار لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو گرمیوں میں روزہ کی طاقت واقعی نہیں ہوتی مگر جاڑوں میں رکھ سکتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے فدیہ دینا جائز نہیں--- بلکہ گرمیوں میں قضا کر کے سردیوں میں روزے رکھنا ان پر فرض ہے---

● بعض بیمار اور کمزور لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لگاتار مہینے بھر کے روزے نہیں رکھ سکتے مگر ایک دو دن ناغہ کر کے رکھ سکتے ہیں، ایسے لوگ جتنے روزے رکھ سکیں اتنے رکھنا فرض ہے، باقی جتنے قضا ہو جائیں، بعد میں رکھ لیں---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۵۴۷]

● کسی جوان یا بوڑھے شخص کو بیماری نے اتنا کمزور کر دیا ہو کہ وہ فی الوقت روزے رکھنے کے قابل نہ ہو تو بھی اسے فدیہ دینے کی اجازت نہیں بلکہ بیماری جانے کا انتظار کرے اور بعد میں جب ہمت ہو تو روزے قضا کرلے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۵۴۷]

● فدیہ کی اجازت صرف ایسے شیخ فانی کے لیے ہے، جسے بڑھاپے نے اتنا زیادہ ناتواں کر دیا ہو کہ وہ کسی موسم اور کسی صورت روزے رکھنے کے قابل نہ ہو اور نہ اس کی طاقت بحال ہونے کا امکان ہو، کیوں کہ بڑھاپا تو جانے والی چیز نہیں، جوں جوں عمر بڑھے گی، ضعف بڑھتا جائے گا، ایسے شخص کو اجازت ہے کہ روزے نہ رکھے اور ان کا فدیہ ادا کردے---

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۵۴۷، ۵۴۹]

فدیہ کی ادائیگی

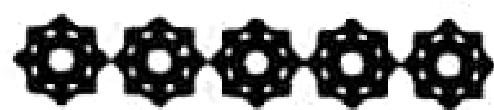
● شیخ فانی پر روزوں کا فدیہ اپنی زندگی میں ادا کرنا واجب ہے---اگر کسی وجہ سے ادا نہ کر سکے تو وصیت کر دے---بہتر یہ ہے کہ اپنی زندگی میں ہی ادا کر دے، مرض وفات میں بھی روزہ کا فدیہ دینا جائز ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۵۴۵]

● فدیہ کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے شرعی مصارف ہیں---صدقہ فطر، کفارہ، نذر اور دیگر صدقاتِ واجبہ کے مصارف بھی وہی ہیں---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۶۲۸]

● ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گندم یا ایک صاع جو ہے---ایک صاع کا وزن دو سو ستر تولے کے برابر ہے---گندم اور جو کے علاوہ کسی قسم کا کوئی غلہ وغیرہ دینا ہو تو اس میں وزن کا لحاظ نہیں ہوگا، بلکہ اسی ایک صاع جو اور نیم صاع گندم کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا---قیمت میں اس دن کا نرخ بازار معتبر ہوگا، جس دن فدیہ واجب ہوا، نہ کہ جس دن ادا کر رہے ہیں---

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۵۲۵، ۵۳۱]

[جاری ہے]

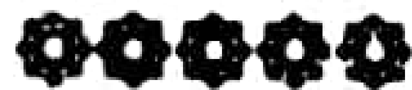


ادارہ آغوش محمد کی طرف سے سوالات

حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق مولانا پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ برصغیر پاک و ہند کی عظیم معروف شخصیات میں شمار ہوتے ہیں، آپ کی دینی، سیاسی، معاشرتی وتمدنی خدمات پر ایک زمانہ گواہ ہے۔ آپ کی ذات کے حوالے سے ایک ضخیم کتاب ترتیب دی جارہی ہے، چند سوالات ترتیب دیے گئے ہیں، آپ کی خدمت اقدس میں درخواست ہے کہ اگر آپ کی ذات کے حوالہ سے ان سوالات کے جواب یا اس کے علاوہ بھی کوئی معلومات آپ کے ذہن کے کسی گوشہ میں محفوظ ہوں تو از راہ لطف اپنی اوّلین فرصت میں ارسال فرما کر ممنونیت سے نوازیں۔ یہ معلومات پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ ہی کے حوالہ سے شائع کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

- ......آپ کا اسم گرامی، ولدیت، عمر، تعلیم، پتا، رابطہ نمبر
- ......حضرت شیخ القرآن سے وابستگی کی نوعیت، بلاواسطہ/ بالواسطہ
- ......کیا آپ نے کبھی ان کا کوئی خطاب سماعت فرمایا؟
- ......کیا آپ نے کبھی ان کی کوئی مجلس اختیار کی؟ اس کے نتائج واثرات
- ......کوئی خاص نکتہ یا مسئلہ یا کوئی خاص واقعہ
- ......کیا آپ نے دورۂ قرآن پاک میں شرکت فرمائی؟
- ......کیا آپ نے اس دورۂ قرآن پاک کے افادات محفوظ کیے؟
- ......تحریک پاکستان کے زمانہ کا کوئی واقعہ، تحریک پاکستان میں ان کا کردار
- ......تحریک ختم نبوت میں آپ کے کردار کے حوالہ سے آپ کی معلومات
- ......آپ کے شاگردوں کے کوئی نام یاد ہوں تو تحریر فرمائیں
- ......آپ کے مناظرے کا کوئی واقعہ یاد ہے؟
- ......آپ کے احباب وفضلاء کا کوئی واقعہ
- ......ان کی کوئی تصنیف آپ کے پاس ہے؟
- ......ان کا کوئی خط آپ کے نام ہو؟
- ......ان کے اشعار، نعت یا کوئی نظم آپ کے پاس ہے؟
- ......ان کی شان میں لکھی ہوئی کوئی منقبت؟
- ......وزیر آباد میں ان کی شخصیت کے اثرات
- ......وزیر آباد کے علاوہ کہیں ان کے سفر کا کوئی واقعہ

برائے رابطہ: (مولانا) عبدالحق ظفر چشتی، چشتیہ منزل نمبر 9 گلی نمبر 1 رحمت کالونی مصطفیٰ آباد لاہور 15 پوسٹ کوڈ 54840



رؤیت ہلال کا

مجرب و آسان فارمولا

قمری مہینوں کے آغاز کا انحصار رؤیت ہلال پر ہے، ۲۹ر کی شام کو چاند نظر آ جائے تو اگلے دن یکم ہوگی، بصورت دیگر ۳۰ر تاریخ شمار ہوگی۔ تاہم ایک استقرائی قاعدہ یہ بھی ہے کہ سال رواں کے ماہ محرم کے پہلے سات دنوں کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل خاکہ سے مطلوبہ قمری مہینے کی یکم تاریخ معلوم کی جا سکتی ہے---[مجلس ادارت]

مثلاً:

یکم صفر اس دن ہوگی	جس دن رواں سال کے محرم کی تیسری تاریخ تھی۔
یکم ربیع الاوّل اس دن ہوگی	جس دن محرم کی چوتھی تاریخ تھی۔
یکم ربیع الثانی اس دن ہوگی	جس دن محرم کی چھٹی تاریخ تھی۔
یکم جمادی الاولیٰ اس دن ہوگی	جس دن محرم کی ساتویں تاریخ تھی۔
یکم جمادی الاخریٰ اس دن ہوگی	جس دن محرم کی دوسری تاریخ تھی۔
یکم رجب اس دن ہوگی	جس دن محرم کی تیسری تاریخ تھی۔
یکم شعبان اس دن ہوگی	جس دن محرم کی چوتھی تاریخ تھی۔
یکم رمضان اس دن ہوگی	جس دن محرم کی چھٹی تاریخ تھی۔
یکم شوال اس دن ہوگی	جس دن محرم کی ساتویں تاریخ تھی۔
یکم ذیقعد اس دن ہوگی	جس دن محرم کی چوتھی تاریخ تھی۔
یکم ذوالحج اس دن ہوگی	جس دن محرم کی چوتھی تاریخ تھی۔
آئندہ سال یکم محرم اس دن ہوگی	جس دن سال رواں کے محرم کی پانچویں تاریخ تھی۔

آزمائیے اور دیکھیے

عید الفطر

عظمت وفضیلت اور فلسفہ

مولانا محمد ناصر خان چشتی

عید کا معنی ومفہوم

''عید'' کا لفظ ''عود'' سے مشتق ہے، جس کا معنی ''لوٹنا'' اور ''خوشی'' کے ہیں، کیوں کہ یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے اور ہر مرتبہ خوشیاں ہی خوشیاں دے جاتا ہے، اس لیے اس دن کو ''عید'' کہتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

عید کو اس لیے ''عید'' کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر سال اس دن اپنے بندوں پر انواع واقسام کے احسانات لوٹاتا ہے اور اس دن فرح، سرور اور نشاط وانبساط منانا لوگوں کی عادت ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ نیک شگون کے طور پر اس دن کو عید کہا جاتا ہے کہ ہماری زندگی میں یہ دن بار بار لوٹ کر آئے۔ جس طرح قافلہ کو قافلہ نیک شگون کے لیے کہتے ہیں تاکہ جس طرح وہ جارہا ہے، لوٹ کر آئے، کیوں کہ قافلہ کے معنی ہیں، ''لوٹ کر آنے والا''۔ [شرح مسلم، جلد۲، صفحہ ۶۵۵]

عید کا معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۰۲ھ) رقم طراز ہیں کہ ''عید'' لغت کے اعتبار سے اس دن کو کہتے ہیں، جو ''بار بار لوٹ کر آئے'' اور اصطلاح شریعت میں ''عید الفطر'' اور ''عید الاضحیٰ'' کو عید کہتے ہیں اور یہ دن شریعت میں خوشی منانے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

جس طرح اس پر حضور ﷺ نے اپنے فرمان سے متنبہ کیا ہے کہ ایام منیٰ کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات (غیر حجاج کے لیے) کے دن ہیں۔ چنانچہ عید کا لفظ ہر خوشی اور مسرت حاصل ہونے کے دن میں استعمال ہونے لگا ہے۔[المفردات، صفحہ ۳۵۲]

عید اور خوشی کا یہ دن مسلمانوں کا عظیم اور مقدس مذہبی تہوار ہے، جو ہر سال ماہ شوال المکرم میں انتہائی عقیدت و احترام، جوش و جذبے اور ذوق و شوق کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ عید الفطر دراصل تشکر و امتنان، انعام و اکرام اور ضیافت خداوندی کا دن ہے کہ رمضان المبارک کا تمام مہینا عبادت و ریاضت، روزے اور نماز تراویح میں گزارنے کے بعد شوال کی پہلی تاریخ کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے عبادت گزار اور اطاعت گزار بندوں کو انعام و اکرام، بے شمار رحمتیں، بے حساب اجر و ثواب اور اپنی رضا ایسی بیش بہا دولت و نعمت عطا فرماتا ہے۔

عید الفطر --- عظمت و فضیلت

عید الفطر درحقیقت یوم الجائزہ اور یوم الانعام ہے۔ کیوں کہ اس دن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو انعام و اکرام، اجر و ثواب اور مغفرت و بخشش کا مژدہ سناتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب عید الفطر کی رات آتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر ''لیلۃ الجائزہ'' (یعنی انعام و اکرام کی رات) لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتا ہے، وہ زمین پر آ کر تمام گلیوں اور راستوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے (جسے جنات اور انسانوں کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے) پکارتے ہیں کہ اے امت محمد ﷺ! اس رب کریم کی بارگاہ کی طرف چلو، جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔

جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اس مزدور کا کیا بدلہ ہے، جو اپنا کام پورا کر چکا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اے باری تعالیٰ! اس کا بدلہ یہ ہے کہ اس کو پوری مزدوری دے دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں (رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں) اپنی رضا اور مغفرت عطا فرمادی۔

اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے، اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت و جلال کی قسم آج کے دن تم اپنے اجتماع عید میں دنیا و آخرت کے بارے میں

جو سوال کرو گے، میں عطا فرماؤں گا۔ میری عزت وجلال کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھو گے، میں تمہارے عیوب پر پردہ ڈالوں گا اور میں تمہیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رسوا نہیں کروں گا۔ پس اب تم مغفور (بخشے ہوئے) ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر لیا، فرشتے آج کے دن امت محمد ﷺ کو ملنے والے اس اجر وثواب کو دیکھ کر بہت خوشیاں مناتے ہیں"---[الترغیب والترہیب/مجمع الزوائد]

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

"جس نے عید کی رات (عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات) طلب ثواب کے لیے قیام کیا، اس کا دل اس دن نہیں مرے گا، جس دن باقی لوگوں کے دل مر جائیں گے"--- [سنن ابن ماجہ]

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب بھی عید آتی ہے تو شیطان چلا چلا کر روتا ہے، اس کی بدحواسی دیکھ کر باقی شیاطین اس کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں، اے ہمارے سردار! آپ کیوں غضب ناک اور اداس ہیں؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس! آج کے دن اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کو بخش دیا ہے، لہٰذا تم انہیں دنیاوی لذتوں میں مشغول کر دو"---[مكاشفة القلوب]

عید کا حقیقی مفہوم

دین اسلام چونکہ "خیر الادیان" ہے اور امت محمدیہ ﷺ "خیر الامم" ہے، اس لیے اس کا عید منانے کا طریقہ بھی سب سے ممتاز، سب سے البیلا، سب سے بہترین اور کامل ترین بلکہ فطرت کے عین مطابق ہے۔ دین اسلام کے فطری ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ اسلام زندگی کے ہر موڑ پر کامل اور فطری ہدایات دیتا ہے، حیات وممات، خوشی وغم الغرض یہ کہ زندگی کے ہر گوشہ میں بہترین اصول دیے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عید الفطر کے حقیقی معنی کیا ہیں اور ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد پیش کرنے سے کیا مراد ہے اور عید درحقیقت کس کے لیے ہے؟

عربی کے کسی شاعر نے بڑے خوب صورت اور دل نشین انداز میں عید کا مفہوم ومقصود بیان کیا ہے:

لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِیْد
اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ خَافَ الْوَعِیْد

"درحقیقت عید اس کی نہیں جس نے کپڑے پہن لیے، بلکہ عید تو اس کی ہے،

جو عذاب الٰہی سے ڈر گیا“---

یعنی عید درحقیقت اس شخص کی نہیں جو صرف جدید لباس پہن لے، خوشبو لگالے، زیب و زینت کر لے اور انواع و اقسام کے کھانے وغیرہ کھالے، بلکہ اصل عید تو اس شخص کی ہے، جس نے تقویٰ و پرہیز گاری اور اپنے اعمال صالحہ کی بدولت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لی۔ جس نے رمضان کی رحمتوں اور سعادتوں سے اپنے نامۂ اعمال کو لبریز کیا ہو اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کر کے سعادت دارین کو پالیا ہو، حقیقی عید تو اس شخص کے لیے ہے۔

غنیۃ الطالبین میں مرقوم ہے کہ عید ان کی نہیں، جنھوں نے عمدہ اور نفیس لباس سے اپنے آپ کو آراستہ کیا، بلکہ عید تو ان کی ہے جو خدا تعالیٰ کی وعید اور عذاب سے ڈر گئے۔ عید ان کی نہیں جنھوں نے بہت زیادہ خوشیاں منائیں اور انواع و اقسام کے کھانے کھائے، بلکہ عید تو ان کی ہے جنھوں نے تقویٰ و پرہیز گاری کو اختیار کیا۔

عید کے دن لوگ کاشانۂ خلافت فاروقی پر حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دروازہ بند کر کے زار و قطار رو رہے ہیں، لوگوں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین! آج تو عید کا دن ہے اور خوشی اور مسرت منانے کا دن ہے، یہ خوشی کی جگہ رونا کیسا؟ آپ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا:

هذا يوم العيد و هذا يوم الوعيد---

”یہ عید کا دن بھی ہے اور وعید کا دن بھی ہے“---

آج جس خوش نصیب کے روزے مقبول ہو گئے، بلاشبہ اس کے لیے آج عید کا دن ہے، لیکن جس کے نماز اور روزوں کو مردود کیا گیا ہو، اس کے لیے آج وعید کا دن ہے اور میں تو اس خوف سے ڈر رہا ہوں کہ:

انا لا ادري ا من المقبولين ام من المطرودين---

”مجھے یہ نہیں معلوم کہ میں مقبول ہوا ہوں یا رد کیا گیا ہوں“---

درحقیقت عید تو ان خوش نصیب مسلمانوں کے لیے ہے، جنھوں نے اس ماہ مقدس رمضان المبارک کا پورا پورا احترام کیا اور اس کے دنوں کو روزوں اور راتوں کو قیام و سجود اور عبادت و ریاضت میں گزارا۔ اس لیے یہ عید ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزدوری اور انعام و اکرام ملنے کا دن ہے۔

فلسفۂ عید الفطر

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ قومیں اور امتیں بھی ”عید“ منایا کرتی تھیں،

کسی خاص دن خوشی منایا کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی قوم بھی ایک خاص دن عید (خوشی) منایا کرتی تھی اور شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں تین دن تک میلہ لگاتے تھے، جہاں لوگ اپنے اپنے انداز میں خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ ہر قوم کا خوشی منانے کا دن اور عید منانے کا اپنا اپنا طریقہ ہوتا تھا مگر تاجدار ختم نبوت پیغمبر انقلاب حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد عید اور خوشی منانے کا انداز اور طریقہ ہی بدل گیا۔ اسلام سے پہلے عیدوں میں لہو ولعب اور کھیل کود ہوتا تھا اور اب عید کے دن نماز دوگانہ اور ذکر الٰہی ہوتا ہے۔ پہلے عیدوں میں غریبوں کو دور کیا جاتا تھا اور اب غریبوں کو گلے لگایا جاتا ہے۔ پہلے عیدوں میں فضول خرچی اور خرافات ہوتی تھیں اور اب عید کے دن صدقہ وخیرات اور فطرانہ ادا کیا جاتا ہے۔

عید کے دن تمام صاحبانِ ایمان عیدگاہوں اور مساجد میں حاضر ہو کر اپنے معبود واحد کے حضور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز عید ادا کرتے ہیں اور اشک ندامت بہا کر اپنے گناہوں، خطاؤں اور لغزشوں سے توبہ کرتے ہیں اور اپنے ملک وملت کے استحکام اور بقاء کے لیے اور ملت اسلامیہ کے اتحاد واتفاق، امن وسلامتی اور خوش حالی کے لیے دعائیں مانگتے ہیں اور نماز عید کا یہ منظر بڑا ایمان افروز اور روح پرور ہوتا ہے کہ آج کے مبارک دن میں خصوصاً نماز عید میں امت مسلمہ کی اخوت و بھائی چارے کا اور مسلم برادری کا عظیم الشان منظر پیش ہوتا ہے، جس میں تمام انسانوں کا رنگ ونسل کے امتیاز کے بغیر بڑا ایمان افروز اور روح پرور اجتماع ہوتا ہے اور اس میں امیر وغریب، حاکم ومحکوم، شاہ وگدا سب اکٹھے ہو کر نماز عید ادا کرتے ہیں اور ایک ہی وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ایک ہی وقت میں سب کی زبان پر ایک ہی کلمہ، ایک ہی تلاوت، ایک ہی ذکر، ایک ہی تسبیح وتحمید اور ایک ہی دعا ہوتی ہے۔

مسلمان چونکہ اپنی فطرت، عقائد ونظریات اور ملی اقدار کے لحاظ سے دنیا کی تمام اقوام وملل سے منفرد وممتاز ہوتا ہے، اس لیے اس کا عید منانے کا انداز بھی سب سے نرالا ہے۔ بقول ڈاکٹر اقبال:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

چنانچہ اسلام کی روح کی لطافت، قلب کے تزکیے، بدن ولباس کی طہارت اور مجموعی شخصیت کی نفاست کے ساتھ بہ صد عجز وانکسار و بہ غایت خشوع وخضوع تمام مسلمانوں کا اسلامی اتحاد واخوت کے جذبے سے سرشار ہو کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدۂ بندگی اور نذرانۂ شکر بجالانے کا نام عید ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عید کے دن اپنے فرزند ارجمند کو پرانی قمیص

پہنے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے:

بیٹے نے کہا: ''ابا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟''---

آپ نے فرمایا: ''اے بیٹے! مجھے اندیشہ ہے کہ آج عید کے دن جب لڑکے تجھے اس پرانی قمیص میں دیکھیں گے تو تیرا دل ٹوٹ جائے گا''---

آپ کے عظیم بیٹے نے بڑا ہی پیارا اور دل ربا جواب دیا: ''ابا جان! آج دل تو اس کا ٹوٹے گا، جو رضاءِ الٰہی کو نہ پا سکا ہو یا اس نے اپنے والدین کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ کی رضامندی کے طفیل اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوگا''---

یہ سن کر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عظیم بیٹے کو گلے سے لگا لیا اور اپنی مستجاب دعاؤں سے نوازا---[مکاشفۃ القلوب]

ادائے صدقۂ فطر

اسلامی تعلیمات کی رو سے خوشی کی وہ تقریب، جس میں غریب اور نادار لوگوں کو شریک نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ سخت ناپسندیدہ ہے۔ اس لیے انیس الغریبین حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

''روزوں کی عبادت اس وقت تک زمین و آسمان کے درمیان معلق (بارگاہِ خداوندی میں غیر مقبول) رہتی ہے، جب تک کہ صاحب نصاب مسلمان صدقۂ فطر ادا نہیں کر لیتا''---[صحیح مسلم/ جامع ترمذی/ مشکوٰۃ المصابیح]

صدقۂ فطر دراصل ماہ رمضان المبارک کے روزوں کا صدقہ ہے تا کہ روزے کی حالت میں جو لغو اور بے ہودہ کام ہو گئے، تو صدقہ فطر کے ادا کرنے سے روزوں کی طہارت ہو جائے اور ساتھ ہی ساتھ غریبوں، فقیروں، ناداروں اور مسکینوں کی عید کا سامان بھی ہو جائے۔ صدقۂ فطر، نماز عید سے پہلے ادا کر دینا چاہیے کہ یہی سنت ہے۔ لیکن اگر نماز عید سے پہلے ادا نہیں کر سکا تو عمر بھر اس کی ادائیگی کا وقت ہے، جب بھی ادا کرے گا، واجب ساقط ہو جائے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ہی ادا کر دے۔

آیئے! آج عید مبارک کے ایمان افروز اور روح پرور اجتماع میں ہم اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور خلوص دل سے یہ عزم صمیم کریں کہ آج سے ہمارا جو قدم بھی اٹھے گا، آج سے ہماری جو آواز بھی اٹھے گی، آج سے ہم جو بھی کام کریں گے، وہ اسلام کی سربلندی، امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق اور خصوصاً اپنے ملک و ملت اور قوم کی بہتری اور استحکام کے لیے کریں گے۔ آج سے ہم اپنے درمیان پھیلی ہوئی

ہر قسم کی نفرتوں، اختلافات اور تعصبات کو ختم کریں گے اور اتحاد و اتفاق، مساوات اور بھائی چارے کو فروغ دیں گے اور ہر قدم پر محبتوں کے چراغ جلائیں گے۔

نماز عید

یکم شوال المکرم ۲ ھ کو عید الفطر کے موقع پر ''نماز عید'' کا اجراء کیا گیا۔ فقہ حنفی کے مطابق نماز عید ہر اس شخص پر واجب ہے، جس پر نماز جمعہ فرض ہے۔ نماز عید بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی جائے گی۔ اس کا وقت چاشت سے لے کر نصف النہار شرعی تک ہے۔ عید الفطر کی نماز تاخیر سے پڑھنا اور نماز عید الاضحیٰ جلدی سے پڑھنا مستحب ہے۔ اس میں نماز عید کے بعد دو خطبے پڑھنا بھی سنت ہے۔ اسی طرح فقہاء احناف کے نزدیک نماز عید میں چھ زائد تکبیریں پڑھنا واجب ہیں۔ اسی طرح عید الفطر میں نماز عید سے پہلے کچھ کھا پی لینا بھی سنت ہے۔

عید کے سنن و آداب

عید کے دن مندرجہ ذیل کام کرنا سنت اور مستحب ہیں:

1......حجامت بنوانا، 2......ناخن ترشوانا، 3......غسل کرنا، 4......مسواک کرنا، 5......صاف ستھرے یا نئے کپڑے پہننا، 6......خوشبو لگانا، 7......عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز (طاق عدد میں) کھالینا، 8......نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا، 9......صبح کی نماز مسجد میں پڑھ کر عید گاہ چلے جانا، 10......راستے میں تکبیرات تشریق پڑھنا، 11......عید گاہ آتے جاتے راستہ تبدیل کرنا، 12......خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، 13......آپس میں عید کی مبارک باد دینا......اور 14......بعد از نماز عید مصافحہ و معانقہ کرنا وغیرہ۔

عید گاہ آتے جاتے راستہ تبدیل کرنا

سنت یہ ہے کہ جس راستے سے عید گاہ جائے، تو نماز عید پڑھ کر اس راستے کی بجائے دوسرے راستے سے گھر جائے، چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن (آتے جاتے) راستہ تبدیل فرماتے تھے''---

[صحیح بخاری/مشکوٰۃ المصابیح]

علماء کرام فرماتے ہیں کہ راستہ تبدیل کرنے میں چند حکمتیں یہ ہیں:

- دونوں راستے نمازی کی عبادت اور ذکر کی گواہی دیں---
- ان راستوں کے رہنے والے جن وانس اس کے ذکر اور عبادت کے لیے جانے پر گواہ ہوں---
- دونوں راستوں کو ''جائے عبادت'' کی گزرگاہ بننے کی فضیلت حاصل ہو---

- دونوں راستوں پر "شعائرِ اسلام" کا اظہار ہو---
- متعدد جگہوں پر ذکرِ الٰہی کا اظہار ہو---
- دونوں طرف کے رشتہ داروں اور دوست احباب سے ملاقات ہو---
- راستے میں اگر کوئی قبرستان ہو تو قبروں کی زیارت کا موقع حاصل ہو---
- دور استے اختیار کیے جائیں تاکہ زیادہ مشقت سے زیادہ اجر و ثواب حاصل ہو---
- نمازِ عید کے لیے جانے والے نمازیوں کے ذکر سے دونوں راستوں کے بے نمازوں کے ضمیر پر ضرب لگے اور انہیں یہ خیال آئے کہ ایک یہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جارہے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ جنہیں سال کے بعد بھی نماز پڑھنے کا ہوش نہیں ہے---

[شرح صحیح مسلم، جلد۲، صفحہ۶۶۱، از علامہ غلام رسول سعیدی]

شوال کے چھ روزے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے رمضان المبارک کے (سارے) روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے"---

[صحیح مسلم/مشکوٰۃ المصابیح]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی (متوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ عید الفطر کے بعد شوال کے یہ چھ روزے پے در پے اور متواتر رکھنے چاہییں اور اگر یہ روزے متفرق کر کے رکھے یا شوال کے آخر میں رکھے، تب بھی متابعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی، کیوں کہ یہ روزے شوال میں رکھے گئے ہیں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ چھ روزے ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر اس لیے ہوں گے کہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے۔ تیس روزے رمضان کے اور چھ روزے شوال کے ملا کر چھتیس روزے ہوئے، دس سے ضرب دینے کے بعد حاصل ضرب تین سو ساٹھ ہوا اور چونکہ سال میں تقریباً تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں، اس لیے جو شخص رمضان المبارک کے سارے روزے رکھنے کے بعد شوال المکرم کے چھ روزے بھی رکھتا ہے، تو اس کو تین سو ساٹھ روزوں کا اجر و ثواب ملے گا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کی تمام عبادات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے---آمین ثم آمین



ہمدردی اور غم خواری کا مہینا

ڈاکٹر مفتی ضیاء الحبیب صابری

روزہ واحد عبادت ہے جسے آسمانی وغیر آسمانی مذاہب کی پیروکار تمام اقوام وملل روحانی بالیدگی کے لیے سب سے موثر قرار دیتی ہیں، قرآن مجید نے بھی تزکیہ نفوس اور تصفیہ قلوب کے لیے اہلِ ایمان کو ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔

رمضان کے پورے مہینے کا روزہ مرحلہ وار فرض کیا گیا، مسلمانوں نے ۲ ہجری میں ماہِ رمضان کے فرض روزے پہلی بار رکھے۔ اس ماہ مبارک کی فضیلت سے ہر مسلمان آگاہ ہے، مالک دو جہاں سیّد انس وجاں، حامیٔ بے کساں، شفیع مجرماں، رحمۃ للعالمین سیّدنا ومولانا ابوالقاسم محمد رسول اللہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانِ عالی سے پتا چلتا ہے کہ ماہِ رمضان میں ایک فرض کی ادائیگی اور دنوں کے ستر فرضوں پر بھاری ہے۔ اسی ماہِ رمضان کا یہ رتبہ ہے کہ اس میں نفل کی ادائیگی پر اور دنوں کے فرض کے برابر اجر ملتا ہے۔ خود آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام اس مہینے کی جلوہ گری سے پہلے ماہِ شعبانِ معظم ہی میں صیام وقیام میں بھرپور اضافہ فرماتے۔ جو سراپا جود وکرم ہیں، ماہِ رمضان میں

بخششوں، عطاؤں اور داد و دہش کا سیل رواں ہو جاتے۔ آپ کا کئی کئی روز افطار نہ کرنا روزے کی روحانی کیفیات اور اس کی حلاوتوں کو ظاہر کرتا ہے۔

شہر رمضان، جامع کمالات ماہِ مکرم جس کا ایک ایک پل قیمتی اور بے بدل فیوض و برکات سے مملو ہوتا ہے۔ رؤف و رحیم آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی لیے اپنی امت کو اس ماہِ مبارک کی جلوہ فگنی سے پہلے پہلے متنبہ فرما دیا تا کہ کوئی بھی امتی اس خیر و برکت والے مہینے کے کسی لمحے کی رحمت سے محروم نہ رہ جائے۔ امام ابوبکر محمد بن قاسم ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۱۱ھ) اپنی صحیح میں پانچ واسطوں سے سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ شَھْرٌ مُّبَارَکٌ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ۔ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَ قِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْ مَا سِوَاہُ وَ مَنْ اَدّٰی فِیْہِ فَرِیْضَۃً کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَ ھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَ الصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ وَ شَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ و شَھْرٌ یُّزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ مَغْفِرَۃً لِّذُنُوْبِہٖ وَ عِتْقَ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَ کَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ قَالُوْا: لَیْسَ کُلُّنَا نَجِدُ مَا یُفَطِّرُ الصَّائِمَ فَقَالَ یُعْطِی اللّٰہُ ھٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی تَمْرَۃٍ اَوْ شَرْبَۃِ مَاءٍ اَوْ مَذْقَۃِ لَبَنٍ وَ ھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ واَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَ آخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَ اَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ وَ اسْتَکْثِرُوْا فِیْہِ مِنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ خَصْلَتَیْنِ تُرْضُوْنَ بِھِمَا رَبَّکُمْ وَ خَصْلَتَیْنِ لَا غِنٰی بِکُمْ عَنْھُمَا فَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُونَ بِھِمَا رَبَّکُمْ فَشَھَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ تَسْتَغْفِرُوْنَہٗ وَ اَمَّا اللَّتَانِ لَا غِنٰی بِکُمْ عَنْھُمَا فَتَسْأَلُوْنَ اللّٰہَ الْجَنَّۃَ وَ تَعُوْذُوْنَ بِہٖ مِنَ النَّارِ و مَنْ اَشْبَعَ فِیْہِ صَائِمًا سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَّا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ ---[صحیح ابن خزیمہ، جلد۲، صفحہ۸۱۲]

"سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم رؤف رحیم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں سے خطاب فرمایا کہ تم پر ایک مہینا آ رہا ہے جو

بہت برکتوں والا مہینا ہے اور بہت مبارک مہینا ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا روزہ فرض فرمایا اور اس رات کے قیام کو ثواب کی چیز بنایا۔ جو شخص اس بابرکت مہینا میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے، ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں کسی فرض کو ادا کر لیا جائے اور جو شخص اس مبارک مہینا میں کسی فرض کو ادا کرے گا وہ ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے۔ یہ مہینا صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینا لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینا میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے گا اس کے لیے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب بنے گا اور روزہ دار کے ثواب کی طرح اس کو ثواب ہوگا۔ لیکن اس روزے دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں ہر شخص تو اتنی استطاعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے، تو رسول کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ ایک کھجور سے بھی کوئی افطار کرا دے یا ایک گھونٹ پانی ہی پلا دے یا ایک گھونٹ لسی پلا دے، اس پر بھی مرحمت فرما دیتے ہیں۔ یہ ایسا مبارک مہینا ہے کہ اس کا پہلا حصہ رحمت ہے اور درمیان کا حصہ مغفرت اور اس کا آخری حصہ آگ سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اس مہینا میں اپنے غلام کے بوجھ کو ہلکا کر دے، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور آگ سے آزادی عطا فرما دیتا ہے۔ اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو، جن میں دو چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور کثرت استغفار ہے۔ اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب ہو اور آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے اللہ تعالیٰ (روزحشر) میرے حوض سے اُسے ایسا پانی پلائے گا جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی'' ---

رمضان کا مہینا اپنے دامن میں خوش خبریوں، رحمتوں اور برکتوں کے تحفے لاتا ہے۔ جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر لیے جاتے ہیں۔

اسی مہینے ایک روپیہ خیرات کرنے سے کم از کم ستر گنا اجر بڑھ جاتا ہے، اس مبارک مہینے کا احترام کرنے والوں (روزہ رکھنے والوں) کے لیے جنت کا خاص دروازہ بنایا گیا ہے، جسے "باب الرّیان" کا نام دیا گیا ہے، کماحقہ روزہ رکھنے والوں کے روزے کو ڈھال قرار دیا گیا ہے اور پھر اس کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، روزہ گناہوں کا دشمن ہے، دیکھیے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا، غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ، وَ مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا، غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ"---[شرح السُّنّۃ، جلد۳، صفحہ۴۴۷]

آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"جو مسلمان ماہِ رمضان کا روزہ رکھے اپنا محاسبہ کرتے ہوئے، اس کے پچھلے گناہ مٹا دیے گئے اور (اسی طرح) جو مسلمان شبِ قدر میں اپنا محاسبہ کرتے ہوئے قیام کرے اس کے بھی پچھلے گناہ مٹا دیے گئے"---

ماہِ رمضان کے دنوں کے روزے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض فرمائے اور آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقدس مہینے کی راتوں کا قیام اپنی پیاری امت کے لیے سنت بنا دیا، سبحان اللہ سبحان اللہ! کیا کرم ہے، حضور کے امتی کا کھانا پینا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، حالتِ روزہ میں روزمرہ کے معمولات سرانجام دینا، غرضیکہ مہینا بھر کی پوری زندگی اور زندگی کا ایک ایک سانس عبادت الٰہی شمار ہو رہا ہے۔ روزے دار کو افطار کرانے پر مغفرت و جنت کی بشارت، یہ افطار ایک کھجور یا لسی کے چند گھونٹ ہی کیوں نہ ہو۔ پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی کی سند عطا فرما کر رخصت ہوتا ہے۔

محررہ بالا سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت میں آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ایک جملہ امتی کے لیے انعامات خداوندی کا بحرِ ذخار ہے، اس میں ایک جملہ "شَھْرُ الْمُوَاسَات" ہے، جس میں اس ماہِ مکرم کو ہمدردی و غم خواری کا مہینا قرار دیا ہے--- اسلام کی تمام تر تعلیمات کا محور انسانی صلاح و فلاح ہے، نماز پنج گانہ کے لیے پکاری جانے والی اذان کے کلمات میں یہ دو جملے اپنے اندر سارا روحانی و معاشرتی پروگرام بتاتے ہیں۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ معاشرتی فلاح و بہبود کی اہمیت "صلوٰۃ" کے برابر ذکر کیے جانے سے عیاں ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو

عبادت کی حقیقت کے ساتھ معاشرتی بہبود پر بھی بھرپور کردار ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، خاص طور پر ''شہرِ رمضان'' کو ہمدردی کا مہینا قرار دیتا ہے، معاشرے کے محروم طبقات سے ہمدردی کا تقاضا ہے کہ ان کی زندگیوں سے محرومیوں کو دور کر کے خدا و مصطفیٰ (جل جلالہ وعلیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام) کی خوشنودی حاصل کی جائے۔ آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام آجر واجیر کے درمیان مخاصمت نہیں مواسات دیکھنا چاہتے ہیں۔ تاجروں کو کیا کیا خوش خبریاں دی گئی، دیانت دار تاجر کو روزِ حشر عرشِ الٰہی کے سائے میں ٹھکانہ ملنے کی بشارت کتنی بڑی بشارت ہے، ہمارے اسلاف خدمتِ خلق کی نیت سے تجارت کرتے تھے، ان کی سوچ اور عمل حب الٰہی اور حب نبی سے مخمور تھے، وہ دنیوی منفعت پر اُخروی فلاح کو ترجیح دیتے تھے اور دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی اہمیت پر یقین رکھتے تھے، لالچ نام کی کسی چیز سے قطعی ناآشنا تھے۔

اے کاش اسلامی دنیا کے مسلمان تاجر اپنے مال مناسب منافع پر اپنے پیارے نبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو مہیا کریں، ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری جیسے دیمک سے اپنی مسلم برادری کو محفوظ رکھنے کے لیے عملی اقدامات کریں۔ حکومتیں سادگی کا شعار بنا کر قوم کو مثال بنا کر پیش کریں، خاص طور پر ماہِ رمضان میں صنعت کار اپنی مصنوعات پر خصوصی ''رمضان رعایت'' کو رواج دیں، تا کہ دوسری اقوام کے صنعت کاروں کی ان کے تہواروں پر انتہائی رعایت کرنے کی مثالوں کے مقابلے میں مسلمان بھی اپنے تاجروں اور صنعت کاروں کی طرف سے مختلف اسلامی تہواروں پر خصوصی مراعاتی قیمتیں دیکھ کر اُن پر فخر کر سکیں۔ سوچیے عرشِ الٰہی کا سایہ ہر تاجر کا مقدر نہیں، بلکہ عرش والے کی مخلوق سے ہمدردی کا معاملہ کرنے والے تاجر کو ہی اس شرف سے نوازا جائے گا۔ خوش قسمتی سے قیامِ پاکستان کے دونوں مہینے (رمضان اور اگست) اکٹھے آ رہے ہیں۔

خاص خاص دنوں میں اشیاء خورونوش اور دیگر اشیاء سمیت کرایوں میں بھی خصوصی رعایت دی جانی چاہیے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا اندازہ کون کرسکتا ہے، وہ مہربان کرم فرمائے تو پیاسے پلّے کو پانی پلانے والی طوائف کو جنتی بنا دے، رمضان کا پاک مہینا تو رحمتِ یزداں کے بے پناہ بٹنے کا مہینا ہے، ہر کسی کو عام دعوت ہوتی ہے کہ جتنا چاہو لوٹ لو، رحمتِ خداوندی وہی لُوٹتا ہے جو بندگانِ خدا سے ہمدردی کرتا ہے اور ان کے لیے سہولیات کا اہتمام کرتا ہے۔

ماہِ رمضان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بندے اللہ کے گھر کا عمرہ کرنے جاتے ہیں، ہوائی سروسز

دینے والی کمپنیاں عام مسافروں کے مقابلے میں عازمینِ عمرہ سے کرایہ زیادہ وصول کرتے ہیں--- ائیر لائنز کی یہ روش سمجھ سے بالاتر ہے، حجازِ مقدس میں سعودی حکمرانوں نے حجاج و معتمرین کے لیے قابلِ تعریف سہولیات کا اہتمام کیا ہوا ہے اور ان خدمات کو مزید بہتر کرنے کی مساعی بھی دکھائی دیتی ہیں مگر شاید خادمِ حرمین شریفین کے علم میں نہیں کہ سعودی ایئر لائنز بھی دوسری ایئر لائنز کی طرح بے جا طور پر عازمینِ عمرہ سے عام مسافروں سے زیادہ کرایہ وصول کر رہے ہیں، جو کہ سعودیہ کے شایانِ شان نہیں، حرمین شریفین مرکزِ اسلام ہیں، ساری دنیا کے مسلمان ان مقامات کی حاضری کی تمنا رکھتے ہیں، کیا ہی اچھا ہو خادم حرمین شریفین کرایوں کی کمی کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائیں۔

اہلِ مکہ! سبحان اللہ کیا خوش قسمت اور سعادت مند لوگ ہیں جو بیت اللہ شریف کے ہمسایہ ہیں، پانچوں وقت کی اذانیں سنتے، حرم شریف میں ادائیگی کا لطف اٹھاتے، زم زم نوش کرتے، بیت اللہ شریف، حجرِ اسود، حطیم اور مقامِ ابراہیم کی زیارت سے باافراط مشرف ہوتے ہیں۔ بیت اللہ جہاں ہر وقت انوار و تجلیات کی برکھا برستی ہے، جس کے مطاف میں رجال اللہ میں سے کوئی نہ کوئی ہستی فیض بار ہوتی ہے، مکہ جو اللہ کا شہر ہے، جس میں اللہ کا گھر ہے، جس کے پتھر (حجرِ اسود) کا بوسہ، زائر کو نہال کر دیتا ہے، صحنِ کعبہ جس میں قدم قدم پر قبولیت دعا کے مقامات بکھرے پڑے ہیں۔ مکہ کے لوگو، عظیم و سعید لوگو، اللہ سبحانہ کے مہمانوں کے لیے تمہاری زندگیاں ایک نمونہ ایک مثال ہیں، بیرونِ حجاز سے آنے والے تمہاری زیارت کو بڑی سعادت تصور کرتے ہیں۔ تمہاری شخصیات سے شفقت کی امید رکھتے ہیں۔ اللہ سبحانہ کے مہمانوں کے آپ میزبان ہو،

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

مکہ والو! خدارا ناراض نہ ہونا، اللہ سبحانہ کے پیارے اور آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کے چند ارشادات کی طرف آپ سے توجہ کی التجا ہے، کیوں کہ ہو سکتا ہے زندگی کے جھمیلوں سے اس طرف توجہ کی فرصت ہی نہ ہوئی ہو۔ یہ ارشادات مکہ مکرمہ میں کرایہ مکانات سے متعلق ہیں۔

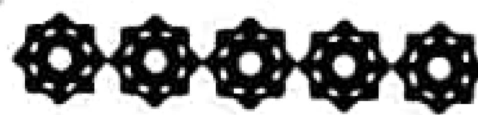
عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) مَنْ أَکَلَ کِرَاءَ بُیُوْتِ مَکَّۃَ أَکَلَ الرِّبَا---[مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۱/۴، صفحہ ۳۹۱]

عَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، "مَکَّۃَ حَرَامٌ

حَرَّمَهَا اللّٰهُ لَا تَحِلُّ بَيْعُ رِبَاعِهَا وَ لَا إِجَارَةُ بُيُوْتِهَا---

[مصنف ابن ابی شیبہ، جلد۱/۴، صفحہ۳۹۱، شرح معانی الآثار، جلد۳، صفحہ۳۱۵، حدیث نمبر۵۵۳۸]

ان روایات کی روشنی میں مکہ مکرمہ کے مکانات کا کرایہ لینا جائز نہیں--- مرکز اسلام مکہ مکرمہ کے قابل صد احترام مکینوں سے یہ امید بے جا نہیں کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مہمانوں سے کم از کم وہ سلوک تو کریں گے جو ڈیڑھ دو صدی پہلے کے مکی مسلمان مہمانانِ خداوندی سے روا رکھتے تھے۔ اُن زمانوں کے زائرین وحجاج کے سفرنامے بتاتے ہیں کہ حرمین شریفین کے مکین اللہ جل وعلاء اور سیّد المرسلین علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں سے کس محبت، شفقت اور ہمدردی سے پیش آتے۔ حجاج وزائرین کی دل کی پوری سچائی اور چاہت سے خدمت کرتے، حالانکہ اُس زمانے کے مکی ومدنی مسلمان خود افلاس زدہ اور معاشی ناآسودگی کا شکار تھے۔ مگر الحمد للہ آج دولت کی ریل پیل ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حرمین شریفین کے مکینوں کو زندگی کی ہر نعمت سے مالا مال فرما رکھا ہے تو پھر غریب مسافر، اللہ کے مہمانوں کی میزبانی یا موجودہ رویہ کیوں؟



سفرِ مقدس

جانشین حضور سیدی فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی کو حسب سابق اس بار بھی باذنہ تعالیٰ حاضریٔ مدینہ منورہ اور عمرہ کی سعادت نصیب ہو رہی ہے، توقع ہے کہ آپ کا یہ سفر سعادت ۱۹ر جولائی کو شروع ہوگا--- آپ بصیر پور شریف سے کراچی تشریف لے جائیں گے اور ۲۱ر جولائی کو ڈائریکٹ فلائٹ کے ذریعہ مدینہ طیبہ حاضری ہوگی--- نصف رمضان المبارک شہر محبوب ﷺ میں گزارنے کے بعد ۱۵ر جولائی (اگست) کو مدینہ منورہ سے لاہور واپسی ہوگی--- ان شاء المولیٰ تعالیٰ

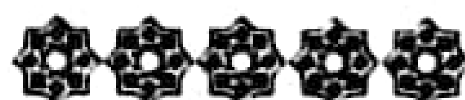
صاحبزادہ فیض نوری حسب سابق ساتھ ہوں گے---



کشمیر میں ایک اور اسرائیل بنانے کا امریکی منصوبہ

امریکہ کی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کے بارے انکشاف ہوا ہے کہ اس نے ۱۹۹۴ء سے پاکستان سمیت مسلم ملکوں اور چین کے حوالے سے ایک منصوبہ بنایا ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں یہودیوں کو آباد کر کے ان کے لیے ایک نیا ملک بنایا جائے جو چین اور پاکستان پر نظر رکھے۔ امریکی سی آئی اے مسلمانوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ان کی طاقت کو پارہ پارہ کرنے کے منصوبے پر عرصہ دراز سے عمل پیرا ہے۔ ۳؍جون ۱۹۲۴ء کو خلافت عثمانیہ پر شب خون مار کر مسلمانوں کی قوت مجتمع کو منتشر کیا اور درجن بھر ملک بنا کر مسلمانوں کو کمزور کیا، اسی طرح ۱۴؍مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیل کے نام سے صہیونی ریاست بنا کر فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا، اسی طرح اب سی آئی اے کا ۱۹۹۴ء کو ترتیب دیا گیا منصوبہ خدانخواستہ اگر کامیاب ہو جاتا ہے تو اس سے بھی کشمیری مسلمانوں کو مولی گاجر کی طرح کاٹا جائے گا اور بھارت کو ایک نیا حلیف مل جائے گا۔ جب کہ پاکستان کی بغل میں ایک صہیونی ریاست کے وجود میں آنے کے بعد اس خطے پر کیا اثرات مرتب ہوں گے، اس کا اندازہ فلسطین کے موجودہ حالات کو دیکھ کر بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ امریکہ ایک اور لے پالک بھارت کے ذریعے چین اور پاکستان کو کنٹرول کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے اور غیر ملکی امداد سے چلنے والی این جی اوز، سی آئی اے کی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے کاموں میں مصروف ہیں، اسی طرح اس منصوبے میں بلوچستان کے اندر بھارتی لابی کو مضبوط کرنا اور علیحدگی کی آواز بلند کرنا بھی شامل ہے۔ موجودہ حالات کو اگر دیکھا جائے تو سی آئی اے ۱۹۹۴ء کے پلان پر مکمل طور پر عمل پیرا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو امریکی سازش سے آگاہ رہتے ہوئے جلد از جلد امریکہ اور اس کے کارندوں کو اس خطے سے نکالنے کی کوشش کرنی چاہیے اور غیر ملکی این جی اوز کی سرگرمیوں کو بھی مانیٹر کرنا چاہیے۔

[روزنامہ نوائے وقت لاہور، اداریہ صفحہ ۱۰، مورخہ ۱۱؍جولائی ۲۰۱۱ء]



صیام، رمضان اور ہماری ذمہ داریاں

صاحبزادہ محمد سعد اللہ نوری
ایل ایل بی (آنرز) الشریعہ والقانون
انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی اسلام آباد

صوم عربی زبان کا لفظ ہے، جس کی جمع صیام ہے۔ تاہم روزہ مختلف زبانوں میں مختلف ناموں سے جانا جاتا ہے، جیسے فارسی اور اردو میں روزہ، عربی میں صوم اور انگریزی میں fasting وغیرہ۔ صوم کے معنی رکنے کے ہیں اور قرآن کریم میں صوم کے لیے صبر کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ضبط نفس اور ثابت قدمی کے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کے حکم پر اپنی خواہشات سے رکنے کا نام روزہ ہے اور یہ عبادت ہے اور اسلامی ارکان میں یہ تیسرا رکن ہے۔ بظاہر یہ ایسی عبادت ہے کہ جس میں انسان ظاہری خواہشات کو قابو میں رکھ کر اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، مگر حقیقت میں باطنی خواہشات اور برائیوں سے خود کو محفوظ رکھنا بھی روزے کے وسیع مفہوم میں شامل ہے اور محض بھوکا پیاسا رہنا نہ مطلوب ہے نہ مفید۔ حضور ﷺ نے واضح طور پر اور دوٹوک الفاظ میں فرمایا ہے:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْجَهْلَ وَ الْعَمَلَ بِهٖ فَلَا حَاجَةَ لِلّٰهِ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ---

[ابن ماجہ، ابواب الصیام، باب ما جاء في الغيبة و الرفث للصيام]

''جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ، جاہلانہ باتیں اور برے اعمال ترک نہ کرے،
تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے''---

اگر تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ روزہ نہ صرف امت مسلمہ پر فرض ہوا ہے بلکہ پہلی امتوں پر بھی فرض رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی اور یہودی اسلام کی آمد کے وقت روزے کی عبادت سے واقف تھے۔ البتہ پہلی امتوں میں روزوں کی تعداد اور روزہ رکھنے اور افطار کرنے کے اوقات مختلف تھے۔ کسی کے ہاں ایک دن کا روزہ تھا تو کسی کے ہاں ایک سے زیادہ دن کا اور یہ بات قرآن کریم کی نص سے بھی واضح ہوتی ہے، جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○---[البقرة:۱۸۳]

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گیے تھے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ''---

اسلام میں روزے کو بہت اہمیت حاصل ہے، اسے بدن کی زکوٰۃ کہا جاتا ہے اور اس کا بہت زیادہ اجر و ثواب رکھا گیا ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے:

إِنَّ الصَّوْمَ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهٖ---[صحیح مسلم، باب فضل الصیام، حدیث ۱۱۵۱]

''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا''---

اور حدیث مبارک میں نبی رحمت سرورِ عالم ﷺ کا فرمان ہے:

''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازہ کا نام باب الریان ہے، اس دروازہ سے جنت میں روزہ دار ہی داخل ہوں گے''---[رواہ سہل بن سعد، بخاری و مسلم]

روزہ انسان کے لیے گناہوں سے پاکیزگی کے حوالے سے کس قدر مفید ہے، اس کا اندازہ اس حدیث پاک سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَامَهٗ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ---[ترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی فضل شھر رمضان]

''جس نے ایمان اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اور اس کی راتوں کو قیام کیا، اس کے تمام پہلے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے''---

آگے بڑھنے سے پہلے روزے کی کچھ حکمتوں اور فوائد کا بھی جائزہ لینا چاہیے۔

درحقیقت روزے کی فرضیت بے شمار حکمتوں کی حامل ہے۔ اوّلین حکمت وہی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اس کے ذریعے انسانیت تقویٰ و پرہیزگاری کی صفت سے متصف ہوجائے۔ تقویٰ اس کیفیت کا نام ہے کہ جس کے حاصل ہونے سے انسان ازخود گناہوں کی طرف بڑھنے سے جھجک محسوس کرنے لگتا ہے۔ یوں کہیے کہ جیسے کانٹوں پر چلنا انسان کے لیے طبعاً دشوار ہوتا ہے یا نجاست میں آلودہ ہونا جبلی طور پر ناگوار ہوتا ہے۔ اسی طرح تقویٰ شعار انسان کو بھی گناہ کی طرف بڑھنا نہایت مشکل اور بھاری ہوتا ہے اور جیسے پھول ہر انسان کو پرکشش لگتے ہیں، اسی طرح متقی آدمی بھی نیک باتوں کی طرف بے تابانہ بڑھتا ہے۔ پس روزہ انسان کی اس طرح تربیت کرتا ہے کہ انسان کے نیکی کی طرف فاصلے کم اور برائی سے فاصلے بڑھ جاتے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان جنت کا حق دار اور جہنم کی آگ سے آزاد ہوجاتا ہے۔ اسی چیز کو رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ مِنَ النَّارِ کَجُنَّۃِ أَحَدِکُمْ مِنَ الْقِتَالِ---[ابن ماجہ، ابواب ما جاء فی الصیام، باب ما جاء فی فضل الصیام]

"روزے آگ سے ڈھال ہیں جیسا کہ تمہاری ڈھال قتال کے وقت کام آتی ہے"---

روزے کا ایک اہم فائدہ اور حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا یقین پختہ اور گہرا ہوجاتا ہے۔ یعنی یہ احساس کہ انسان کا فرمانروائے مطلق بس اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ آپ ذرا غور کریں کہ روزے دار کو جب شدید بھوک کی حالت میں کمر سیدھی رکھنا دشوار ہو رہا ہو اور پیاس کے باعث زبان سوکھ کر کانٹا بن چکی ہو، لیکن لذیذ کھانوں اور عمدہ مشروبات کو دیکھنا بھی اسے گوارا نہیں ہوتا۔ یہ حکم الٰہی کی تعمیل اور اللہ تعالیٰ کو اپنا حاکم مطلق تسلیم کرنے کا کس قدر شان دار عملی مظاہرہ ہے، جو کسی دوسری عبادت میں نہیں دکھائی دیتا، ماسوائے عبادت روزہ کے۔ جب بھی کوئی روزہ دار کے پاس کھائے پیے تو ظاہر ہے کہ اس وقت کھانے کی اشتہا اور پانی کی طلب اور بھی بڑھ جاتی، لیکن روزے دار صبر کرتا ہے تو اس وقت اللہ کی رحمتیں خوب نازل ہوتی ہیں۔ حضرت ام عمارہ بنت کعب انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی تو کھاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں (نفلی) روزے سے ہوں۔ فرمایا:

"کسی روزہ دار کے پاس جب کوئی غیر روزے دار کھانا کھاتا ہے تو فرشتے اس پر

رحمتیں نازل کرتے ہیں، حتیٰ کہ کھانے والا کھا کر فارغ ہو جائے“---

[ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل الصائم اذا اکل عندہ]

روزے کا ایک اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے دوسروں کے لیے ہمدردی اور غم خواری کے جذبات کو ابھارا جاتا ہے، جس سے غریبوں اور بےکسوں کی اعانت و مدد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ مال دار اور امیر طبقہ جسے عام حالات میں کبھی بھوک اور پیاس سے واسطہ ہی نہیں پڑا ہوتا، جسے صبح و شام لذتِ کام و دہن کے علاوہ کوئی اور بڑی مصروفیت ہی نہیں، ایسے افراد بھی مہینا بھر فاقہ کے عملی تجربے سے گزرتے ہیں۔ یہ تجربہ انہیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ جو بندگانِ خدا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلسل فاقہ کشی اور بھوک میں مبتلا رہتے ہیں، ان پر کیا بیتتی ہوگی۔ یہ احساس انہیں معاشرے کے نادار اور ضرورت مندوں کی مدد پر ابھارتا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ماہِ رمضان کو شھر المواساۃ یعنی غم خواری کا مہینا قرار دیا ہے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ کا اپنا معمول مبارک یہ تھا کہ عام دنوں اور مہینوں کی نسبت اس ماہِ مکرم میں زیادہ خیرات فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَ كَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ---

”رسول اللہ ﷺ ویسے تو پوری انسانیت میں سب سے زیادہ سخی تھے، لیکن ماہِ رمضان میں جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تو آپ کی سخاوت عام دنوں کی نسبت اور زیادہ ہو جاتی“---

مزید فرمایا کہ جب رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تو آپ کی سخاوت تیز ہوا سے بھی زیادہ ہوتی۔ [صحیح بخاری، باب بدء الوحی]

روزے کا ایک اہم تربیتی پہلو یہ ہے کہ اس سے انسان کو اخلاص کا عملی سبق ملتا ہے اور ریاکاری کے جذبات کی نفی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ ایک خاموش اور بے ریا عبادت ہے کہ جب تک انسان کسی کے پاس اس کا اظہار نہ کرے، دوسروں کو اس کا علم نہیں ہوتا۔

حدیث پاک میں ارشاد ہوا ہے:

لَيْسَ فِي الصِّيَامِ رِيَاءٌ---”روزے میں ریاکاری نہیں ہے“---[شعب الایمان]

یہ بھی ہمیں علم ہے کہ اخلاص اور حسنِ نیت ہی تمام اعمال کی جان اور مغز ہے۔ اخلاص کے ساتھ

کیا ہوا کام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوتا ہے اور بری نیت یا دکھلاوے کی عبادت محض مشق ہے، جس پر اللہ کی ناراضی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مہینا بھر صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے بھوک پیاس برداشت کرنا انسان کو عملی سبق دیتا ہے کہ وہ تمام اعمال اخلاص اور حسن نیت سے انجام دے اور خود کو ریا کاری سے محفوظ رکھے۔

روزے سے روحانی قوتوں کی خوب افزائش ہوتی ہے، روحانیت کی منزل پر سفر کرنے والوں کے لیے اس سے بڑھ کوئی زادِ راہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے تمام مذاہب عالم میں بھوک اور پیاس کے ذریعے برائی پر ابھارنے والی قوتوں کو دبانے اور روحانیت کی نشو ونما کی مشق کی جاتی ہے۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ روزہ الہامی مذاہب کی عبادات کا لازمی جزو رہا ہے، اسی وجہ سے یہ مقربین بارگاہ کی دل پسند اور مرغوب عبادت ہے۔ آغاز وحی سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو غار حرا کی خلوتیں پسند ہو گئی تھیں، جہاں آپ کئی کئی دنوں تک یادِ الٰہی میں مصروف رہتے اور بہت کم کھانا کھاتے۔ پھر امت کو صبح سے شام تک روزہ کا قانون دیا مگر خود اس کی لذت آشنائی کے باعث کئی کئی دن تک غذا ترک فرما دیتے جسے صوم الوصال کہا جاتا ہے۔ درحقیقت ظاہری غذا روح کو بوجھل اور کمزور بنا دیتی ہے مگر ترک غذا سے روح کو توانائی ملتی ہے، جس سے کشف و کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔

رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینا ہے اور یہ بے حد برکتوں اور رحمتوں والا مہینا ہے۔ اس ماہ کے فضائل میں بہت سی روایات ملتی ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''جب ماہ رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں''---[صحیح بخاری/صحیح مسلم]

رمضان تزکیہ نفس، تقویٰ، صدق وصفا، مکارم اخلاق، زہد، صبر واستقامت، عبادت وریاضت اور تلاوت قرآن کا مہینا ہے۔ یہ مہینا تمام مہینوں سے افضل ہے۔ اس کی راتیں تمام راتوں سے افضل، اس کے دن تمام دنوں سے افضل اور اس کی ساعتیں تمام ساعتوں سے افضل ہیں۔

ان احادیث کو سمجھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ مہینا کتنا برکتوں والا مہینا ہے، اس میں کی گئی ہر نیکی کا ثواب دگنا اور چوگنا ہو جاتا ہے اور اس میں رکھے گئے روزوں کا اجر بہت زیادہ کر دیا جاتا ہے اور دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ اجر اتنا ہو جاتا ہے جتنا رب چاہتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو دے۔ اور اس کریم و بے نیاز رب کے کیا کہنے کہ جب وہ نوازتا ہے تو بے نیاز ہو کے نوازتا ہے اور اتنا نوازتا ہے کہ بندے کی طلب ختم ہو جاتی ہے، پر رب کی عطا ختم نہیں ہوتی۔

دوستو! یہی مبارک مہینا پھر آ رہا ہے، ایسی برکتوں اور رحمتوں سے بھرپور، ہو کر ایک بار پھر ہمیں نوازنے آ رہا ہے اور یہ ہماری طاقت اور ہمت ہے کہ ہم اس سے کتنے فیض یاب ہوتے ہیں۔

ستائیسویں رمضان المبارک ہی کی ایک پاکیزہ رات تھی کہ جب اس ازلی وابدی مولا نے ہم پر کرم کیا اور ہماری رہنمائی کرنے والی کتاب نازل فرمائی تا کہ ہم اس پہ عمل کریں اور اپنی آخرت کو کامیاب بنا سکیں۔ وقت بیتتا گیا اور پھر ستائیسویں رمضان المبارک کی ایک حسین رات آئی، جب اللہ نے پھر امت مسلمہ پر احسان کیا اور دنیا کی سب سے پہلی نظریاتی ریاست پاکستان کا قیام ہوا۔ یہ پاکستانیوں پر اللہ رب العزت کا بہت بڑا احسان ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ ہم بھول گئے اور سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ بجائے ۲۷ رمضان المبارک کے ۱۴ راگست کو یوم پاکستان کے طور پر منایا۔

آج پوری امت مسلمہ ذلیل و رسوا ہو رہی ہے، مسلمانوں کا چین و سکون برباد کر دیا گیا ہے اور ہماری نوجوان نسل دین سے دور کر دی گئی ہے۔ ہماری تاریخ بھلا دی گئی ہے اور ہم ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئے ہیں۔

دوستو! اب بھی وقت ہے کہ ہم لوٹ آئیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کی طرف کیوں کہ اسی میں عزت ہے، اسی میں بھلائی ہے، آج بھی اور کل آخرت میں بھی۔

رمضان پھر آ رہا ہے۔ پھر موقع ہے عہد کرنے کا، عمل کرنے کا اور اپنی زندگیاں بدلنے کا۔ ہو سکتا ہے اگلے سال ہمیں یہ موقع نہ ملے اور ہم یوں ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں۔ آؤ! اب وقت ہے، آؤ اور اس رحیم آقا کی بارگاہ میں کھڑے ہو جائیں اور اپنے سر سجدے میں جھکا لیں اور عہد کریں کہ آئندہ ہم وہ زندگی گزاریں گے جو ایک مسلمان کی شان کے مطابق ہو گی۔ اس میں اخلاص ہو گا، وفا ہو گی، ایمان داری ہو گی اور اپنے آقا کی بندگی ہو گی۔ حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ مرد مومن کی شان بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان



رمضان المبارک کی عبادتیں

صاحبزادہ مولانا محمد نورالمصطفیٰ رضوی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ٥﴾---[پارہ۲، سورۃ البقرۃ]

''اے ایمان والو! فرض کیے گئے ہیں تم پر روزے، جیسے فرض کیے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے کہ کہیں تم پرہیزگار بن جاؤ''---

﴿شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ﴾---[ایضاً]

''ماہِ رمضان المبارک، جس میں اتارا گیا قرآن کریم اس حال میں کہ یہ راہ دکھاتا ہے لوگوں کو اور (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی، سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینا کو تو وہ مہینا روزے رکھے''---

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

☜ ''جس نے ایمان و اخلاص سے رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس کے گزشتہ گناہ

بخش دیے گئے''---[بخاری و مسلم]

''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جن میں سے ایک کا نام ''الریان'' (تروتازگی اور سیرابی والا دروازہ) ہے، اس میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے''---[ابن ماجہ]

''جس شخص نے کسی معقول (شرعی) عذر کے بغیر رمضان کا (ایک بھی) روزہ نہ رکھا (بعد میں) اس کا تمام عمر روزہ رکھنا (اس ایک روزے کا) معاوضہ نہیں ہوسکتا''---[ترمذی شریف]

''رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ انسان کی ساری نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھائی جائیں گی سوا روزے کے کہ روزہ تو میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا ثواب دوں گا (یا میں خود اس کا ثواب ہوں)۔ روزہ دار میرے لیے اپنی شہوت اور کھانا پینا چھوڑتا ہے، اس کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی اسے افطار کے وقت ہوتی ہے، دوسری اپنے رب سے ملتے وقت ہوگی۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے اور روزہ ڈھال ہے''---[بخاری و مسلم]

''جب رمضان آتا ہے، آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں''---[بخاری و مسلم]

روزہ

نماز اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بعد ۱۰ ارشعبان ۲ھ میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔ شریعت میں روزہ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کھانے، پینے اور جماع سے رکے رہنا۔ روزے کے لیے عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔

نماز کی طرح ہر عاقل و بالغ مسلمان پر پورے ماہِ رمضان المبارک کے دونوں کے روزے فرضِ عین ہیں، ان کی فرضیت کا منکر کافر اور بلا عذر چھوڑے والا سخت گناہ گار ہے۔

روزہ کی نیت

نیت دل کے ارادے کا نام ہے، البتہ زبان سے کہہ لینا بہتر ہے۔ اگر رات کے وقت نیت کی تو یوں کہے:

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ---

''نیت کی میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے، اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا'' ---

دن کے وقت نیت کی تو یوں کہے:

نَوَيْتُ اَنْ اَصُوْمَ هٰذَا الْيَوْمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ ---

''نیت کی میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے، آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا

(اس تصور سے کہ صبح صادق سے روزہ دار ہوں)'' ---

روزے توڑنے والے کام

❶ کھانے، پینے یا جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جب کہ روزہ دار ہونا یاد ہو، ورنہ نہیں۔

❷ حقہ، سگریٹ، بیڑی، سگار وغیرہ پینے سے اور پان تمباکو وغیرہ کھانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

❸ شکر، چینی، گڑ وغیرہ ایسی چیزیں جو منہ میں رکھنے سے گھل جاتی ہیں، منہ میں رکھیں اور نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

❹ دانتوں میں کوئی چیز چنے برابر یا اس سے زیادہ تھی، اسے کھا لیا یا کم ہی تھی، مگر منہ سے نکال کر پھر کھالی تو روزہ جاتا رہا۔

❺ دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اور مزہ محسوس ہوا تو روزہ گیا۔ ایک دو بوند آنسو منہ میں چلا گیا تو حرج نہیں، اگر زیادہ چلا گیا اور مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ نہ رہا، یہی پسینے کا حکم ہے۔

❻ حقنہ لیا یا نتھنوں میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا خود چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا، مگر پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

❼ منہ میں رنگین ڈورا رکھا، جس سے تھوک رنگین ہو گیا اور تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

❽ قصداً منہ بھر قے آئی (اور قے میں کھانا آئے یا صفرا یا خون) اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ ٹوٹ گیا، اگر قے میں صرف بلغم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (اور اگر بلا قصد خود بخود قے آجائے اگرچہ منہ بھر ہو، روزہ نہیں ٹوٹتا)

❾ مبالغے کے ساتھ طہارت کی یہاں تک کہ پانی حقنہ رکھنے کی جگہ تک پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اتنا مبالغہ سخت بیماری کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

مندرجہ ذیل چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

① بھول کر کھایا، پیا یا جماع کیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

② مکھی یا دھواں یا گرد حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر قصداً مکھی نگلی یا خود دھواں پہنچایا (مثلاً دھونی، اگربتی، لوبان وغیرہ سلگائی اور منہ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا) تو روزہ ٹوٹ گیا۔

③ بھری سینگی لگوائی یا تیل یا سرمہ لگایا تو روزہ نہ ٹوٹا، اگرچہ تیل یا سرمے کا مزہ حلق میں محسوس ہو یا تھوک میں اس کا رنگ دکھائی دے۔

④ بات کرتے وقت تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے یا اسے پی گیا یا کھنگار منہ میں آیا اور کھا گیا، روزہ نہ ٹوٹا، تاہم ایسی باتوں سے احتیاط چاہیے۔

⑤ دانت سے خون نکل کر حلق تک پہنچا مگر نیچے نہ اترا یا بھولے سے کھانا کھا رہا تھا، یاد آتے ہی فوراً نوالہ تھوک دیا تو روزہ نہ گیا (اگر نگل لیا، جاتا رہا) یوں ہی سحری کھاتے کھاتے صبح صادق ہو گئی، اسی وقت نوالہ اگل دیا تو روزہ نہ ٹوٹا، ورنہ ٹوٹ گیا۔

⑥ تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی یا وہ تھوک کے ساتھ حلق میں اتر گئی تو روزہ نہ گیا۔ مگر مزہ حلق میں محسوس ہوا تو جاتا رہا۔

⑦ دوا کوٹی یا آٹا چھانا اور اس کا مزا حلق میں محسوس ہوا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

⑧ کان میں پانی چلا گیا تو روزہ نہ ٹوٹا۔

⑨ احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ غسل فرض ہو، مگر سارا دن نہ نہائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (اگرچہ یہ سخت گناہ ہے اور فرض نماز چھوڑنا حرام اور روزے کی حالت میں اشد حرام ہے۔)

جن جن حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ھے

❶ سفر، حمل، بچے کو دودھ پلانا، بیماری اور بڑھاپا، ہلاک ہونے کا ڈر، اکراہِ شرعی، جنون اور جہاد، یہ سب روزہ نہ رکھنے کے عذر ہیں۔ ان عذروں کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا گناہ نہیں، مگر بعد میں قضا ضروری ہے۔ سفر سے شرعی سفر (کم از کم تین دن کی راہ، جو ساڑھے ستاون (۵۷.۵۰) میل (۹۲ کلومیٹر) ہے) مراد ہے۔

❷ حمل والی یا دودھ پلانے والی کو اگر اپنی یا بچے کی جان کا ڈر ہو تو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔

❸ مریض کو بیماری بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو تو اس دن روزہ نہ رکھیں۔ یاد رہے کہ گمانِ غالب کی تین صورتیں ہیں:

● ......اس کی ظاہرہ نشانی پائی جاتی ہو۔

● ......اپنا تجربہ ہو۔

● ......کسی ماہر اور متقی طبیب نے اسے خبر دی ہو۔

4 بھوک یا پیاس ایسی ہو کہ ہلاک یا پاگل ہو جانے کا صحیح ڈر ہو۔

5 سانپ نے کاٹا یا ویسے ہی جان کا خطرہ ہو تو روزہ توڑ دیں۔

6 شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جو عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اب روز بروز کمزور ہی ہوگا، تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ ہاں ہر روزے کے بدلے فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلانا اس پر واجب ہے۔ اگر فدیہ ادا کرنے کے بعد روزہ رکھنے کی طاقت دوبارہ آ گئی تو روزہ رکھنا واجب ہے اور یہ فدیہ صدقۂ نفل ہو گیا۔

7 کسی کے بدلے کوئی دوسرا روزہ رکھ سکتا ہے نہ نماز پڑھ سکتا ہے، البتہ اپنے روزے، نماز وغیرہ کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔ [عالم گیری وغیرہ]

روزے میں یہ کام مکروہ ہیں

① جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بے ہودہ بکنا، کسی کو ناجائز تکلیف دینا، ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں مگر روزے میں زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ اور بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔

② روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے۔ عذر یہ ہے کہ شوہر یا آقا بد مزاج ہے، نمک کم و بیش ہوگا، اس کی ناراضگی کا باعث ہو تو اس وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں۔ (یاد رہے کہ چکھنے سے مراد تھوڑا بہت کھا لینا نہیں بلکہ زبان پر رکھ کر مزا پہچاننا اور پھر تھوک دینا ہے۔ اگر خدانخواستہ حلق میں کچھ چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

③ منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا اچھا نہیں اور روزے میں تو یہ مکروہ ہے۔

④ گلاب یا مشک (کستوری) وغیرہ سونگھنا، داڑھی، مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ مکروہ نہیں، لیکن اگر زینت کے لیے سرمہ لگایا یا مٹھی بھر داڑھی سے زیادہ بڑھانے کے لیے تیل لگایا تو یوں بھی مکروہ، مگر روزے میں زیادہ مکروہ۔

⑤ روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے، یعنی کلی میں منہ بھر پانی نہ لے، ہاں مسواک کرنا مکروہ نہیں، بلکہ عام دنوں کی طرح روزے میں بھی سنت ہے۔

درج ذیل صورتوں میں صرف قضا لازم ہے

1 گمان یہ تھا کہ صبح صادق شروع نہیں ہوئی، اس لیے کھایا، پیا یا جماع کیا اور بعد کو یہ خیال غلط ثابت ہوا یا یہ گمان کر کے سورج ڈوب چکا ہے، افطار کر لیا، حالانکہ سورج ڈوبا نہیں تھا، روزہ ٹوٹ گیا مگر صرف قضا رکھے۔

❷ بھول کر کھایا پیا وغیرہ اور گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اب قصداً کھایا پیا وغیرہ تو صرف قضا ہے۔

❸ کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا، اس میں دوا ڈالی جو پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ لیا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکری، مٹی، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں تو صرف قضا لازم ہے۔

❹ صبح کو نیت نہیں تھی اور زوال سے پہلے کر لی، مگر پھر کچھ کھا لیا تو صرف قضا کرے۔

❺ حلق میں بارش کی بوند یا اولا چلا گیا یا بہت سے آنسو یا پسینہ نگل لیا تو صرف قضا ضروری ہے۔

روزہ قصداً توڑنے کی صورت میں قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہے

رمضان کا روزہ قصداً توڑنے سے کفارہ بھی لازم ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک لونڈی یا غلام آزاد کرنا (جو آج کل ناممکن ہے) ورنہ لگاتار ساٹھ روزے رکھنا اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر دونوں وقت کھانا کھلانا۔

روزے کے تین درجے

روزے کے تین درجے ہیں:

﴿۱﴾ ایک عام لوگوں کا روزہ کہ کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا۔

﴿۲﴾ دوسرا خواص کا روزہ کہ کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا اور اس کے علاوہ کان، زبان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہ سے باز رکھنا۔

﴿۳﴾ تیسرا خاص الخاص کا روزہ کہ جمیع ماسوا اللہ سے اپنے آپ کو بالکلیہ جدا کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا۔

سحری و افطاری

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

- ......"سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے، ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں (ایک) فرق سحری کا لقمہ ہے"۔ [بخاری و مسلم]
- ......"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں"۔ [مسند امام احمد]
- ......"افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے"۔ [طبرانی اوسط]
- ......"جب کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور یا چھوہارے سے کرے کہ وہ برکت ہے اور اگر نہ ملے تو پانی سے کہ وہ پاک کرنے والا ہے"۔

ضروری نوٹ

سحری کھانا اور اس میں دیر کرنا سنت ہے مگر اتنی دیر کرنا مکروہ ہے کہ صبح صادق شروع ہونے کا شک پیدا ہو، نیز افطار میں جلدی کرنا سنت ہے، جب کہ سورج ڈوب جانے کا اطمینان ہو۔

افطار کے وقت کی دعا

نبی کریم ﷺ افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ---

''اے اللہ! تیرے لیے میں نے روزہ رکھا اور تیرے رزق پہ کھولا''---

نماز تراویح

تراویح بیس رکعت کی وہ نماز ہے جو سنت موکدہ ہے اور صرف رمضان شریف میں پڑھی جاتی ہے۔ اس کا وقت عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد سے صبح صادق کے شروع ہونے تک ہے۔ نماز تراویح کا چھوڑنا ناجائز اور گناہ ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو رمضان میں ایمان و اخلاص کے ساتھ قیام کرے، اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں''---

تراویح کے چند ضروری مسائل

مہینا بھر کی تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے، دو مرتبہ فضیلت اور تین بار افضل ہے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''اگر تم چاہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو تم میں سے بہتر لوگ تمہاری امامت کریں کیوں کہ امام تمہارے اور رب تعالیٰ کے درمیان ترجمان ہوتے ہیں''---

[دار قطنی وغیرہ]

لہٰذا امام ایسا ہونا چاہیے جس کا عقیدہ اور عمل بہتر ہو، یعنی صحیح العقیدہ اور عالم و حافظ وغیرہ، پابند شریعت اور پرہیزگار ہو۔

- ......روزہ اور تراویح لازم وملزوم نہیں کہ ایک رہ جائے تو دوسرا بھی ادا نہ کریں۔ خدانخواستہ کسی کا روزہ رہ جائے تو بھی تراویح میں شامل ہو، یوں ہی اس کے برعکس تراویح نہ پڑھ سکا تو بھی روزہ رکھے۔
- ......تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے، اگر مسجد کے سب لوگوں نے چھوڑ دی تو سب گناہ گار اور اگر کسی ایک نے گھر میں پڑھ لی تو گنہگار نہیں۔

● ...... نابالغ کے پیچھے فرض اور وتر اور سنت مؤکدہ جائز نہیں (للہذا نابالغ کی اقتدا میں تراویح درست نہیں)۔

● ...... بعض لوگ اتنی تیزی سے قرآن پاک پڑھتے ہیں کہ صرف ''یعلمون تعلمون'' کا پتہ لگتا ہے، اتنی تیزی جائز نہیں۔

حضرات صحابہ کرام وخلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں تراویح بیس رکعت پڑھی گئیں، چاروں اماموں میں سے کسی کا مذہب بیس رکعت سے کم نہیں۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں شروع سے لے کر آج تک بیس رکعت تراویح پر عمل ہے۔

حضرت داتا گنج بخش، سیدنا غوث اعظم، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سلطان اورنگ زیب عالم گیر، اولیائے امت، محدثین کرام اور سلاطین اسلام (رحمہم اللہ تعالیٰ) بیس رکعت تراویح پر عامل تھے۔

اعتکاف

اعتکاف کے شرعی معنی ہیں مسجد میں ذکر الٰہی کی نیت سے ٹھہرنا، ٹھہرنے والے کو معتکف کہتے ہیں۔

بیسویں روزے سورج غروب ہونے سے لے کر عید کا چاند ہو جانے تک مسجد میں اعتکاف کرنا مسلمانوں پر سنت مؤکدہ (کفایہ) ہے۔

تمام شہر کے مسلمانوں میں سے کسی ایک نے اعتکاف کر لیا تو سب محلے یا شہر والے بری، ورنہ سب گنہگار۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے رمضان شریف میں دس دنوں کا اعتکاف کیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کیے'' ---[بیہقی شریف]

اعتکاف کے چند ضروری مسائل

● ...... معتکف کو بیسویں روزے سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جانا چاہیے اور پھر عید کا چاند ہو جائے تو نکلنا چاہیے۔

● ...... مرد کے اعتکاف کے لیے مسجد ضروری ہے اور عورت اپنے گھر میں اس جگہ اعتکاف کرے جو اس نے نماز کے لیے مقرر کی ہے۔

● ...... معتکف کے لیے مسجد سے بغیر عذر نکلنا جائز نہیں، یوں ہی عورت بھی اعتکاف کی جگہ سے نہ نکلے۔ مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں:

① طبعی، جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا و طہارت، غسل فرض اور وضو (جب کہ غسل و وضو کی جگہ مسجد میں نہ بنی ہو)

② شرعی، جیسے نماز جمعہ کے لیے جانا، نماز جمعہ کے لئے جائے تو اس وقت جب چار سنتیں پڑھ کر خطبے میں شامل ہو سکے۔

اعتکاف ایسی مسجد میں بیٹھنا چاہیے جہاں کم از کم پنج وقتہ نماز کی جماعت ضرور ہوتی ہو، ورنہ معتکف جماعت کے وقت دوسری مسجد میں جماعت میں شامل ہونے کے لیے جا سکتا ہے۔ معتکف کو مسجد میں کھانا پینا جائز ہے مگر اس کو آلودہ نہ کرے۔

شب قدر

رمضان شریف کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں (یعنی ۲۱ویں، ۲۳ویں، ۲۵ویں، ۲۷ویں اور ۲۹ویں) میں ایک رات ایسی باعظمت ہے جو قرآن مجید کی رو سے ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے۔ اسی رات قرآن پاک لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر نازل ہوا، جب بھی یہ رات آتی ہے، حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں اور بیہقی کی ایک روایت کے مطابق ہر قیام وقعود کرنے والے عابد کو دعائیں دیتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

''جو شب قدر میں ایمان و اخلاص کے ساتھ قیام کرے، اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں''---[بخاری شریف]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یارسول اللہ! اگر میں شب قدر کو جان لوں تو اس رات کو کیا پڑھوں؟ فرمایا، یہ عرض کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ---

''الٰہی! تو معاف فرمانے والا ہے، عفو و درگزر کو پسند فرماتا ہے، مجھے بھی معاف فرما دے''---

اکثر صحابہ و تابعین اور بزرگان دین کے نزدیک رمضان کی ستائیسویں رات شب قدر ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مذکورہ پانچوں راتیں جاگ کر عبادت میں گزاریں۔ ہمیں چاہیے کہ اس رات کی قدر کریں اور ذوق و شوق کے ساتھ ذکر الٰہی، تلاوت و نوافل اور توبہ و استغفار میں محو رہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا، جو شخص شب قدر میں عشاء کی نماز کے بعد سات مرتبہ سورۃ قدر پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے جنت کی دعا کریں گے۔

بعض بزرگانِ دین نے فرمایا، جو شخص شب قدر میں چار رکعت اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد الھٰکم التکاثر ایک بار اور سورۃ اخلاص تین مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ موت کی سختی آسان فرمادے گا اور اس سے عذاب قبر دور کر دیا جائے گا۔

نوافل کفارۂ قضا عمری

جمعۃ الوداع کے دن نوافل قضا عمری پڑھے جاتے ہیں، کچھ لوگ اسے حرام و بدعت کہتے ہیں اور بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ عمر بھر جو فرض نمازیں ادا نہیں کی گئیں وہ اسی میں ادا ہو جاتی ہیں، حالانکہ یہ نماز حرام و بدعت ہے اور نہ اس ایک نماز کے پڑھنے سے باقی نمازیں معاف ہو سکتی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس کی فرض نمازیں قضا ہو گئی ہوں، اگر وہ اپنے اس فعل پر نادم و شرمندہ ہو کر توبہ کرے اور قضا شدہ نمازیں ادا کر لے اور پھر قضا عمری کے نوافل پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قضا عمری کی وجہ سے اس کی نمازیں قضا ہونے اور ان میں تاخیر واقع ہونے کا جو گناہ ہوا تھا، وہ معاف بلکہ نیکی میں تبدیل ہو جائے گا۔

نوافل کفارۂ قضا عمری ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جمعۃ الوداع کے دن ظہر اور عصر کے درمیان بارہ رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ، آیت الکرسی، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ایک ایک بار پڑھے۔ اس کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا گیا۔

[تفسیر روح البیان، جلد ۳، صفحہ ۴]

بعض بزرگوں نے نوافل کفارۂ قضا عمری ادا کرنے کا طریقہ یوں لکھا ہے:

”چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ آیت الکرسی اور پندرہ مرتبہ سورۃ الکوثر پڑھے، سلام کے بعد ایک سو مرتبہ درود شریف اور ایک سو مرتبہ استغفار پڑھ کر دعا مانگی جائے“---

صدقۂ فطر

نبی محتشم ﷺ نے فرمایا:

”بندے کا روزہ آسمان و زمین کے درمیان رکا رہتا ہے، جب تک صدقۂ فطر ادا نہ کرے“---[دیلمی]

مالک نصاب پر اس کی اپنی اور چھوٹے بچے کی طرف سے صدقۂ فطر واجب ہے۔ سنت یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے ادا کرے، اگر نہ کر سکا تو بعد میں ادا کرے۔ صاحب نصاب وہ شخص ہے جو ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی مالیت کا مالک ہو۔

● ......عید کے دن صبح صادق کے شروع ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے، اس سے پہلے جو فوت ہوا اور اس کے بعد جو پیدا ہوا، دونوں پر نہیں۔

● ......باپ نہ ہو تو دادا اپنے یتیم پوتے پوتیوں کی طرف سے صدقہ ادا کرے۔

● ......تحقیق اور احتیاط کے لحاظ سے گندم سے صدقۂ فطر قریباً سوا دو سیر (یعنی دو کلو پینتالیس گرام) فی کس بنتا ہے۔ (اور جو، کھجور یا کشمش کی مقدار ایک صاع یعنی چار کلو نوے گرام فی کس ادا کرے)

عید الفطر

عید کا دن نہایت متبرک اور فرحت آمیز ہے، اس روز غسل و مسواک کا اہتمام کریں، عمدہ قسم کی خوشبو لگائیں، نفیس کپڑے پہنیں، عید گاہ کی طرف پیدل چل کر جانا افضل ہے اور دوسرے راستہ سے آئیں، آتے جاتے آہستہ آہستہ یہ دعا پڑھتے جائیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ---

عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا سنت ہے، اس روز بکثرت صدقہ دینا، عزیزوں دوستوں سے مل کر انھیں مبارک باد دینا اور مصافحہ کرنا چاہیے۔

عید کے بعد کے روزے

حدیث شریف میں ہے:

"جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد چھ دن شوال کے (نفلی) روزے رکھے تو وہ گناہوں سے ایسے نکل گیا، جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا" ---[معجم الاوسط]

نماز عید ادا کرنے کا طریقہ

عید کی نماز دو رکعت واجب ہے۔ تکبیر تحریمہ کے بعد سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ (ثنا) پڑھیں، پھر ہاتھ اٹھا کر تین تکبیریں کہیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں، پھر امام قراءت کرے گا، قراءت کے بعد حسبِ معمول رکوع و سجود کریں، پھر دوسری رکعت میں امام قراءت کرے گا، قراءت کے بعد تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر تکبیریں کہیں، چوتھی تکبیر ہاتھ اٹھائے بغیر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں، باقی نماز حسبِ معمول مکمل کریں۔ نماز عید کے بعد خطبہ سننا واجب ہے۔

و ما علینا الا البلاغ



اسرار الاحکام
پہلی قسط

روزہ کی حکمتیں

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ

جاننا چاہیے کہ ہمارے مادی جسم کو نورِ نظر کی ضرورت ہے، اندھا انسان گویا مجبورِ محض ہے۔ پھر نورِ نظر نور ہونے کے باوجود ایک دوسرے نور -- خارجی روشنی -- کا حاجت مند ہے کہ ہماری آنکھ اندھیرے میں کام نہیں کر سکتی۔ غرضیکہ اندرونی اور بیرونی دو نور مل کر ہماری حاجت پوری کرتے ہیں اور اس دنیا کی چیزیں دکھاتے ہیں۔ اسی طرح ہماری روح و قلب کو نورِ عقل کی ضرورت ہے۔ دیوانہ و پاگل آدمی اپنی کسی قوت سے صحیح کام نہیں لے سکتا۔ پھر نورِ عقل اگرچہ نور ہے لیکن اس کے لیے نورِ نبوت ازبس ضروری ہے۔ بے نورِ نبوت انسانی عقل باعث کفر و طغیانی ہے۔ انسان عقل سے مشین، انجن، بجلی بنا سکتا ہے۔ ہوا، پانی پر راج اور قبضہ کر سکتا ہے مگر ایمان و عرفان تیار نہیں کر سکتا۔ یوں سمجھو کہ عقل سے آسمان و زمین کی پیمائش ہو سکتی ہے مگر اپنی پیمائش نہیں ہو سکتی۔ عقل سے اس مادی دنیا کی چیزیں پہچان سکتے ہیں مگر اپنے کو نہیں پہچان سکتے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ اگر ایمان کے لیے محض عقل انسانی کافی ہوتی تو عقلاء یونان میں کوئی بے دین نہ ہوتا۔ مولانا فرماتے ہیں:

چند خوانی حکمت یونانیاں!
حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

حقیقت یہ کہ ہر شخص اپنے وطن کے گلی کوچوں سے خوب واقف ہوتا ہے، اجنبی جگہ کے لیے ایسے رہبر کا محتاج ہوتا ہے جو یا تو وہاں کا باشندہ ہو یا وہاں آتا جاتا رہتا ہو۔ ہماری عقل اس سفلی دنیا کی چیز ہے، اسے اسی عالم کی خبر ہے، یہاں کی چیزوں کو جانتی پہچانتی ہے، اسے عالم بالا اور دوسری دنیا سے

کیا تعلق؟ وہاں سے وہ ہی باخبر ہوگا جو اس عالم میں رہ کر آیا ہو یا وہاں آتا جاتا رہتا ہو۔ اللہ کے جو بندے ان دونوں جہانوں سے تعلق رکھتے ہیں، انہی کا نام اسلام میں انبیاء، اولیاء ہے۔

(علٰی نبینا و علیھم الصلوۃ و السلام)

لہٰذا ضروری ہے کہ عاقل اس دنیا کی باتوں میں اپنی عقل پر اعتماد نہ کرے بلکہ بارگاہ انبیاء و اولیاء میں اپنی ناقص و ناکارہ عقل بالائے طاق رکھ کر طفل مکتب بن کر حاضر ہوتا کہ وہاں کا فیض پا سکے۔ وہی ڈول کنوئیں سے پانی لاتا ہے جو خالی ہو کر جاتا ہے۔

"عقل قربان کن بہ پیش مصطفٰی"

یہ طریقہ نہایت ہی بہتر تھا۔ اس پر صحابہ کرام اور بزرگان دین عامل رہے، جس سے انہوں نے بارگاہ مصطفوی سے جو فیوض و برکات حاصل کیے وہ دنیا کو معلوم ہے لیکن جو موجودہ زمانہ کے مسلمان اپنی عقل و دانش پر ایسے نازاں ہوئے کہ ہر دینی حکم میں عقل کو دخل دینے لگے کہ جو عقل میں آجائے وہ ٹھیک ورنہ اس میں تامل ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اگر کسی دینی حکم کی حکمت عقل سے سمجھ میں آجاتی تو خدا کا شکر کرتے، اگر سمجھ میں نہ آتی تو بلا چون و چرا قبول کرتے، مگر ایسا نہ کیا، اس لیے مجھے خیال پیدا ہوا کہ بقدر وسعت احکام شرعیہ کی عقلی حکمتیں بیان کروں، تاکہ مخلصین کو سرور ہو اور مخالف قبول کرنے پر مجبور ہو۔

اللہ تعالیٰ حق بولنے، حق ماننے کی توفیق دے اور میری اس ناچیز خدمت کو قبول فرما کر اسے صدقہ جاریہ اور میرے گناہوں کا کفارہ بنائے۔ اس رسالہ کا نام اسرار الاحکام بانوار القرآن رکھتا ہوں۔ (و ما توفیقی الّا باللّٰہ علیہ توکلت و الیہ انیب)

احمد یار خاں

۲۱/مارچ ۱۹۴۹ء

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر میں سے رمضان المبارک کی مناسبت سے اس بار روزہ کے اسرار و حکم شائع کیے جا رہے ہیں، آئندہ کلمہ طیبہ اور دیگر ارکان اسلام کے حوالے سے بالترتیب مضامین قسط وار آتے رہیں گے [ادارہ] ان شاء المولیٰ تعالیٰ

روزہ کے اسرار

سوال روزے میں کیا حکمت ہے، اسلام میں یہ کیوں رکھا گیا کہ ہم اپنی چیز ایک وقت خود نہ کھا پی سکیں۔

جواب پیٹ بھرنے سے نفس قوی ہوتا ہے اور خالی رہنے سے روح میں قوت آتی ہے۔ روح اور نفس گویا دونوں ہمارے بازو ہیں، یہ انسانی زندگی کے دو پہیے ہیں، لہٰذا کچھ دن

نفس کو غذا دو اور کچھ دن روح کو۔ نیز روزہ پیٹ کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔ اگر کوئی ہر ماہ میں تین دن روزے رکھ لیا کرے تو وہ شکمی امراض سے محفوظ رہے گا۔ نیز روزے سے فقر اور فاقہ کی قدر معلوم ہوتی ہے اور فقراء کی امداد کو دل چاہتا ہے۔ روزے میں اپنی بندگی اور رب کی ملکیت کا اظہار ہوتا ہے کہ ہم اپنی کسی چیز کے مستقل مالک نہیں۔ گھر میں سب کچھ ہے مگر رب نے روک دیا تو کچھ استعمال نہیں کر سکتے۔ روزے سے بھوک برداشت کرنے کی عادت رہتی ہے کہ اگر کبھی فاقہ درپیش آجائے تو روزہ دار صبر کر سکے گا۔ روح جسم میں آکر غذا کی حاجت مند ہوئی، لہٰذا گناہ بھی کرنے لگی، اب کچھ وقت اسے بھوکا رکھوتا کہ اسے اپنی پہلی حالت یاد رہے اور گناہ سے باز رہے۔

سوال روزے میں کیا خصوصیات ہیں، جو دیگر عبادات میں نہیں۔

جواب روزے میں چند خصوصیات ہیں، اولاً یہ کہ تمام عبادات میں کچھ کرنا ہے اور روزے میں کچھ چھوڑنا، یعنی کھانا پینا، جماع چھوڑنا اور رب کے لیے خواہشات چھوڑنا بڑی عبادت ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام عبادات میں اطاعت کا غلبہ ہے اور روزے میں عشق کا، کیوں کہ اس میں عشاق کے تمام نشان موجود ہیں:

عاشقاں را شش نشان ست اے پسر آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پرسند سہ دیگر کدام کم خور و کم گفتن و خفتن حرام

تیسرے یہ کہ دیگر عبادات خاص حالات میں رہتی ہیں مگر روزہ ہر حالت میں مومن کے ساتھ ہے۔ کیوں کہ جاگتے، سوتے، کھیلتے، کودتے، کاروبار کرتے، ہر حال میں روزہ منہ میں ہے۔ چوتھے یہ کہ روزہ شکم سیری کی زکوٰۃ ہے۔ پانچویں یہ کہ عبادات شکر ہیں اور روزہ صبر اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

سوال حدیث قدسی میں ہے (اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ) روزہ میرا ہے، میں اس کی جزا دوں گا'' اس کا کیا مطلب ہے؟ ساری عبادات رب کی ہیں اور وہی جزا دینے والا ہے، پھر روزے کو خاص کر کیوں کہا گیا۔

جواب دو وجہ سے، ایک یہ کہ دیگر عبادات میں ریا ہو سکتی ہے کیوں کہ وہ ظاہر ہیں مگر روزے میں ریا کا احتمال نہیں، کیوں کہ یہ خفیہ چیز ہے۔ اگر کوئی گھر میں کچھ کھا لے اور لوگوں میں روزہ ظاہر کرے تو کوئی کیا جانے۔ لہٰذا روزہ دار یقیناً رب کے لیے ہی روزہ رکھ سکتا ہے دوسرے یہ کہ قیامت میں ظالم کی دیگر عبادات مظلوم چھین لیں گے مگر روزہ کسی کو نہ دیا جائے گا۔ حکم ہوگا کہ یہ تو میری چیز ہے کسی کو نہ ملے گی۔

سوال پھر اس کا مطلب ہے کہ میں اس کی جزا دوں گا؟

جواب اس حدیث کی دو قراءتیں ہیں۔ اُجْزٰی بِہٖ، یعنی میں روزہ کی جزا ہوں۔ تمام عبادات کی جزا جنت اور روزے کی جزا خود خالق جنت ہے۔ دوسری ''اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ'' یعنی میں روزے کا خود بدلہ دوں گا۔ دیگر عبادات کے ثواب مقرر ہیں مگر روزے کی جزا کچھ مقرر نہیں فرمائی، رب دینے والا، بندہ لینے والا۔ جس قدر چاہے گا دے گا، کیوں کہ روزہ دار عاشق ہے اور عشق کا ثواب لقائے محبوب ہے۔ لقائے محبوب کے ساتھ تمام نعمتیں غیر محدود ہیں۔

سوال ماہ رمضان میں کیا خصوصیات ہیں، جو دیگر مہینوں میں نہیں؟

جواب چند خصوصیات یہ ہیں، قرآن شریف میں صرف رمضان ہی کا نام آیا، کسی اور مہینا کا نام نہیں آیا۔ جیسے جماعت صحابہ میں صرف حضرت زید کا نام آیا۔ رمضان، رحمٰن، قرآن، غفران اور شیطان قریباً ہم وزن ہیں۔ یعنی رحمٰن نے رمضان میں قرآن بھیجا تا کہ مومنوں کو غفران ملے اور شیطان کو قید۔ دیگر مہینوں میں خاص دن یا خاص ساعتیں عبادت کی ہیں، بقرعید میں چار دن نویں سے بارہویں تک، محرم میں دسویں، شوال میں پہلی، شعبان میں چودھویں، رجب میں ستائیسویں تاریخیں مگر رمضان میں ہر ساعت عبادت کی ہے کہ صبح سے شام تک روزہ، پھر افطار، تراویح، سحری، تلاوت قرآن، غرضیکہ عجیب مبارک ہے ماہ رمضان۔ گلشن اسلام کے لیے موسم بہار ہے کہ اس کے آتے ہی مساجد، قرآن، ذکر، تلاوت وغیرہ سے سب ہی میں رونق آجاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس مہینا میں جنت بھی آراستہ ہوتی ہے۔ دیگر مہینوں میں ایک یا دو خصوصی عبادات کی جاتی ہیں مگر رمضان میں بے شمار--- روزے، افطار، سحری، تراویح، اعتکاف، شب قدر کی عبادات اور ادائے زکوٰۃ۔ عام مسلمانوں کو دوسرے مہینوں کی تاریخیں معلوم نہیں ہوتیں مگر رمضان کا دن گن گن کر گزارا جاتا ہے۔

سوال روزوں کے لیے ماہ رمضان کیوں منتخب ہوا؟

جواب اس لیے کہ ماہ رمضان میں قرآن شریف لوح محفوظ سے منتقل ہو کر پہلے آسمان پر آیا، پھر وہاں سے ۲۳ سال میں آہستہ آہستہ حضور ﷺ پر نازل ہوا۔ قرآن رب کی بڑی نعمت ہے۔ نعمت ملنے پر بطور شکر یہ روزے رکھوائے گئے۔ نیز رمضان میں ہر نیکی کا ثواب ۷۰ درجہ ملتا ہے، اس لیے اس مہینا میں روزہ، اعتکاف وغیرہ رکھے گئے تا کہ ثواب زیادہ ہو۔

سوال رمضان میں تراویح بیس رکعت کیوں پڑھتے ہیں اور تراویح میں قرآن کیوں پڑھا جاتا ہے؟

جواب اس لیے کہ ہر رمضان میں جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کو پورا قرآن شریف سنایا کرتے تھے اور اچھوں کی نقل بھی اچھی ہوتی ہے۔ انسان ہر دن رات میں ۲۰ رکعتیں فرض واجب پڑھتا ہے، ۱۷ فرض، ۳ وتر، رمضان میں ان ۲۰ کی تکمیل کے لیے ۲۰ رکعتیں اور پڑھوائی گئیں تا کہ

اس مبارک مہینا میں اگر وہ رکعتیں ناقص رہی ہوں تو ان سے کامل ہو جائیں۔ اس ماہ میں عبادت کامل تر چاہیے۔

سوال جب ماہ رمضان ایسا مبارک مہینا ہے تو اس کے جانے پر عید کیوں منائی جاتی ہے، مبارک چیز جانے پر غم منانا چاہیے نہ کہ خوشی۔

جواب یہ خوشی دو وجہ سے ہے، ایک تو ماہ مبارک میں عبادت کی توفیق ملنے کا شکریہ، خدایا! تیرا شکر ہے کہ تو نے خیر سے روزے، تراویح، اعتکاف وغیرہ ادا کرا دیے۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو رمضان کے جانے کا بہت صدمہ ہوتا ہے، جمعۃ الوداع کو لوگ زار زار روتے ہیں۔ اس غم کو ہلکا کرنے کے لیے یہ خوشی رکھ دی تاکہ رنج کا احساس کم ہو۔

سوال روزہ دن میں کیوں رکھا جاتا ہے، رات کو چاہیے تھا؟

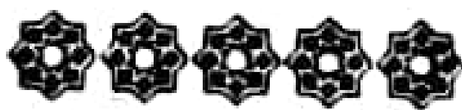
جواب اس لیے کہ بدنی عبادت میں محنت اور نفس کی مخالفت چاہیے، اسی پر اجر ملتا ہے۔ رات میں انسان ویسے بھی نہیں کھاتا پیتا، اس وقت کھانا چھوڑنا محنت نہیں۔ نیز رات سوتے میں گزرتی ہے، عبادت کا احساس نہ ہوتا۔

سوال اگر روزے میں تکلیف ضروری ہے تو چاہیے کہ ہندو مہاتما جوگیوں کی طرح دس پندرہ دن کا رکھا جاوے کہ اتنے روز تک افطار نہ ہوا کرے، روز شام افطار کر لیا، رات بھر کھایا پیا، دن کو روزہ رکھ لیا۔

جواب جوگیوں کا برت عام انسانوں کی طاقت سے باہر ہے اور جو سادھو وغیرہ ایسا کرتے ہے، وہ دین و دنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتا، جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ یہ عبادت سارے مسلمان کریں اور روزے میں دوسری عبادات اور دیگر کاروبار بند نہ ہوں اور یہ عبادت بھی ادا ہو جائے۔ یہ مقصود اس طریقہ کے سوا اور طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلام عملی مذہب ہے، دیگر مذاہب کے احکام طاق میں رکھنے کے لیے ہیں۔

سوال روزے میں بھول چوک معاف ہے، بھول سے کھا پی لیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا مگر نماز میں معاف نہیں۔ اگر کوئی بھول کر نماز کی حالت میں بول پڑے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، فرق کیا ہے؟

جواب روزے میں بھول چوک زیادہ ہوتی ہے کیوں کہ اس میں کوئی یاد دلانے والی چیز موجود نہیں اس لیے یہاں معافی ہے مگر نماز کی ہر حالت قیام، رکوع وغیرہ نماز کو بتا رہی ہے۔ اس لیے اس میں بھول کم واقع ہوگی، اس لیے اس میں یہ رعایت نہ کی گئی۔



بدری صحابہ کرام کے ایمان افروز واقعات

مولانا محمد منشا تابش قصوری

نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس سے ایمان وایقان اوراسلام کی پاکیزہ دولت سے براہ راست مستفیض ہونے والے خوش نصیب افراد کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عظیم وصف سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے معلم کائنات ﷺ سے علوم وعرفان اور تزکیہ وطہارت کے خزانے اپنے دامن میں سمیٹے، حکمت ودانش کو جمع کیا اور پھر بلغوا عنی و لو آیۃ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے، تبلیغ حق وصداقت کے لیے زندگی بھر کمر بستہ رہے۔ ذیل میں ان کی چند باتیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں، جن میں فیوض وبرکات کا سمندر موجزن ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ انہیں ایک ایسے معنف کے حوالے سے مزین کیا جائے گا، جس کا عقیدہ ونظریہ اپنی ہی تحریر کے برعکس ہے۔ وہ ہیں اہل حدیث مسلک کے مشہور عالم جناب قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مؤلف کتاب ''رحمۃ للعالمین''۔ موصوف کی ایک تصنیف ہے ''اصحاب بدر''۔ اسی کتاب سے بعض بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایمان افروز، روح پرور اور بصیرت افروز باتوں کو نہایت اختصار سے قلم بند کیا جاتا ہے۔ ہاں بعض کلمات فائدہ کے عنوان سے راقم السطور کی طرف سے درج ہوں گے تاکہ روحانی لطافت وچاشنی دوآتشہ ہو۔

لنگر پکانا

حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ قریشی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کا سلسلہ کعب بن لوی سے مل جاتا ہے۔ جنگ بدر میں وہ اس وجہ سے شامل نہ ہو سکے کہ آپ کو رسول کریم ﷺ نے سرحد شام میں حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیج دیا تھا لیکن حضور ﷺ نے انہیں ویسے ہی شمولیت کا تمغہ عطا فرمایا، جیسے دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم غزوہ بدر میں شامل تھے، بناءعلیہ آپ بدری ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک بار ارشاد فرمایا:

''جو زندہ شہید کو دیکھنا پسند کرے، وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے''---

بوقت شہادت آپ کی عمر باسٹھ سال تھی۔ آپ زندگی بھر ہر روز ایک ہزار دینار کے وزن کا لنگر پکایا کرتے تھے۔[اصحاب بدر]

فائدہ

ایک تو آپ کو نبی کریم ﷺ نے شہادت کی بشارت دی، جو حضور ﷺ کے علم غیب پر دلالت کرتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں پاک و ہند میں اولیاء کرام کے عرسوں میں جو لنگر پکایا جاتا ہے، اس کی اصل خیر القرون میں پائی جاتی تھی، جس کی مثال مذکور ہوئی۔

کستوری کی خوشبو

حضرت عبید اللہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے ساتھ نسب میں عبد مناف پر جا کر شامل ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ آپ کی بڑی قدر و منزلت فرماتے۔ اصحاب بدر میں سب سے زیادہ عمر والے آپ ہی تھے۔ حضور ﷺ کی پیدائش سے دس سال قبل پیدا ہوئے۔ غزوہ بدر میں دشمن کے مقابلہ میں آپ کا پاؤں کٹ گیا تھا، مقام بدر سے ایک منزل مدینہ طیبہ کی طرف واپسی پر آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہوئے اور اسی جگہ آپ کو دفن کر دیا گیا۔ ایک بار نبی کریم ﷺ کا اسی راہ سے گزر ہوا، رفقاء نے عرض کیا کہ ادھر سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

''ہاں! کیوں نہ ہو، یہاں ابو معاویہ (حضرت) عبید بن حارث (رضی اللہ عنہ) کی قبر بھی تو ہے''---

آپ خوش اندام و خوب رو تھے، بوقت شہادت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔[اصحاب بدر]

فائدہ

بعد از وصال مزارت اولیاء کرام سے خوشبو کے ظہور پر حضور ﷺ کا یہ ارشاد حجت ہے۔

حضور ﷺ نے پیشانی چوم لی

حضرت عثمان بن مظعون قرشی رضی اللہ عنہ، صاحب ہجرتین ہیں، یعنی حبشہ اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا شرف پایا۔ غزوۂ بدر کے چار ماہ بعد مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ مہاجرین میں یہ پہلے خوش بخت ہیں، جنہیں مدینہ طیبہ میں وصال کی نعمت عظمٰی حاصل ہوئی اور جنت البقیع میں سب سے پہلے یہی دفن ہوئے۔ غسل وکفن کے وقت نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی پیشانی کو چوم لیا، ایک خاتون نے دیکھتے ہی کہا:

''عثمان کو جنت مبارک ہو''---

نیز آپ کی قبر پر ایک پتھر بطور شناخت کھڑا کر دیا، جب حضور ﷺ نے وصال فرمایا تو انہیں حضرت عثمان کے برابر دفنایا گیا۔ [اصحاب بدر]

فائدہ

مزارات پر پتھر لگانا سنت ٹھہرا، آج کل شناخت کے لیے پتھر میں آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ کے ساتھ ساتھ صاحب مزار کا نام کندہ کرا دیتے ہیں۔ ان اعمال وافعال کا اثبات حضور ﷺ کے عمل شریف سے روز روشن کی طرح عیاں ہے، نیز بعد از وصال جب حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی پیشانی مبارک کو چوم کر مشرف فرمایا تو پتہ چلا کہ بزرگان دین کے ہاتھوں اور پیشانی کا قبل از وصال یا بعد بوسہ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نیز اس سے تو یہ بھی مستفاد ہے کہ لوح مزار کو چومنا جائز ہے۔ اس لیے کہ حقیقتاً لوح مزار کو نہیں چوما جاتا، بلکہ صاحب مزار کی پیشانی کو چوم کر سنت مصطفیٰ ﷺ کے تصور کو اجاگر کیا جاتا ہے۔

پیاروں سے ملاقات کا دن

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اسلام میں ابتدائی ایام میں ہی داخل ہو گئے تھے۔ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی کنیز حضرت سمیہ بنت خیاط رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ یہ پہلی خاتون ہیں، جنہوں نے اسلام میں سب سے پہلے شہادت کا شرف پایا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے بعد بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ آپ نبی کریم ﷺ کے ہم عمر تھے، نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے:

''عمار قدموں سے کانوں تک ایمان سے بھرپور ہیں''---

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتاً فَاَحْیَیْنٰہُ وَ جَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاس---

کے مصداق، حضرت عمار ہیں۔ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمار رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گئے، اندر آنے کی اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

مرحباً بالطیب المطیب

جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

یَا عَمَّارُ تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ---

"اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا"---

آپ صفین میں دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ پانی طلب کیا تو آپ کی خدمت میں دودھ پیش کر دیا گیا، دودھ پی کر کہا:

اَلْیَوْمَ اَلْقَی الْاَحِبَّۃَ---

"آج پیاروں، دوستوں سے ملاقات کا دن ہے"---

کیوں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

عمار! تمہاری آخری خوراک دودھ ہو گا، اسی دوران ایک اور عورت دودھ لے آئی،

آپ نے وہ بھی پی لیا اور فرمایا:

الحمد للہ! اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ الْاَسِنَّۃِ---

"جنت تو نیزوں کے نیچے ہے"---

آپ نے ربیع الآخر ۳۷ھ کو جنگ صفین میں شہادت پائی۔

فائدہ

نبی کریم ﷺ نے اپنے خداداد علوم غیبیہ سے کئی سال قبل آپ کو شہادت کی خبر دی اور بوقت شہادت آپ کی خوراک تک سے آگاہ کر دیا، نیز باغی گروہ کی نشان دہی فرما دی۔ واضح رہے کہ ضروری نہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکریوں نے شہید کیا ہو بلکہ دونوں لشکروں میں باغی موجود تھے، جنہوں نے اپنے مقصد کے لیے جنگ کی آگ کو مزید ہوا دی۔ انہی باغیوں کے ہاتھوں حضرت

عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور انہی باغیوں میں سے ابن ملجم تھا، جو بظاہر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف داری کرتا رہا مگر آخر کار اسی کے ہاتھوں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کاری زخم لگا، جس کے باعث آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

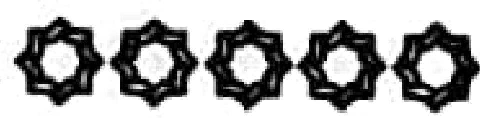
ادب و احترام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر جان کی قربانی

حضرت بشیر بن براء بن معرور انصاری رضی اللہ عنہ، بنو مسلمہ میں سے ہیں۔ بیعت عقبہ کا شرف حاصل کیا۔ بدر، احد، خندق میں شجاعانہ خدمات انجام دیں۔ بمقام خیبر یہ نبی کریم ﷺ کے دستر خوان پر تھے، جب یہودیہ نے مسموم (زہریلا) گوشت پیش کیا، انہوں نے اس سے لقمہ کھالیا اور زہر سے شہید ہوگئے (شہادت سے قبل) ان کا بیان ہے کہ لقمہ کا مزہ مجھے بھی خراب معلوم ہوا تھا مگر نبی کریم ﷺ کے سامنے لقمہ اگلنا ادب کے خلاف سمجھا۔ ان کو نبی کریم ﷺ نے بنو ساعدہ کا سردار مقرر فرمایا تھا۔ [اصحاب بدر]

فائدہ

ادب و احترام مصطفےٰ ﷺ کا اس سے بڑھ کر اور کیا مظاہرہ ہو سکتا ہے کہ جان دے دی مگر حضور ﷺ کے ادب کو آنچ تک نہ آنے دی، سچ فرمایا:

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں



وفیات

● ......گزشتہ دنوں:

الحاج غلام اویس قرنی، البدر ٹریولز لاہور کے والد محترم الحاج عارف علی---

مولانا محمد نصر اللہ مجددی، پھول نگر کی والدہ محترمہ---

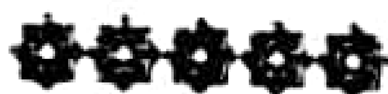
حافظ محمد افضل نوری، منڈی مرید کے، کی بھابھی صاحبہ---

الحاج مہر نور حسن، حجرہ شاہ مقیم کی اہلیہ محترمہ---اور

مولانا انوار الحق نوری، ساہیوال کے سسر بھی قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں--- انا للہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین



آؤ اکٹھے جنت چلیں!

اظہار احمد

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں ایک خاندان کا حصہ بنایا، ایک وقت آتا ہے جب بزرگ ساتھی دنیا سے چلے جاتے ہیں اور کچھ ننھے ننھے بچے اسی خاندان کا حصہ بن جاتے ہیں۔ زندگی اسی طرح رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ انعام مانگے بغیر ہی عنایت کر دیا کہ خاندان کے افراد میں آپس میں محبت پیدا کر دی۔ ماں باپ کی محبت، بیوی کی محبت، خاوند کی محبت، بچوں کی محبت اور پھر اگلی پود، یعنی بچوں کے بچوں سے محبت۔ یہ محبت نہ صرف بڑوں کو بچوں سے ہوتی ہے بلکہ بچے بھی اپنے سے بڑوں کی محبت کا معصومانہ انداز میں اظہار کرتے ہیں۔ چند بدنصیب اس دنیا میں ایسے بھی ہو سکتے ہیں، اور ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس سے محروم رکھا یا وہ خود محروم رہ گئے۔ محبت کا یہی باہمی جذبہ ہے جو ہمیں ایک دوسرے کا خیال رکھنے اور ایک دوسرے کی بہتری کے لیے کوشش اور مدد کرنے پر اُبھارتا ہے۔ کوئی عزیز تکلیف میں ہو تو آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں۔ کسی کو خوشی ملتی ہے تو خوشیاں بانٹنے کو دل چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا کا ہتھیار دیا ہے، ہم ہر وقت دعاؤں کا سہارا لیتے ہیں۔ ایک دوسرے کی خوشی، عافیت اور سلامتی کے لیے دعائیں مانگتے ہیں، ایک دوسرے کی بہتری چاہتے ہیں اور اپنی تمنائیں اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا انعام بھی ہم پر کیا ہے۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہے

کہ ہم ایک دوسرے کو اچھائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں--- کیوں؟ اس لیے کہ لوگ بُری عادات اور بُرے انجام سے بچ سکیں۔ یہ امر بالمعروف نہی عن المنکر مسلم معاشرے کی خوب صورتی ہے۔ یہاں انسان نہ صرف ایک دوسرے کی بھلائی چاہتے ہیں، بلکہ ایک دوسرے کی مدد کے لیے بھی تیار رہتے ہیں۔ آج کل کے لوگ اس عمل کو شخصی آزادی میں رکاوٹ سمجھتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ معاشرہ ظالم کو ظلم سے نہ روک کر دراصل ظالم کی مدد کر رہا ہوتا ہے۔

بات محبت کے جذبے کی ہو رہی تھی۔ جب کوئی اپنا اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو قدرتی طور پر دل بے تاب ہو جاتا ہے۔ پھر دعا کا سہارا لیا جاتا ہے--- اے اللہ! اسے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرما، اس کے مراحل آسان کر دے، اس کے درجات بلند فرما دے--- کون چاہتا ہے کہ اس کا عزیز، والدین، بچے، بیوی، خاوند اور دیگر عزیز و اقارب جنت میں نہ جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بشارت دی ہے کہ اہلِ خاندان کا جنت میں ساتھ ناممکن نہیں تو پھر کیوں نہ ہم کوشش کریں کہ اکٹھے جنت چلیں۔

محبت کے جذبے کا سرچشمہ اللہ کی ذات پاک ہے، مگر اس محبت کا حصول مشروط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> "اے نبی! لوگوں سے کہہ دو کہ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے"۔ اُن سے کہو کہ "اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت قبول کرو"۔ پھر اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول نہ کریں، تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے، جو اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں"--- [آل عمرٰن،۳:۳۱-۳۲]

یہ آفاقی اصول ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بتا دیا ہے اور زندگی کا اصول بھی یہی ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں۔ یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ اگر ہم اللہ سے محبت کریں گے، تو وہ ہم سے محبت کرے گا--- کوئی خاندان، کوئی رشتے داری، کوئی حسب ونسب ہمیں اللہ کی محبت کا دعوے دار نہیں بنا سکتا۔ یہ محبت کیا ہے؟ اور پھر اللہ سے محبت!--- اللہ سے محبت یہی ہے کہ ہماری مرضی اور پسند، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پسند کے تابع ہو جائے۔ اس کا کہا مانا جائے، اس پر

عمل کیا جائے اور اس کا حکم بلا چوں و چرا بجالا یا جائے۔ یہ نہیں کہ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کی صدا بلند ہو اور ہم ٹس سے مس نہ ہوں۔

یہ بڑی سادہ اور سیدھی بات اور واضح اصول ہے جو ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے اور جو یہ اصول نہیں مانتے ان کے لیے کسی لگی لپٹی کے بغیر تنبیہ ہے:

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو ان کو رفیق بنائیں گے، وہی ظالم ہوں گے''---

[التوبہ، ۹:۲۳]

گویا جن سے محبت کے دعوے ہوتے ہیں، جن کے لیے آدمی راتوں کو جاگتا اور تکلیف اٹھاتا ہے، اگر وہ بھی ایمان پر کفر کو ترجیح دیں تو ان کو ساتھی بنانے سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود جو ایسا کرے اسے ظالم قرار دیا گیا ہے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ظالم کے لیے قرآن مجید میں کیا کیا احکام ہیں اور ان کا کیا انجام بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ظلم کرنے سے باز رکھے اور اللہ نہ کرے کہ کسی وجہ سے ہمارا شمار ظالموں میں ہو۔ اللہ تعالیٰ بڑی صاف بات فرما رہا ہے کہ یہ دوغلی پالیسی نہیں چلے گی اور پھر دعائے قنوت میں بھی ہم روزانہ وعدہ کرتے ہیں کہ:

''ہم نافرمانی نہیں کرتے اور چھوڑ دیتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے''---

دنیا میں ہمارے ساتھی--- والدین، زوجین، یعنی خاوند اور بیوی اور پھر اولاد--- یہی لوگ مل کر عموماً خاندان بناتے ہیں اور اکٹھے ماہ و سال بسر کرتے ہیں۔ مغرب کے خاندان کا تصور ہمارے پیشِ نظر نہیں، جہاں والدین کو خاندان سے باہر بلکہ بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ یہ تو ہمارے خاندان کا حصہ ہیں، آپس میں محبت کی لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہیں، جن کی ہمیں فکر رہتی ہے، ان کی بہتری کی خواہش بھی رہتی ہے اور اگر انھیں تکلیف پہنچے تو طبیعت غم گین ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بشارت دی ہے کہ یہی والدین، زوج اور اولاد جنت میں بھی ساتھی بن سکتے ہیں۔ یہ کیوں کر ممکن ہے اور اس کے لیے نسخۂ کیمیا کیا ہے؟ فرمایا:

''اے ہمارے رب، اور داخل کر اُن کو ہمیشہ رہنے والی اُن جنتوں میں جن کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُن کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو صالح ہوں (اُن کو بھی وہاں اُن کے ساتھ ہی پہنچا دے)، تو بلاشبہ قادرِ مطلق اور حکیم ہے''---

[المومن، ۴۰:۸]

ان آیات کے ذریعے دراصل ہمیں اِس دعا کی تعلیم دی گئی ہے۔ یاد رکھیے، یہ دعائیں اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں بتائیں--- یہ اس لیے بتائی ہیں کہ قبول بھی ہوتی ہیں۔ ہمیں قرآن پاک کے الفاظ پر جتنا یقین ہے، اسی طرح اس بات پر بھی یقین ہونا چاہیے کہ یہ دعائیں نری لفاظی نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہیں۔ سوچیں تو سہی، وعدہ کون کر رہا ہے، پھر پورا کیوں نہ ہوگا! بہر حال شرائط تو ہمیں پوری کرنی ہیں۔ یہاں دیکھیے والدین، بیویوں اور اولاد کے لیے جنت کی نوید ہے اور پھر شرط بھی ہے--- کہ وہ جو صالح ہوں، وہی مستحق ہوں گے۔

قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر بیویوں اور اولاد کے لئیے جنت کا وعدہ ہے مگر یہ وعدہ دو شرائط کے ساتھ مشروط ہے--- صالح ہونا اور صابر ہونا۔ سورۂ رعد میں اہلِ ایمان کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

"آخرت کا گھر اِنھی لوگوں کے لیے ہے، یعنی ایسے باغ جو اُن کی ابدی قیام گاہ ہوں گے۔ وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آباؤاجداد اور اُن کی بیویوں اور اُن کی اولاد میں سے جو جو صالح ہیں وہ بھی امن کے ساتھ وہاں جائیں گے۔ ملائکہ ہر طرف سے اُن کے استقبال کے لیے آئیں گے اور اُن سے کہیں گے کہ "تم پر سلامتی ہے، تم نے دنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا، اُس کی بدولت آج تم اِس کے مستحق ہوئے ہو"۔ پس کیا ہی خوب ہے یہ آخرت کا گھر!" ---[الرعد، ۱۳: ۲۳-۲۴]

یہ کتنی بڑی خبر اور خوش خبری ہے کہ ہمارے گھر والے بھی جنت میں اکٹھے ہوں گے! اللہ تعالیٰ ہمیں اور اہلِ خاندان کو اس مرتبے کے قابل بنادے--- آمین!

کام کا آغاز کیسے ہو؟ کیا محنت کرنی ہے، کیا ہے جو سمجھنا ضروری ہے اور کون سا راستہ ہے جو پورے خاندان کو اکٹھے جنت کی طرف لے جاسکتا ہے؟

● آغاز، شریکِ حیات کے انتخاب سے:

بات وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے خاندان کی بنیاد رکھی جاتی ہے، یعنی جب شریکِ زندگی کی تلاش کی جاتی ہے۔ سفر کا آغاز نیک اور صالح ہم سفر کی تلاش اور انتخاب سے کیا جائے۔ حدیث میں تعلیم دی گئی ہے کہ اس انتخاب کا فیصلہ دین اور اخلاق کی بنیاد پر کریں، ورنہ دنیا میں فساد پھیل جائے گا--- جبھی اس فیصلے میں برکت ہوگی۔

یہ کام بڑی ذمہ داری اور سنجیدگی کا حامل ہے۔ جب ہماری اگلی نسل کا دارومدار اسی پر ہے تو پھر سستی کیوں؟ پھر یہ کام انتخاب پر رُک تو نہیں جاتا۔ آپ کی شادی ہو گئی تو آگے چھوٹے بہن بھائی ہیں، بچے ہیں--- یہ تو ہمیشہ چلنے والا کام ہے اور بڑی سنجیدگی اور دانش مندی سے کرنے کا کام ہے۔

شادی کے بعد اولاد کی فکر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر مکمل قدرت رکھتا ہے کہ وہ جسے چاہے اولاد عنایت فرمادے:

''اللہ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے''---(الشوریٰ ۴۲:۴۹)

اُس کی جناب سے عنایت ہو گئی تو شکر ادا کریں، نہیں تو صبر اور پھر صبر کا اجر بھی بہت ہے۔ ہاں، دعا کا ہتھیار تو ہمارے پاس ہے ہی۔

ہم تو بہت کمزور لوگ ہیں۔ نبیوں نے بھی یہ دعائیں مانگی ہیں۔ دیکھیے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

''اے پروردگار! ایک بیٹا عطا کر جو صالحوں میں سے ہو''---

مشروط دعا--- بیٹا ہو تو صالح ہو۔ اور پھر حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا بھی--- نیک اولاد کی درخواست کی جا رہی ہے۔ دعا کرنا نہ بھولیں۔ دعا مانگنا، ہمارا حق ہے اور بار بار دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ہر ہر قدم پر اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

صالح اولاد بڑی نعمت ہے اور جیسا کہ ہم نے پہلے دیکھا، صالح ہونا ایسی شرط ہے جس کے پورا کرنے پر براہِ راست جنت کی بشارت ہے۔

صالح اولاد کا کیا مطلب ہے؟ کیا نماز ادا کر لینا اور تلاوتِ قرآن کرنا ہی صالح ہونے کے لیے کافی ہے--- یا پھر اخلاق، معاملات اور عبادات کا درست ہونا بھی صالح ہونے کے لیے ضروری ہے، یا کچھ اور بھی خصوصیات درکار ہیں؟ صالح ہونا دراصل ایسی صلاحیت ہے جس پر بڑے انعام کا وعدہ ہے۔ جنت جیسا انعام، اور پھر بار بار بتایا گیا ہے کہ جنت ابدی قیام گاہ ہے۔

• دعا اور عمل ساتھ ساتھ:

جب بھی کوئی بڑا منصوبہ یا پراجیکٹ شروع ہوتا ہے تو ایک عزم ہوتا ہے کہ یہ کام کرنا ہے۔

مگر اس کے ساتھ دعا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عزم میں برکت عطا فرمائے اور تکمیل آسانی سے ہو۔ دعا اور عزم دونوں لازم وملزوم ہیں۔عزم کے بغیر دعا مناسب نہیں اور دعا کے بغیر عزم بے برکت رہ جاتا ہے۔یوں دعا کیجیے:

''اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا''---[الفرقان،۲۵:۷۴]

اس خوب صورت دعا میں ایسے ہی خاندان کی محبت جھلک رہی ہے--- بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کو ٹھنڈک ملے اور دیکھیں اللہ تعالیٰ ہمیں کون سا درجہ دینا چاہتا ہے--- پرہیزگاروں کا امام۔ یہ دعا محض کسی مقرر کی لفاظی نہیں، اللہ تعالیٰ کے اپنے الفاظ ہیں---ان کا پورا ہونا بالکل ممکن ہے۔ ہم اپنی کمزوریوں پر توجہ دیں تو سب کچھ ممکن ہے۔ذرا مومن بن کر دیکھیں اور دکھائیں تو سہی۔

اب یہ عزم، پھر دعا اور پھر عمل کا معاملہ آ گیا۔سوچیں آپ کا بیٹا آپ سے دعا کے لیے کہے کہ دعا کریں، امتحان میں کامیابی ہو، مگر وہ خود کھیل میں مصروف رہے تو یقیناً آپ کہیں گے کہ بیٹا! تم خود تو امتحان کی تیاری نہیں کر رہے، مجھے دعا کے لیے کہہ رہے ہو۔گویا عمل کی بڑی اہمیت ہے۔ بقول اقبال:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

• والدین کی ذمہ داری:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے''---[التحریم،۶۶:۶]

گویا عمل کے لیے والدین کو ذمہ دار ٹھیرایا گیا ہے۔یہاں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور اہلِ ایمان کو اجتماعی طور پر حکم دیا جا رہا ہے:''اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ''۔ اس طرح سے والدین پر یہ ذمہ داری ڈال دی گئی ہے، اب نہ کوئی بہانہ ہے، نہ فرار کا موقع۔ لازماً اسے کرنا ہی ہوگا۔مطلب یہ ہوا کہ اگر اہل وعیال خدانخواستہ آگ سے نہ بچ سکے، تو ہم خود ذمہ دار ہوں گے۔ذرا سوچیے! اہل وعیال کو آگ سے بچانے کے لیے نیک زوج کی کتنی اہمیت ہے، جو خود اس بات کی ضمانت ہو کہ بچوں کی تعلیم وتربیت صحیح طریقے پر ہوگی۔

فرمایا جا رہا ہے:

''اپنے اہل وعیال کونماز کی تلقین کرواور خود بھی اس کے پابند رہو''---

[طٰہٰ،۲۰:۱۳۲]

یہاں محنت کرنے کو کہا گیا ہے کہ بار بار کہو کہ نماز پڑھواور پھر یہ دوغلی پالیسی نہیں---خود بھی پابند رہنے کا حکم ہے۔یہی نہیں بلکہ ایک مشہور حدیث میں حضور ﷺ ایک بچے کو سمجھاتے ہیں:

''اے بیٹے! بسم اللہ پڑھ کر، یعنی اللہ کے نام سے، دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھانا کھاؤ''---

ایک ہی حدیث میں یہ تین تعلیمات ہیں۔بڑی بد قسمتی کی بات ہے جب والدین فرار چاہتے ہیں اور اپنی ذمہ داری نبھانا چھوڑ دیتے ہیں کہ بچے کو ٹوکنا نہیں،اس سے وہ نفسیاتی مریض بن جائے گا۔ یہ اہلِ مغرب کی سوچ ہے جو خود نفسیاتی مریض بن گئے ہیں، وہ اپنے بچوں کو بھلا کیا سکھائیں گے۔ ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والے لوگ ہیں، نہ خود برائی کریں گے، نہ کرنے دیں گے۔

یقیناً عمل کے ساتھ ٹھوس منصوبہ بندی کی بھی ضرورت ہے، کیوں کہ عمر بھر کا منصوبہ جو مل گیا ہے۔ حکم آ گیا ہے کہ اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ!

• بچے کی تربیت کے مختلف مراحل:

مسلمان کی زندگی ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے احکامات میں گھری ہوئی ہے۔جب کہہ دیا:

﴿اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً﴾---[البقرہ،۲:۲۰۸]

تو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو گئے۔زندگی کے ہر مرحلے پر جواب دہی بھی ہے۔ اولاد کی پیدائش سے تربیت کا عمل شروع ہوتا ہے۔ہم نے اس ضمن میں دعائیں بھی پڑھیں، اسی پیدائش کے لیے نیک زوج کی تلاش اور انتخاب کا مرحلہ بھی گزارا۔پھر رضاعت، یعنی بچے کو دودھ پلانے کا دور بھی گزارا--- یہ بچے کا حق ہے۔بچے کی شخصیت ماں کی گود سے ہی بننے لگتی ہے۔ یہی آغوش بچے کی پہلی درس گاہ بھی ہے۔اس کے بعد، سنِ تمیز ہے، یعنی وہ دور جب بچہ ہوش سنبھالتا ہے اور تین ساڑھے تین سال کی عمر سے پتھر اور کھجور میں تمیز کرنے لگتا ہے۔ پھر بلوغت آتی ہے۔ہر موقع پر والدین کی جواب دہی ہے۔خاندان میں بڑا ہونے کی وجہ سے یہ ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے کہ دیکھیں کہ ہر مرحلے پر ہم بچے کو کیا تعلیم دے رہے ہیں؟ کیا بچے کو سنِ بلوغت کے لیے تیار کیا ہے؟ کیا والدین اور بچے میں اتنی باہمی افہام وتفہیم (understanding) ہے کہ والدین بچے کو تمام احکام خود بتا سکیں اور کسی خلجان میں پڑے بغیر وہ تمام امور سمجھ سکے،

مشاورت، اخوت و محبت، احتساب، نظم و ضبط، اقامت دین یہ اجتماعی صفات، صالح معاشرے کی ضرورت ہیں اور ایسے معاشرے کی تشکیل صالح افراد ہی کرتے ہیں۔ ایسا معاشرہ رسول اکرم ﷺ کے دور میں تھا، جہاں فیصلے مشاورت سے ہوتے تھے، اخوت و محبت کی قدر تھی اور یہ سب کچھ آج بھی ممکن ہے، اگر ہمارا قبلہ درست ہو جائے۔ بھائی چارے سے کام ہو رہا ہو تو تھکاوٹ نہیں ہوتی۔ جنگِ خندق کے دوران اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیٹ پر پتھر باندھے تو پتا چلا کہ حضور ﷺ نے دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ نظم و ضبط ان تمام خوبیوں کا نتیجہ ہے۔ ان تمام باتوں سے اقامتِ دین کو تقویت ملتی ہے۔ ہر مسجد میں پانچ مرتبہ جماعت کے ذریعے نظم و ضبط کا درس ملتا ہے تو پھر مسلمان معاشرے میں بدنظمی کی کوئی وجہ نہیں، جب کہ یہ تربیت سال ہا سال سے صبح و شام جاری ہے۔ ہمیں اس کی طرف من حیث القوم توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

● معاشرتی زندگی کے تقاضے:

اس کے بعد اجتماعی زندگی کا مرحلہ آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقے میں نہ پڑو"۔

[آل عمرٰن، ۳:۱۰۳]

یہاں اجتماعیت کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور مسلمان کی زندگی تو ہے ہی اجتماعیت۔ گھر میں گھر والوں کے ساتھ، باہر محلے داروں اور دفتر والوں کے ساتھ۔

ہماری معاشرتی کمزوریوں میں کبر، نفسانیت، بے اعتدالی اور ضعفِ ارادہ کے علاوہ بھی کئی پہلو ہیں۔

● یہ مقام ہے اپنا محاسبہ کرنے کا --- اپنا دل ٹٹولنے کا۔ ہمارے دائیں بائیں کئی داعی حضرات ہیں، جن کا بڑا قد ہے، جن کی تحریر و تقریر ہیرے موتی جیسی ہے، مگر ان کی اپنی اولاد نے ان کے مشن کو آگے نہیں بڑھایا --- یہ لمحۂ فکریہ ہے۔ کمزوریوں کی ابتدا اپنے گھر سے ہی ہوتی ہے۔ ہمارے گھر ہمارے اور ہمارے گھر والوں کے لیے قلعہ ہیں۔ دروازہ اُونچا اور مضبوط رکھا جاتا ہے۔ مگر ایک کھڑکی ایسی کھول دی جاتی ہے جہاں سے دنیا بھر کی غلاظت گھر میں داخل ہو جاتی ہے۔ گھر کی کمزوریوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اب جدید جاہلیت کا دور ہے۔ یہ مادی ترقی کی جاہلیت ہے، یہ وہ دھوکا اور فریب ہے جس کو انسان کی ہلاکت کے لیے باقاعدہ علمی بنیادوں پر مرتب کیا گیا ہے۔ نتیجہ کرب، اذیت اور بے چینی ہے۔ یاد رکھیے جب بھی اللہ کے احکام سے روگردانی کی جائے گی اسے جاہلیت ہی کہا جائے گا۔

- کبر کو لیجیے۔ کئی بزرگ محبت کرنے کے باوجود --- میری بات مانو، کوئی دوسرا راستہ نہیں --- کے مصداق سخت مزاج واقع ہوتے ہیں۔ وہ مذہبی شخصیت تو ہوتے ہیں، دینی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے کبر کی وجہ سے بچے سہمے رہتے ہیں، بیوی دبکی رہتی ہے، نہ مشورہ دیا جاتا ہے، نہ لیا جاتا ہے، نہ مشاورت کو اہمیت دی جاتی ہے، نہ تربیت کو۔ اندازہ کیجیے گھر پر نفسانیت کا دور دورہ تو نہیں۔ کیا گھر کی اکائی قائم ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ گھر کے افراد کئی ٹکڑیوں میں بٹ گئے ہوں، جن کے علیحدہ اہداف اور مقاصد ہوں۔
- اسراف وتبذیر کی صورت حال بھی بڑی عجیب ہوتی ہے۔ اسے وقت کی ضرورت بنا کر قبول کیا جاتا ہے۔ گھر والوں کو معاشی ذمہ داری بھی دے دی جاتی ہے۔ آخر بچوں کو کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے کہ انھیں آیا اور ڈے کیئر سنٹر میں پرورش کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مقصد گھر کی اکائی کی حفاظت ہے اور اس کا رخ لازماً اللہ کے حکم اور حضور ﷺ کی سنت کی سمت ہونا لازمی ہے۔ جبھی تو گھر والے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون بن سکیں گے اور پھر آخرت میں صدقہ جاریہ بھی۔
- بے اعتدالی میں مذہبی انتہا پسندی بھی آتی ہے۔ گھر والی فرائض ادا کرنے کے بجائے باہر تبلیغ اور نوافل پر ہی زور دینے لگے، بچے کتابی کیڑے بن جائیں یا دیوانگی کی حد تک کھیل کے رسیا ہوں، کرکٹ یا فٹ بال سیریز ہو رہی ہے تو صاحب بہادر نے دفتر سے چھٹی لے رکھی ہے اور گھر نے اسٹیڈیم کی شکل اختیار کی ہوئی ہے۔ یہ سب بے اعتدالی ہے۔
- گھر والے اور بعض اوقات آپ خود بھی اپنے آپ کو روکنا چاہتے ہیں تو ضعفِ ارادہ کی وجہ سے روک نہیں سکتے، یہ قوت ارادی کی کمزوری ہے۔ دوغلی پالیسی کے کھلاڑی ایسا کرتے ہیں --- کیا وجہ ہے کہ ہماری کئی خواتین عرب ممالک سے واپسی پر جہاز میں بیٹھتے ہی عبایہ اُتار دیتی ہیں۔ کیا پردے کا حکم پاکستان میں نہیں ہے؟ اس طرح انسان کہیں کا نہیں رہتا۔ جس معاشرے میں رہ رہا ہوتا ہے اسی کے رنگ میں رنگ جاتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مسلمان، مسلمان کے علاوہ سب کچھ بن جاتا ہے، لیکن مسلمان نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے لیے جو احکام ہیں اپنے ضعفِ ارادہ کی وجہ سے وہ اُن پر عمل نہیں کرتا اور اگر کرتا بھی ہے تو مجبوری کی حد تک۔
- جسمانی تربیت کے لیے احادیث مبارکہ سے رہنمائی ملتی ہے۔ بچوں کو عیش کوشی کا عادی نہ بنائیں۔ جفاکش (rough & tough) ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح بچیوں کو گھر کے کام کاج بلا تکان کرنا سکھائیں۔ نہ جانے کب کیسا وقت آن پڑے تا کہ وہ چیلنج قبول کرنے کے لیے تیار ہوں۔

• خرابی کے داخلی و خارجی اسباب:

خرابی کے داخلی اسباب میں انتخابِ زوج، دہرے معیار، نامناسب تقسیم کار، بچوں کو کھلی چھوٹ، دین کی ترجیح نہ ہونا، کم علمی جیسے کئی پہلو ہیں۔ یہ داخلی اسباب سب گھر والوں کی انفرادی توجہ چاہتے ہیں، اور ہم خود اس کے لیے سب سے زیادہ مسئول ہیں۔ مثلاً انتخاب زوج غلط یا نامناسب ہوا یا یہ کہہ لیں کہ پتا ہی نہ تھا۔ ہمارے اپنے معیار، موم کی ناک کی طرح ہوتے ہیں۔ کہیں قول ہے، فعل نہیں، اور کہیں فعل ہے تو قول نہیں۔ گھر کی ذمہ داریاں ٹھیک طرح سے تقسیم نہیں ہوئیں۔ خاوند صرف معاشی ذمہ داری ہی نبھا رہا ہے، وہ اس میں ہی مطمئن ہے کہ وقت پر گھر کا خرچ بیوی کے ہاتھ میں دے دیا۔ مزاج کا سخت ہے، اسے کون سمجھائے کہ یہ بچے تمہارے اپنے ہیں--- تمھارا اپنا صدقۂ جاریہ۔ کئی گھروں میں ہوم ورک، بازار سے شاپنگ، دال سبزی آلو پیاز، سب خاتونِ خانہ خود خریدتی ہے۔ صاحب بہادر یا تو دفتر جاتے ہیں یا گھر پر ٹی وی دیکھتے ہیں۔ بچوں پر کون کیا چیک رکھ رہا ہے، اُن کے دوست کون ہیں اور کیسے ہیں، کون سی کتب یا لٹریچر گھر میں آ رہا ہے، انٹرنیٹ اور ٹی وی پر کیا دیکھا جا رہا ہے--- اب تو سائبر جرائم کا دور بھی شروع ہو گیا ہے--- کچھ خبر نہیں۔ دین کے لیے ترجیح سے گھبراتے ہیں کہ کہیں مولوی ہونے کا لیبل نہ لگ جائے اور بہت سے کام فقط کم علمی اور ضعفِ ارادہ کی وجہ سے بھی غلط ہو رہے ہیں۔ مغربی تہذیب کو بلا سوچے سمجھے گلے لگا لینا بھی ذہنی مرعوبیت کی نشانی ہے۔ اس طرح ہم ہر اُس بیماری کا شکار ہو رہے ہیں جو مغربیت کی وجہ سے ہم میں دَر آئی ہے۔

خرابی کے خارجی اسباب میں سب سے پہلا تو کمزور اور غلط نظامِ حکومت ہے۔ اسی وجہ سے میڈیا، نظامِ تعلیم، ناقص نصاب، سب کسی بھی نوجوان کے اچھا مسلمان بننے کی راہ میں مانع ہیں۔ ہمارے داخلی عوامل بعض اوقات اتنے زیادہ ہو جاتے ہیں کہ ان خارجی عوامل کے لیے وقت ہی نہیں ملتا کہ انھیں ٹھیک رکھا جائے اور یوں معاشرہ بے حسی کا شکار ہو جاتا ہے۔

• تربیت کا ذمہ دار کون؟

یہ گھر والوں کی تربیت کا پراجیکٹ ہے تو آخر کوئی اس کا پراجیکٹ ڈائرکٹر بھی ہونا چاہیے۔ اولاد کی تربیت کون کرے؟ ماں کہتی ہے کہ تمہارے ابو دفتر سے آئیں گے تو شکایت لگاؤں گی۔ ابو دفتر سے آتے ہیں تو کہتے ہیں ابھی تو تھکا ماندہ آیا ہوں، تو پھر کون ذمہ دار ہے؟ وقت تو رُکے گا نہیں۔ بچے بہر حال والدین کی مشترکہ ذمہ داری ہیں۔ تعلیم و تربیت، صحت، کھیل کود، کچھ بھی سوچ لیں،

بہر حال والدین کو ذمہ داری نبھانی ہے۔ یہ مسلمان معاشرہ ہے۔ یہاں مرد عورت میں مسابقت اور تصادم کی فضا نہیں بلکہ تعاون کا ماحول ہے۔ مغرب میں تو خواتین کے اختیارات (women empowerment) کا شوق پھل پھول رہا ہے۔ اسی لیے وہاں ہر جگہ single mothers ملیں گی۔ اب فرانس میں خواتین تنگ آ کر کہہ رہی ہیں کہ وہ صرف گھر پر والدہ کا کردار ادا کرنا چاہتی ہیں مگر ان کی بیماری اپنی آخری حدوں کو پہنچ گئی ہے۔ ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان والدین اپنی اس مشترکہ ذمہ داری کا احساس کریں اور بطریق احسن نبھائیں کیوں کہ اولاد تو دونوں کی ہے اور دونوں کے لیے صدقہ جاریہ بھی۔

اس ضمن میں علمائے کرام رہنمائی کرتے ہیں کہ بچوں میں یہ خوبیاں تب پیدا ہوں گی جب والدین میں یہ صفات ہوں گی۔ یہ نہ ہو کہ والد نے کہہ دیا کہ باہر کہہ دو گھر پر نہیں ہوں۔ والدہ فون پر جھوٹ بول رہی ہوں۔ پڑوس کی گیند گھر میں آ گئی تو جھوٹ بول دیا، والدین خاموش رہے۔ بچہ ٹی وی رات گئے تک دیکھتا رہا، صبح وقت پر نہ اُٹھ سکا، لہٰذا اسکول میں بیماری کی درخواست دے دی --- یہ سب تضادات ہیں۔ بے عملی اور کمزوری کا نتیجہ ہیں۔ بظاہر یہ معمولی باتیں چھوٹی ہیں مگر شیطان تو تاک میں لگا رہتا ہے۔

اس ساری بحث کے نتیجے میں گھر والوں کی تربیت، اللہ کے سامنے جواب دہی کی اہمیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ ہمیں اپنے اہلِ خانہ سے محبت ہے اور محبت کے اپنے تقاضے ہیں۔ صورت حال کی بہتری کے لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ یقین محکم، عملِ پیہم کے مصداق اہلِ خاندان کو مسلسل تذکیر و نصیحت کرتے رہیں اور یہ کہ ان کی حوصلہ افزائی کریں، نیکی کے لیے سازگار ماحول فراہم کریں، تربیت کا خاطر خواہ انتظام کریں۔ اخلاقی اعتبار سے مضبوط بنائیں اور شخصیت کی تشکیل و تعمیر پر توجہ دیں۔ جبھی تو گھر کے آنگن میں خوب صورت پھول کھلیں گے اور میٹھے پھل لگیں گے۔

• اصل کامیابی:

کوشش یہی ہونی چاہیے کہ یہ بچے بڑے ہو کر صالح مسلمان مرد/عورت بن سکیں۔ کل انھی بچوں کو والدین کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ ہم مسلسل دعا کرتے رہیں اور بہترین کوشش بھی --- یہ بچوں کا حق ہے۔ مضبوط ارادہ، مسلسل دعا، عملِ پیہم، بہترین منصوبہ بندی کے بعد ہی ہم کامیابی کی اُمید رکھ سکتے ہیں۔ اگر ارادہ، عمل اور منصوبہ بندی میں

بگاڑ ہوگا تو پھر بگاڑ والے نتائج ہی سامنے آئیں گے۔اور پھر:

''کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتشِ دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے۔رہی یہ دنیا، تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے''---[آل عمران،۳:۱۸۵]

کامیابی---اصل کامیابی تو جنت کا حصول ہے کہ ہم آتشِ دوزخ سے بچ جائیں۔یہ خوش خبری ملاحظہ ہو:

''جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اُن کی اولاد بھی کسی درجۂ ایمان میں ان کے نقشِ قدم پر چلی ہے، ان کی اُس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) اُن کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عمل میں کوئی گھاٹا ان کو نہ دیں گے۔ہر شخص اپنے کسب کے عوض رہن ہے''---

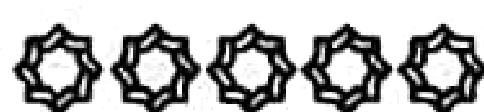
[الطور،۵۲:۲۱]

یہ خوش خبری ایک چھوٹ، ایک آسانی کی خبر ہے، ایک رعایت (concession) ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ اولاد کسی بھی درجہ ایمان پر ہو تو جنت میں ملا دی جائے گی۔مگر ہمیں خوب سے خوب تر کی تلاش رہنی چاہیے۔اسی طرح بچوں کی تربیت کے لیے بھی بلند معیار پیشِ نظر رہنا چاہیے۔ہم تو پرہیز گاروں کے امام بننا چاہتے ہیں۔یہی دعا بھی مانگتے ہیں۔گویا best of the best کے متلاشی رہیں۔درجۂ احسان ہمارا مطمح نظر ہونا چاہیے اور حقیقی کامیابی یہ ہے کہ جنت میں ہمارا اور گھر والوں کا ساتھ ہو۔آمین!

مقامِ غور وفکر ہے---اپنی اور اولاد کی اخروی کامیابی کے لیے ہمیں سنجیدہ ہونا ہے، کوشش کرنی ہے، کمر ہمت باندھ لینی ہے۔

ہمیں اپنے آپ کو اور اہلِ خانہ کو آگ سے بچانا ہے---اس کے لیے ہم جواب دہ ہیں۔ یہ کیسی روح پرور اور خوش کن اور قابلِ عمل بشارت ہے کہ اگر ہم صالح ہوں اور صبر سے کام لیں تو ہم اور اہلِ خانہ جنت کے ساتھی بن سکتے ہیں، ورنہ یہ افسوس ہی رہے گا کہ مہلتِ عمل تو ملی تھی مگر ہم اِدھر اُدھر وقت ضائع کرتے رہے۔

آیئے! اس دعا کے ساتھ اختتام کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ عزم بھی کرتے ہیں کہ ہمیں اہلِ خانہ کے لیے اور اپنے لیے کوشش کرنی ہے---اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنا۔آیئے! ہم عزم کریں کہ کوشش میں کسر نہیں اُٹھا رکھیں گے۔آمین!



رمضان المبارک کی چند یادگار تاریخیں

علامہ سید محمود احمد رضوی علیہ الرحمہ

3/ رمضان المبارک 11ھ

یہ تاریخ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کی ہے۔ آپ سرورِ دوعالم ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے، آپ نبوت سے ایک سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں اور آپ کے صاحبزادوں میں حضرت سیدنا امام حسن اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بہت بلند پایہ امام ہیں۔

آں حضرت ﷺ کو اپنی بیٹی سے بہت محبت تھی اور فرماتے تھے:

''فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے''---

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ کی وفات کا بڑا رنج ہوا، آخر اسی غم میں بیمار رہنے لگیں اور پھر ۳/ رمضان المبارک ۱۱ھ میں وفات پا گئیں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے غسل دیا، حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور عشاء کی نماز کے بعد جنت البقیع میں دفن کیا۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے بعد جناب فاطمہ علیہا الرضوان سے زیادہ نیک اور سچا کسی کو نہیں پایا۔

10/ رمضان المبارک 10/نبوت

یہ تاریخ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کی تاریخ ہے۔
خاندانِ قریش کی بہت پارسا اور مال دار خاتون تھیں، چالیس سال کی عمر میں حضور ﷺ سے شادی کی، اعلانِ نبوت کے پہلے دن مسلمان ہو گئیں اور دنیا میں سب سے پہلی مسلمان خاتون ہونے کا شرف حاصل کیا۔ حضور ﷺ کی تمام اولادیں آپ ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں اور مال کو بے دریغ اشاعتِ اسلام میں خرچ کرتی تھیں۔ نکاح حضرت سیدنا ابو طالب نے پڑھایا تھا اور پانچ سو (۵۰۰) درہم مہر حضور ﷺ کی طرف سے ادا کیے تھے۔ انتقال سے قبل وصیت کی تھی کہ آں حضرت ﷺ میرے کفن سے اپنا کرتا لپیٹ دیں تا کہ آخرت میں سکون حاصل ہو۔ ۶۵ رسال کی عمر میں ۱۰ ررمضان المبارک ۱۰ھ نبوت میں وفات پائی۔ آں حضرت ﷺ نے قبر مبارک میں اتارا، نمازِ جنازہ ابھی تک فرض نہیں ہوئی تھی۔

17/ رمضان المبارک 02ھ

بدر ایک گاؤں کا نام ہے، یہ مقام مدینہ منورہ سے قریباً اسی (۸۰) میل کے فاصلہ پر ہے۔
حضور سید عالم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے جب ہجرت فرمائی، تو قریش نے ہجرت کے ساتھ ہی مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اسی اثناء میں یہ غلط خبر مکہ معظمہ میں پھیل گئی تھی کہ مسلمان قافلہ کو لوٹنے آ رہے ہیں اور اس پر مزید یہ کہ حضرمی کے قتل کا اتفاقیہ واقعہ پیش آ گیا، جس نے قریش کی آتشِ غضب کو بھڑکا دیا۔ حضور ﷺ کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور امرِ واقعہ کا اظہار فرمایا۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب میں جاں نثارانہ تقریریں کیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (سردار خزرج) نے عرض کی:

"حضور! خدا کی قسم آپ اگر فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں"---

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا:

"ہم موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں، ہم لوگ آپ کے داہنے سے، بائیں سے، سامنے سے اور پیچھے سے لڑیں گے"---

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان پرخلوص جملوں سے حضور ﷺ کا چہرۂ اقدس چمک اٹھا۔

12/ رمضان المبارک 02ھ

۱۲ر رمضان المبارک کو آپ ﷺ تقریباً تین سو جاں نثاروں کے ساتھ شہر سے روانہ ہوئے۔ ایک میل چل کر فوج کا جائزہ لیا تو جو کم عمر تھے، انھیں واپس فرمایا۔ حضرت عمیر ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک کم سن بچہ تھے، ان سے واپسی کے لیے کہا گیا، تو رو پڑے۔ حضور ﷺ نے یہ دیکھ کر انھیں شاملِ جہاد رہنے کی اجازت دے دی، اب فوج کی کل تعداد ۳۱۳ر تھی۔ جس میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ ۱۷ر رمضان المبارک ۲ھ، سہ شنبہ کو اللہ تعالیٰ کے دین کے ان سپاہیوں نے بدر کے قریب پڑاؤ ڈالا۔

ادھر مکہ معظمہ سے قریش بڑے ساز و سامان سے نکلے:

1. ایک ہزار آدمیوں کی جمیعت تھی
2. سو سواروں کا رسالہ تھا
3. رؤساءِ قریش سب شریک تھے
4. امراءِ قریش باری باری ہر روز دس اونٹ ذبح کرتے تھے
5. عقبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے معزز رئیس تھا، فوج کا سپہ سالار تھا
6. قریش چوں کہ پہلے پہنچ گئے تھے، اس لیے انھوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

اس کے برخلاف مسلمانوں کی طرف چشمہ یا کنواں نہ تھا، زمین ایسی ریتلی تھی کہ اونٹوں کے پاؤں دھنس جاتے تھے۔ تائیدِ ایزدی سے مینہ برس گیا، جس سے گرد جم گئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جا بجا پانی روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنا لیے تا کہ وضو و غسل کے کام آسکیں۔ قرآن کریم نے اس قدرتی احسان کا یوں ذکر فرمایا:

﴿وَ یُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّیُطَھِّرَکُمْ بِهٖ﴾---[الانفال:۱۱]

"اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا کہ تم کو پاک کرے"---

پانی پر اگرچہ قبضہ کر لیا گیا تھا لیکن ساقیِ کوثر کا فیضِ عام تھا، اس لیے دشمنوں کو بھی پانی لینے کی عام اجازت تھی۔ یہ رات کا وقت تھا، تھکے ہوئے مسلمان فوجیوں نے کمریں کھول کر رات بھر آرام کیا، لیکن صرف ایک ذات تھی (ذاتِ نبی ﷺ) جو صبح تک بیدار اور معروفِ دعا رہی۔ صبح ہوئی تو لوگوں کو نمازِ فجر کے لیے جگایا اور بعد از نماز جہاد پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ صبح ہوتے ہی آپ ﷺ نے

صف آرائی شروع فرمائی، دستِ اقدس میں ایک تیر تھا، اس کے اشارہ سے صفیں قائم فرماتے۔ مہاجرین کا علم حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو، خزرج کے علم بردار حباب بن منذر رضی اللہ عنہ اور اوس کے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مقرر فرمائے۔ اب دو صفیں آمنے سامنے مقابل تھیں۔ حق و باطل، نور و ظلمت، کفر و اسلام کی۔ قرآن نے اعلان کیا:

﴿فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰی کَافِرَةٌ﴾---[آلِ عمران:۱۳]

"(جو لوگ باہم لڑے، ان میں تمہارے لیے عبرت کی نشانیاں ہیں) ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا منکرِ خدا تھا"---

یہ عجیب منظر تھا کہ اتنی بڑی وسیع دنیا میں توحید کی قسمت صرف چند جانوں پر منحصر تھی۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی، دونوں ہاتھ پھیلا کر بارگاہِ ایزدی میں عرض کرتے تھے:

"خدایا! اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر تا قیامت تو نہ پوجا جائے گا"---

لڑائی کا منظر

یہ معرکہ ایثار و جاں نثاری کا سب سے بڑا حیرت انگیز منظر تھا، دونوں فوجیں سامنے آئیں تو ان کو نظر آیا کہ خود ان کے جگر کے ٹکڑے ان کی تلواروں کے سامنے ہیں۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے)، میدانِ جنگ میں بڑھے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر آگے نکلے۔

عتبہ میدان میں آیا تو عتبہ کا فرزند حذیفہ (رضی اللہ عنہ) مقابلہ میں نکلا۔

حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی تلوار اپنے ماموں کے خون سے رنگین تھی۔

سب سے پہلے عتبہ نے میدانِ جنگ میں مبارز طلبی کی تو حضرت سیدنا حمزہ و علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) میدان میں آئے۔ عتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے اور ولید حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابل ہوئے۔

حضرت سعد بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا، صف سے نکلا۔ حضرت سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ میں نکلے۔ آپ نے تاک کر اس کی آنکھ میں برچھی ماری، وہ زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔

اب عام حملہ شروع ہو گیا، مشرکین اپنے بل بوتے پر لڑ رہے تھے لیکن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سربسجود رب العزت پر بھروسہ فرمائے ہوئے تھے۔

ابوجہل، معاذ و معوذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ہاتھوں مارا گیا۔ عتبہ و ابوجہل کے مارے جانے پر قریش کا پائے ثبات اکھڑ گیا اور مشرکین کی فوج میں بے دلی چھا گئی۔ خاتمہ جنگ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف چودہ اشخاص نے شہادت پائی، جن میں چھ مہاجر اور باقی انصار تھے، لیکن دوسری طرف قریش کی پہلی طاقت ٹوٹ گئی۔ رؤساءِ قریش، جو شجاعت میں نام ور اور قبائل کے سپہ سالار تھے، ایک ایک کر کے مارے گئے۔

خصوصیات

یہ کفر و اسلام کی پہلی جنگ تھی اور اس کی اہمیت کا یہ عالم تھا کہ خود رب العزت جل وعلا نے اس کا تذکرہ قرآن مجید میں فرمایا اور تین ہزار فرشتے آسمان سے مسلمانوں کی حمایت و نصرت کے لیے نازل فرمائے۔ صحابہ کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتے ہمیں نظر نہ آتے تھے، مگر ان کے افعال نمایاں تھے۔ کہیں کسی مشرک کے منہ اور ناک پر کوڑے کی ضرب کا نشان پایا جاتا تو کہیں بے تلوار سر کٹتا نظر آتا تھا۔ جنگِ بدر دراصل یومِ فرقان تھا کہ کفر و اسلام میں فرق نمایاں ہو گیا اور اللہ ﷻ نے مسلمانوں کے ضعف کے باوجود فتح عطا فرمائی۔

چناں چہ اس نعمت کو یوں بیان فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ﴾---[آلِ عمران:۱۲۳]

''اللہ تعالیٰ نے بدر کی لڑائی میں تمہاری مدد کی، حالاں کہ تم کمزور تھے''---

اہلِ بدر کے فضائل میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ شرکاءِ بدر کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا:

''اب تم جو چاہو کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جنت مقرر فرما دی ہے''---

اس لڑائی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ خلوص و للٰہیت کے ساتھ کلمۂ حق بلند کرنے کے لیے میدان میں نکلا جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ نصرتِ حق ہمارے شاملِ حال نہ ہو:

آج بھی ہو جو براہیم (علیہ السلام) کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

17/ رمضان المبارک 57ھ

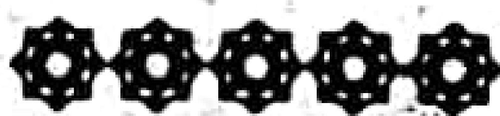
یہ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کی تاریخ ہے۔

آپ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور حضور سرورِ عالم ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں۔
شوال ۲ھ میں حضور ﷺ کے ساتھ شادی ہوئی اور آپ ﷺ کے ساتھ نو (۹) سال رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ بڑی زبردست عالمہ، فاضلہ اور فقیہہ تھیں۔ اشعار سے بڑی دلچسپی رکھتی تھیں۔ آپ نے بہت کثرت کے ساتھ احادیث بیان کی ہیں۔ بڑے بڑے صحابی رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مسائل دریافت کرنے آتے تھے۔

آپ نے منگل کی رات کو ۱۷ رمضان المبارک ۵۷ھ میں انتقال فرمایا۔ بقیع شریف میں مزار ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ یہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور مروان مدینہ کا گورنر تھا۔

18/ رمضان المبارک 40ھ

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے وصال کی تاریخ ہے۔ آپ ابوطالب کے بیٹے اور حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ۳۴/ ولادت نبوی میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے حضور ﷺ کی خدمت میں رہے اور آپ بھی جاں نثار تھے۔ ہجرت کی رات کو بسترِ رسول پر لیٹ کر آپ نے عدیم المثال محبت کا ثبوت دیا۔ تمام جہادوں میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے جو یادگار ہیں۔ خیبر کی فتح کا سہرا آپ ہی کے سر بندھا۔ آپ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد محترم ہیں۔
۱۸/ ذی الحجۃ المبارکہ ۳۵ھ کو حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ بنے۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی وجہ سے آپ کو دو مرتبہ ان سے جنگ لڑنی پڑی۔ پہلی لڑائی جنگ جمل میں جو ۳۶ھ میں ہوئی، دوسری جنگ صفین میں، جو ۳۷ھ میں ہوئی۔ خارجیوں کی مخالفت کو آپ نے بہت دبایا اور پھر ایک خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ کوفہ کی جامع مسجد میں ۱۸ یا ۱۷/ رمضان المبارک کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے خنجر سے حملہ کر کے سخت زخمی کر دیا۔ تین دن بعد ۱۹ یا ۲۱/ رمضان المبارک کو وفات پائی۔
صاحبزادوں نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی مدد سے غسل دیا۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور نجفِ اشرف میں سپردِ خاک کیا۔



رمضان المبارک

حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز

عجب بابرکت مہینا ہے، مسلمانوں کے تمام اوقات روز و شب عبادتِ الٰہی میں گزرتے ہیں، دن میں وہ اپنے ربّ کی یاد میں اپنی خواہشات کی قربانی کرتے ہیں اور بدنی حوائج ولذائذ کھانے پینے، مباشرت کرنے سے دست کش ہو جاتے ہیں، عاشقانِ الٰہی کے چہروں کی زردی، لبوں کی خشکی کیسی پیاری اور بھلی معلوم ہوتی ہے: ع

شکستِ رنگ ہا مہتاب باشد

چھوٹے بڑے مرد عورت سب یادِ الٰہی میں اپنے حوائجِ بدنیہ کو بھولے ہوئے ہیں اور ہمہ تن بندے ہو کر اس کی عبادت میں مشغول ہیں۔ طلوعِ صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک بے آب و دانہ، بھوکے پیاسے رہ کر مغرب کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں، نماز سے فارغ ہو کر کچھ کھایا پیا کہ عشاء کی اذان شروع ہو گئی، پھر مسجد چلے آئے، عشاء کے فرض و سنت کے فارغ ہو کر تراویح شروع کر دی، امام نے قرآن پاک شروع کیا ہے، مقتدی دن بھر روزہ رکھ کر اپنے ربّ کا کلام ہاتھ باندھ کر سن رہے ہیں

اور محو یاد ہو رہے ہیں، دن میں صیام ہے اور رات کو قیام۔ عجب برکت والا دن ہے اور عجب نورانی رات۔ اسی وجہ سے حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا:

❶ ((اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَ فِیْ رِوَایَۃٍ: فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَھَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ، وَ فِیْ رِوَایَۃٍ: فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ))---(بخاری ومسلم)[۱]

"جب رمضان داخل ہوتا ہے آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین گرفتار کیے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں"---

محدثین فرماتے ہیں کہ آسمانوں کے دروازے کھولنا رحمت نازل کرنے سے کنایہ ہے اور جنت کے دروازے کھولنا نیکیوں کی توفیق عطا فرمانے سے، کیوں کہ وہ دخولِ جنت کا سبب ہے اور جہنم کے دروازوں کا بند کرنا، روزہ داروں کو معاصی سے امن دینے سے کنایہ ہے، لیکن امام نووی نے فتح وغلق میں دونوں وجہیں جائز رکھی ہیں، مجازی بھی، حقیقی بھی۔

❷ ((عن سھل بن سعد قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: "فِی الْجَنَّۃِ ثَمَانِیَۃُ اَبْوَابٍ، مِنْھَا بَابٌ یُسَمَّی الرَّیَّانُ لَا یَدْخُلُہٗ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ))---(متفق علیہ)[۲]

"بخاری ومسلم میں سہل بن سعد سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک کا نام "باب الریان" ہے، روزے داروں کے سوا کوئی اس سے داخل نہ ہوگا"---

محدثین نے اس بات کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی طرف کثرت سے نہریں جاری ہیں اور اس کے قریب پھل پھول، شگوفے چمن، نگاہوں کی تازگی اور دلوں کو سُرور بخشنے والے بکثرت ہیں، اس لیے اس کو "ریان" کہتے ہیں یا وجہ یہ ہے کہ جو وہاں تک پہنچے گا، اس سے روزِ قیامت تشنگی زائل ہو جائے گی اور اس کو طراوت ونظافت دائمی "دار المقامہ" میں حاصل ہوگی۔ زرکشی نے کہا کہ "ریان" فعلان کے وزن پر ہے، اس کے معنی ہیں "کثیر الری" یعنی زیادہ سیرابی والا، چوں کہ

روزہ دار کی بھوک پیاس پر کثرت سیرابی کے ساتھ جزا دی جائے گی، اس لیے یہ نام رکھا گیا۔

3 ((عن أبی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَ احْتِسَاباً غُفِرَلَہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ، وَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَ احْتِسَاباً غُفِرَلَہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ، وَ مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَاناً وَ اِحْتِسَاباً غُفِرَلَہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ"))---(متفق علیہ)[۳]

"بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا حضور ﷺ نے، جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے، ایمان و طلب ثواب کے لیے، اس کے تمام پچھلے گناہ (صغائر) بخشے گئے اور جس شخص نے ماہِ رمضان میں ایمان و طلبِ ثواب کے لیے قیام کیا (یعنی شب کے وقت عبادتوں میں مصروف رہا) اس کے تمام پچھلے گناہ بخشے گئے اور جس نے ایمان و طلبِ ثواب کے لیے شب قدر کو قیام کیا، اس کے تمام پچھلے گناہ بخشے گئے"---

4 قال رسول اللہ ﷺ: "کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ أَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ، قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: لٰکِنَّ الصَّوْمَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَ أَنَا أَجْزِیْ بِہٖ، یَدَعُ شَھْوَتَہٗ وَ طَعَامَہٗ مِنْ أَجْلِیْ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَۃٌ عِنْدَ فِطْرِہٖ، وَ فَرْحَۃٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّہٖ، وَ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ وَ الصِّیَامُ جُنَّۃٌ، فَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ أَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَ لَا یُصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّہٗ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ: اِنِّیْ امْرُءٌ صَائِمٌ"))---[۴]

"بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا ہر عمل مضاعف کیا جاتا ہے، نیکی دس گنے سے سات سو گنے تک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لیکن روزہ بے شک وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، (بندہ) اپنی خواہش و خوراک کو میرے لیے چھوڑتا ہے (یعنی میری رضا جوئی اور طاعت و فرمان کے لیے) روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں، ایک فرحت تو افطار کے وقت (کہ وہ فرض سے عہدہ برا ہوا) اور ایک فرحت اپنے ربّ سے ملاقات کے وقت (جب وہ اسے خود جزا و مرحمت فرمائے گا) اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک

خوشبوئے مشک سے زیادہ پیاری اور پاکیزہ ہے اور روزہ سپر (ڈھال) ہے (کہ دنیا میں معاصی اور عقبٰی میں دوزخ سے بچاتا ہے) جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو بے ہودہ بات نہ بکے، شور نہ کرے اور اگر کوئی اُسے گالی دے یا اس سے لڑے تو کہہ دے میں روزہ دار آدمی ہوں"---

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ کا ثواب کسی کے انداز و شمار میں نہیں آسکتا، اس لیے کہ اللہ تعالٰی خود اس کی جزاء مرحمت فرمائے گا اور ملائکہ اقدس کے سپرد نہ کرے گا۔

⑤ ((عن أبی هريرة قال: قال رسولُ الله ﷺ: "اِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَ مَرَدَةُ الْجِنِّ، وَ غُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ، وَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ تُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَ يُنَادِيْ مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ، وَ يَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، وَ لِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَ ذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ")) --- (ترمذی و ابن ماجہ) [۵]

"ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا، جب رمضان کی پہلی شب ہوتی ہے، شیاطین اور سرکش جنات قید کر دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، پھر ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، پھر ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور پکارنے والا پکارتا ہے، اے نیکی کے طلب گار! متوجہ ہو اور اے بدی کے طالب! کمی کر اور باز رہ اور اللہ کے لیے آزاد کیے ہوئے ہیں آگ سے اور یہ ندا ہر شب ہوتی ہے"---

شیاطین کے گرفتار ہونے سے بدیوں کی کمی مراد ہے، یعنی رمضان کی برکت سے ایمان دار اللہ تعالٰی کی طاعت و عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور بدیاں اور گناہ کے کام چھوڑ دیتے ہیں، شیطانوں کے لیے یہ قید ہے کہ انہیں ان کے کام سے روکتی ہے۔

⑥ عن أبی هريرة قال: قال رسولُ الله ﷺ: "أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ، فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ تُفْتَحُ فِيْهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَ تُغْلَقُ فِيْهِ أَبْوَابُ الْجَحِيْمِ وَ تُغَلُّ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ، لِلّٰهِ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ

اَلْفِ شَھْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَیْرَھَا فَقَدْ حُرِمَ"))---(رواہ احمد)[٦]

"حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو ماہِ مبارک رمضان آیا، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض فرمائے، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، سرکش شیطانوں کی گردنوں میں طوق ڈالے جاتے ہیں، اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کے خیر سے محروم رہا بے شک وہ محروم رہا"---

روزہ کی فرضیت شعبان ۲ ہجری میں ہوئی۔[لمعات]

❼ ((عن عبداللّٰہ بن عمر، أن رسولَ اللّٰہ ﷺ قال: "اَلصِّیَامُ وَ الْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، یَقُوْلُ الصِّیَامُ: أیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَ الشَّھْوَاتِ بِالنَّھَارِ، فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ، وَ یَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُہُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ، فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ فَیُشَفَّعَانِ"))---[٧]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا: اے رب! میں نے اس کو کھانے اور رغبت کی چیزوں سے دن میں باز رکھا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما، قرآن کہے گا: میں نے اس کو شب میں آرام کرنے سے روکا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول کر۔ دونوں کی شفاعتیں اس کے حق میں قبول کی جائیں گی"---

❽ ((عن ابن عمر، أنّ النبیّ ﷺ قال: "اِنَّ الْجَنَّةَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ اِلٰی حَوْلِ قَابِلٍ، قَالَ: فَاِذَا کَانَ أَوَّلُ یَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ ھَبَّتْ رِیْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ عَلَی الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَیَقُلْنَ: یَا رَبِّ! اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِکَ أَزْوَاجًا تُقَرُّ بِھِمْ أَعْیُنُنَا وَ تُقَرُّ أَعْیُنُھُمْ بِنَا"))---(رواہ البیھقی)[٨]

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ جنت رمضان مبارک کے لیے ابتدائے سال سے آئندہ سال تک یعنی

پورے سال بھر آراستہ کی جاتی ہے، جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے، جنت کے پتوں سے زیر عرش حوروں پر ہوا چلتی ہے، وہ کہتی ہیں، اے رب! ہمیں اپنے بندوں میں وہ عنایت فرما جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں"---

اِن بے حد و بے پایاں برکات سے محروم رہنا انتہا درجہ کی بدنصیبی و محرومی ہے، افسوس اُن مسلمانوں پر جو رمضان مبارک میں روزہ نہیں رکھتے اور کمال بے غیرتی و بے حیائی کے ساتھ بازاروں میں پان کھا کر نکلتے ہیں، ان کی نگاہوں میں نہ رمضان کی حرمت ہے، نہ دین پاک کی آبرو۔ وہ گناہ کے علاوہ اسلامی اجتماع کو سخت صدمہ پہنچاتے ہیں۔

فرائض وہ چیز ہیں، جن میں تمام مسلمانوں کو یکساں ہونا چاہیے۔ جب تک مسلمان پابندی کرتے تھے، دوسری قومیں بھی رمضان کا احترام کرتی تھیں اور انہیں یارا نہ تھا کہ وہ اعلان کے ساتھ کھا پی سکیں، لیکن آج جب کہ مسلمان ہی اسلام کی عظمت نہیں کرتے، دوسرے کیا کریں گے۔ ع

از ماست کہ برماست

اپنی خراب عادتیں خود ہماری پیدا کی ہوئی ہیں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ روزہ رکھنے سے ایک کاغذ جسم کم ہو جائے گا، کسی قدر دبلے ہو جائیں گے، کیا وہ اس گھمنڈ میں ہیں کہ بیماری نہ آئے گی؟ ایک دن کا بخار یا گھنٹا بھر کا درد، وزن آدھا نہ کر دے گا؟ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ انفلوائنزا، طاعون، ہیضے میں کیسی کیسی تن آور اور قوی ہستیاں چند ساعت میں لقمۂ اجل ہو جایا کرتی ہیں؟ اس فنا ہونے والے جسم اور ناپائے دار جسامت کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے فرض کو ترک کرنا، کس درجہ کی غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائے، بچوں کو دیکھا ہے کہ شدتِ گرما میں شوق کے ساتھ تمام مہینا کے روزے رکھتے ہیں۔

رمضان المبارک کے روزے

رمضان مبارک کے روزے فرض ہیں اور ان کا منکر کافر ہے اور ان کے لیے تین قسم کی شرطیں ہیں:

۱)......شرائطِ وجوب وہ تو اسلام و عقل و بلوغ ہیں تو کافر و مجنوں اور نابالغ پر فرض نہیں۔

۲)......شروطِ وجوبِ ادا اور وہ صحت و اقامت ہیں، تو مریض اور مسافر پر فی الحال ادا واجب نہیں۔

۳)......شروطِ صحت ادا وہ نیت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا ہے کہ بغیر ان دونوں شروط کے

روزے کی ادا صحیح نہ ہوگی، نیت سے مراد قلب سے جاننا اور معین دن کے روزے رکھنے کا ارادہ کرنا ہے۔ زبان سے نیت کا تلفظ کرنا سنت ہے، رمضان کے ہر ایک دن کے لیے روزہ کی نیت ضروری ہے، رمضان میں سحری کھانا بھی روزہ کی نیت ہے، نیت کے لیے یہ کلمات کہنے چاہئیں:

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا---

"میں نیت کرتا ہوں کہ کل روزہ رکھوں گا"---

نیت کا وقت ہر دن کے لیے غروبِ آفتاب کے بعد سے ہے، دوپہر سے قبل تک، لیکن جو شخص دن میں روزہ کی نیت کرے وہ یہ نیت کرے کہ دن کے اوّل جز یعنی صبح صادق سے روزہ دار ہے، بعد طلوعِ آفتاب نیت کرنے کی صورت میں نیت کے وقت سے روزہ دار رہنے کی نیت کی تو روزہ نہ ہوگا۔ ایسے ہی جو نیت کہ قبل غروبِ آفتاب ہو وہ بھی جائز نہیں، بہتر یہ ہے کہ شب میں نیت کی جائے۔ روزہ کا وقت صبح صادق سے ہے، اس سے پہلے سحری کھانا مستحب ہے، سحری کا وقت شب کا پچھلا چھٹا حصہ ہے، افطار میں جلدی افضل ہے، مگر نہ اتنی کہ غروب میں شک ہو۔ افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وَ صَوْمَ الْغَدِ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ نَوَیْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ---

- سحری میں اس قدر تاخیر جس میں صبح صادق ہو جانے کا شبہ نہ ہو مستحب ہے۔
- اگر کسی شخص نے اس گمان پر سحری کھائی کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی مگر حقیقۃً صبح صادق شروع ہو چکی تھی یا کسی شخص نے اس گمان پر کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے، افطار کر لیا باوجویکہ غروب نہ ہوا تھا، ان دونوں صورتوں میں اس پر روزہ کی قضاء لازم آئے گی۔
- اگر غالب ظن پر یہ ہو کہ صبح صادق کے بعد سحری کھائی گئی، روزہ کی قضا لازم ہے۔
- اگر آفتاب کے غروب ہونے میں شک ہو تو روزہ افطار نہ کرے تا آنکہ یقین ہو جائے اور اگر باوجود اس کے افطار کر لیا تو روزہ کی قضاء لازم ہے، پھر اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ وہ افطار واقع بھی قبل غروب ہوا تو کفارہ بھی لازم ہے۔

- اسی طرح اگر اسے غالب گمان یہ ہے کہ غروب آفتاب نہیں ہوا، باوجود اس کے افطار کر لیا تو اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔
- اگر صبح صادق کا طلوع ہونا کسی ذریعے سے معلوم نہ ہو سکے تو سحری میں تحری یا اندازہ کر سکتا ہے۔ اگر اس کے اندازہ میں وہ وقت رات ہو تو سحری کھالے۔
- جس شہر میں صحیح وقت پر سحری کے لیے طبل بجانے کا اہتمام ہو اور طبل بجانے والوں پر اعتماد ہو کہ ٹھیک وقت پر بجاتے ہیں تو سحری کے لیے اس طبل کا اعتبار کرنا جائز ہے۔
- اسی طرح وقت بتانے والی جنتریوں کا حکم ہے، جو جنتریاں واقف کار ماہروں نے بنائی ہوں اور ان کی صحت کا تجربہ ہو چکا ہو، سحر و افطار میں ان کا اعتبار جائز ہے، اگر ان کی غلطی ظاہر نہ ہو۔
- مرغ کی آواز سحری کے لیے کچھ قابل اعتماد نہیں ہے۔

روزے کے مکروہات

- کسی شے کا چکھنا اور چبانا بلا عذر مکروہ ہے۔ اگر عورت کا شوہر بدمزاج ہو، اس لیے وہ سالن چکھ لے یا بچہ کے کھلانے کے لیے کوئی چیز نہ ہو اور گھر میں کوئی ایسا غیر روزہ دار شخص نہ ہو جو روٹی کو چبا کر اس کو کھلا دے، ایسی صورت میں عورت بچہ کے کھلانے کے لیے روٹی چبائے، جائز ہے۔
- شہد خریدنے کے لیے چکھنا مکروہ ہے۔
- قدمچہ پر کشادہ بیٹھ کر استنجاء میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔
- کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا اور زیادہ دیر تک پانی سے منہ بھر ارکھنا، مکروہ ہے۔
- یہ بھی مکروہ ہے کہ روزہ دار منہ میں بہت سا تھوک جمع کرتا رہے، پھر نگل جائے۔
- مسواک جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں۔
- سرمہ لگانا، بالوں کو تیل لگانا مکروہ نہیں۔
- امن کی صورت میں بوسہ جائز ہے، لیکن ہونٹوں کا چوسنا مکروہ ہے۔
- مباشرت فاحشہ یعنی ننگے ہو کر معانقہ کرنا مکروہ ہے۔
- جو شخص صبح کو جنبی اٹھا یا دن میں محتلم (احتلام والا) ہو گیا، غسل کرے حرج نہیں۔

- مسافر کو روزہ مکروہ ہے، اگر روزہ سے اس کو غیر معمولی تکان ہو جائے یا مشقت بڑھ جائے، ورنہ روزہ رکھنا افضل ہے۔

سحری و افطاری

سحری کا کھانا مستحب ہے اور اس کا وقت آخر شب ہے، فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ وہ شب کا پچھلا سدس یعنی چھٹا حصہ ہے، سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے مگر نہ اتنا کہ وقت ہی میں شک ہونے لگے:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَۃً")) ---(متفق علیہ)[۹]

"حضور ﷺ نے فرمایا: سحری کھاؤ، اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے"---

افطار میں جلدی افضل ہے۔

((عن سھل قال: قال رسولُ اللّٰہ ﷺ: "لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ")) ---(متفق علیہ)[۱۰]

"بخاری و مسلم میں حضرت سہل سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: لوگ بخیر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کریں گے"---

نماز سے پہلے افطار کرنا مستحب ہے، افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وَ صَوْمَ الْغَدِ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ نَوَیْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ---

"یا رب! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا، تیرے ساتھ ایمان لایا، تجھ پر بھروسا کیا، تیرے رزق پر افطار کیا، کل کے روزہ رمضان کی نیت کی، میرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما"---

مُفسِدات

مفسدات دو قسم کے ہوتے ہیں:

ایک وہ جن سے صرف قضاء واجب ہوتی ہے، کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

دوسرے وہ جن سے قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔

- اگر روزہ دار نے بھول کر کھایا، پیا یا جماع کیا، روزہ میں کوئی نقصان نہ آیا۔
- ایک شخص نے روزہ دار کو کھاتے دیکھا، اگر اس میں روزہ تمام کرنے کی قوت ہو تو اس کو یاد نہ دلانا مکروہ ہے اور اگر وہ ضعیف ہے، کبیر السّن بوڑھا ہے تو جائز ہے کہ اس کو خبر کردے۔
- اگر کسی شخص نے بحالت اکراہ و خطا کھایا، اس پر قضاء ہے کفارہ نہیں، اکراہ یہ ہے کہ وہ کھانے پر مجبور کیا گیا تھا اور خطا یہ کہ اس کا ارادہ روزہ توڑنے کا نہ تھا گو کہ اس کو روزہ یاد ہو اور ناسی وہ شخص ہے جس کو روزہ یاد نہ ہو۔
- کسی شخص نے کلی کی یا ناک میں پانی ڈالا، وہ اس کے پیٹ میں اُتر گیا، اگر اس کو روزہ یاد تھا تو فاسد ہو گیا اور اس پر قضاء آئے گی اور اگر یاد نہ تھا تو فاسد نہ ہوا۔
- اگر کوئی ایسی چیز نگل لے جو نہ عادۃً غذا میں مستعمل نہ دوا میں، جیسے کہ پتھر یا مٹی، اس سے اس کا روزہ جاتا رہے گا لیکن کفارہ واجب نہیں۔
- اگر کسی نے سر دھونے کی مٹی کھالی روزہ فاسد ہو گیا، اگر وہ مٹی کھانے کا عادی تھا تو اس پر قضاء کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہے۔
- دانتوں کے درمیان جو چیز رہ جاتی ہے اس کو کھالیا، اگر کثیر ہے تو روزہ جاتا ہے ورنہ نہیں، چنے کی مقدار اور اس سے زیادہ کثیر ہے اور اس سے کم قلیل۔ تل دانتوں کے درمیان رہ گیا تھا، اس کو نگل لیا، روزہ فاسد نہیں ہوا اور اگر باہر سے اٹھا کر ایک تل نگل لیا چبا کر، روزہ فاسد ہو گیا اور بے چبائے نگلا تو کفارہ بھی واجب ہوا۔
- غیر کا چبا ہوا لقمہ نگل لینے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔
- سحری کھا رہا تھا منہ میں لقمہ تھا کہ فجر نے طلوع کیا اس کے بعد اس کو نگل لیا یا کھانے کے لیے روٹی توڑی تھی اس کو روزہ یاد نہ تھا، جب چبایا تو یاد آیا کہ روزہ دار ہے، پھر اس کو نگل گیا تو اس پر کفارہ ہے اور اگر اس کو منہ سے نکال لیا پھر منہ میں رکھ کر نگل گیا روزہ فاسد ہو گیا، کفارہ لازم نہیں۔
- اگر دوسرے کا تھوک نگل گیا روزہ فاسد ہو گیا کفارہ لازم نہیں، لیکن اگر وہ دوست کا تھوک تھا تو کفارہ بھی لازم ہے اور اگر اپنا ہی تھوک منہ سے نکال کر ہاتھ پر رکھا پھر اس کو نگل گیا تو روزہ فاسد ہو گیا کفارہ نہیں۔

- اگر کلی کے بعد تری باقی رہی تھوک کے ساتھ اس کو نگل گیا تو روزہ فاسد نہ ہوا۔
- دانتوں میں سے خون نکلا اور حلق میں داخل ہو گیا، اگر تھوک غالب ہو تو مضر نہیں، ورنہ روزہ فاسد ہو گیا۔
- اگر مکھی منہ میں خود چلی گئی اور حلق میں داخل ہو گئی روزہ فاسد نہ ہوا۔
- غبار اور دھواں جس سے بچنا ممکن نہیں ہے، روزہ کو نہیں توڑتا۔
- حقہ اور سگریٹ پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔
- دوا آنکھ میں ٹپکائی روزہ فاسد نہ ہوا، اگرچہ اس کا مزہ حلق میں پایا جائے۔ سرمہ کا اثر اور رنگ، تھوک میں دیکھا روزہ نہیں گیا۔
- قے منہ بھر کر آئی روزہ فاسد نہیں ہوا۔
- ناک میں کوئی دوا سڑکی یا کان میں تیل ٹپکایا روزہ فاسد ہو گیا، کفارہ واجب نہیں۔
- کان میں پانی ٹپکایا روزہ فاسد نہیں ہوا۔
- احلیل یعنی مرد کے پیشاب کے سوراخ میں کوئی دوا ٹپکائی، روزہ فاسد نہیں ہوا اور عورت کے ٹپکائی تو فاسد ہو گیا۔
- عورت کا بوسہ لیا، انزال ہو گیا، روزہ فاسد ہو گیا، کفارہ واجب نہیں۔

دوسری قسم وہ مفسدات ہیں، جن سے قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں:

- اگر کسی روزہ دار نے اَحَدُ السبیلین (اگلے یا پچھلے مقام) میں جماع کیا، اس پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں، ان دونوں محلوں میں اِنزال شرط نہیں۔
- اگر کسی شخص نے ایسی چیز کھائی جو غذاءً یا دواءً کھائی جاتی ہے، اس پر کفارہ لازم ہے۔
- اگر کسی شخص نے جَو نگلا، اگر بھنا ہوا تھا کفارہ لازم ہو گا، ورنہ نہیں۔
- اگر کسی شخص نے بھول کر کھایا یا جماع کیا پھر یہ گمان ہوا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا، اس کے بعد قصداً کھا لیا، اس پر کفارہ نہیں۔
- کسی شخص کو قے آئی، اس کو یہ گمان ہوا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا، اس کے بعد افطار کیا، کفارہ لازم نہ ہو گا اور اگر یہ جانتا ہے کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، پھر کھا لیا، کفارہ لازم ہو گا۔
- ایسے ہی کسی شخص کو احتلام ہوا، اس نے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا، اس کے بعد قصداً کھا لیا،

کفارہ نہیں، اگر جانتا ہو کہ احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا، تو اس پر کفارہ ہے۔

اعذار مُبیحہ

وہ عذر جن سے روزہ کا افطار کرنا مباح ہو جاتا ہے، ان میں:

- ایک مرض ہے، جب آدمی بیمار ہو جائے اور اس کو جان کے تلف ہونے کا یا کسی عضو کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے بالاجماع افطار جائز ہے اور اگر مرض کے بڑھنے یا دیر پا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو بھی افطار جائز ہے اور اس پر قضاء لازم ہو گی۔
- حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی جب انہیں اپنے یا بچہ کا اندیشہ ہو، افطار کریں۔
- اسی طرح اگر کوئی عورت حائضہ یا نفساء ہو تو وہ بھی افطار کرے۔[۱۱]
- پیاس اور بھوک جب اس قدر غلبہ کرے کہ اس سے ہلاکت کا اندیشہ ہو تو افطار جائز ہے۔
- شیخ فانی وہ بوڑھا مرد یا عورت جس کی قوت روز بروز کمی پر ہو اور آئندہ امید بھی نہیں کہ اس میں طاقت آئے گی، جب روزہ نہ رکھ سکے تو اس کے لیے افطار جائز ہے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھلائے۔ اس کے بعد اگر اسے روزہ پر قوت حاصل ہو گئی تو روزہ واجب ہو جائے گا۔
- پیشہ ور اور مزدور جس کو اہل و عیال کے خرچ کے لیے محنت و مزدوری ناگزیر ہے معذور نہیں، اس پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ ہمارے ملک کے بہشتی اور دھوبی (وغیرہما) محنت کا عذر کر کے روزے کھا جاتے ہیں (یعنی روزہ نہیں رکھتے)، ان کا عذر کوئی چیز نہیں۔

روزہ کے متفرق مسائل

- بچہ جب روزہ کی طاقت رکھے تو اس کو روزہ کا امر کیا جائے، بشرطیکہ روزہ اس کی صحت کو مُضر نہ ہو۔

ابو حفص سے دریافت کیا گیا کہ دس برس کے بچے کو روزے رکھنے کے لیے مارا جائے؟ فرمایا: اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ روزہ بمنزلہ نماز کے ہے، یعنی دس سال کی عمر والے بچے کو مار کے روزہ رکھوایا جائے۔

- ایک شخص نے سحری کھائی، خیال یہ تھا کہ ابھی وقت باقی ہے، بعد کو معلوم ہوا وقت نہ تھا، فجر طلوع کر چکی تھی، اس پر تمام دن کھانے پینے سے باز رہنا، روزہ داروں کے ساتھ مشابہت

کرنا واجب ہے اور روزہ کی قضاء واجب ہے۔

- یہی حکم اس شخص کا ہے جس نے یہ گمان کر کے روزہ افطار کرلیا کہ آفتاب غروب ہوگیا، پھر معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا۔
- روزہ کا کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو دو مہینے روزے متواتر رکھے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، ہر مسکین کو ایک صاع جَو یا نصف صاع گیہوں۔ نصف صاع گیہوں آج کل کے وزن سے دو سیر تین چھٹانک اور اٹھنی بھر ہوتے ہیں، (یعنی دو کلو، تقریباً ۱۷۴ گرام)، یہی اَحوط ہے۔
- قضاء رمضان کے روزے مستحب ہے کہ پیاپے (مسلسل) رکھے جائیں۔

شبِ قدر

سال بھر کی شبوں میں شبِ قدر افضل ہے اور اس کی طلب مستحب، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ شبِ قدر رمضان میں ہوتی ہے اور نہیں معلوم کہ وہ کون سی شب ہے، کبھی اوّل ہو جاتی ہے اور کبھی بعد ہوتی ہے۔ صاحبین کے نزدیک تقدم و تاخر نہیں، شب تو متعین ہے، لیکن ہمیں اس کا علم نہیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کسی سال میں کوئی شب ہوتی ہے اور کسی سال میں کوئی اور شب۔ امام مالک و ثوری و احمد و اسحاق و ابوثور کا یہی قول ہے۔

دوسرے علماء نے فرمایا کہ وہ رمضان کے عشرۂ آخر میں منتقل ہوتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ وہ متعین شب ہے، کبھی منتقل نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عمر اور صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے کہ وہ رمضان کی کوئی شب ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ عشرۂ آخر کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے، اس پر اکثر علماء میں اختلاف ہے۔

وجہ تسمیہ

اس شب کو شبِ قدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اَرزاق و آجال اور حوادث و واقعات تمام سالوں کے مکتوب ہیں، قال اللہ تعالیٰ:

﴿فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ﴾---[۱۲]

''اس میں ہر حکمت والا کام فیصل کیا جاتا ہے''---

''قدر'' کے معنی اندازہ کے ہیں اور اس معنی سے ''دال'' کو ساکن پڑھنا جائز ہے اور مشہور ''دال'' کی حرکت ہے۔

بعضوں نے کہا کہ عظمتِ قدر اور شرافت کی وجہ سے اس شب کا نام ''شبِ قدر'' ہے اور اس تقدیر پر اضافت ''حاتم الجود'' کے قبیل سے ہے، بعضوں نے کہا کہ اس شب میں عبادت کرنے والا صاحب قدر ہو جاتا ہے اور اس شب کی طاعتوں کی قدر زائد ہے، اس لیے اس کو ''شبِ قدر'' کہتے ہیں۔

اخفاء کی حکمت

علماء نے فرمایا کہ اس شب کے اِخفاء میں یہ حکمت ہے کہ لوگ اس کی طلب میں کوششیں کریں اور ہر شب اس خیال سے عبادت میں گزاریں کہ شاید یہی رات شبِ قدر ہو، اس طرح ان کی حسنات اور نیکیاں زیادہ ہو جائیں اور ان کو عمل نیک پر رغبت ہو، اس لیے بعض علماء نے فرمایا کہ جو شخص سال بھر ہر شب قیام کرے گا ان شاء اللہ اس کو پا ہی لے گا۔ بعض علماء نے کیا پُر لطف نکتہ فرمایا:

من لم یعرف قدرَ لیلةٍ لم یعرف لیلةَ القدر---

''جس شخص نے رات کی قدر نہ جانی، شبِ قدر کو کیا پہچانے گا''---

((عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا قالت، قال رسول اللّٰہ ﷺ: ''تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ''))---(بخاری)[۱۳]

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: شبِ قدر کو رمضان کے پچھلے عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو''---

((عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا قالت: قلت: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَرَأَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ أَیُّ لَیْلَةٍ لَیْلَةُ الْقَدْرِ، مَا أَقُوْلُ فِیْھَا؟ قَالَ: قُوْلِیْ: ''أَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ''))---(ترمذی و ابن ماجه)[۱۴]

''حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اگر میں جان لوں کہ قدر کون سی رات ہے تو میں اس میں کیا کہوں؟ فرمایا:

یہ کہو یارب! تو کثیر العفو ہے عفو کو پسند فرماتا ہے، میری خطائیں معاف فرما"---

((عن أنس قال: قال رسولُ اللّٰہ ﷺ: "اِذَا کَانَ لَیْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِیْلُ علیہ السلام فِیْ کَبْکَبَةٍ مِنَ الْمَلَائِکَةِ، یُصَلُّوْنَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ فَإِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِھِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ فِطْرِھِمْ بَاھٰی بِھِمْ مَلَائِکَتَهٗ، فَقَالَ یَا مَلَائِکَتِیْ! مَا جَزَاءُ أَجِیْرٍ وَفّٰی عَمَلَهٗ؟ قَالُوْا: رَبَّنَا جَزَاؤُہٗ أَنْ یُوَفّٰی أَجْرُہٗ، قَالَ: مَلَائِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَ اِمَائِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْھِمْ، ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَی الدُّعَاءِ، وَ عِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ وَ کَرَمِیْ وَ عُلُوِّیْ وَ ارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَأُجِیْبَنَّھُمْ، فَیَقُوْلُ: ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَ بَدَّلْتُ سَیِّئَاتِکُمْ حَسَنَاتٍ، قَالَ: فَیَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّھُمْ"))---(بیہقی)[۱۵]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سراپا نور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب شب قدر ہوتی ہے، جبریل امین علیہ السلام ملائکہ کی جماعت میں اترتے ہیں اور ہر قیام وقعود کرنے والے بندے پر جو خدا کے ذکر میں مشغول ہیں، رحمت کی دعائیں کرتے ہیں، جب عید فطر کا دن ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ پر اپنے بندوں کے ساتھ مباہات و مفاخرت فرماتا ہے۔ اے میرے ملائکہ! اس مزدور کی کیا جزاء ہے، جس نے اپنا کام پورا کیا، عرض کرتے ہیں، یارب! اس کی جزاء یہ ہے کہ اس کو پورا پورا اجر دیا جائے، فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے میرا فرض ادا کیا، پھر دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے، فریاد کرتے نکلے، مجھے اپنے عزت وجلال، اپنے کرم، اپنی برتری، اپنی بلند راستگی کی قسم، بے شک میں ان کی دعائیں قبول فرماؤں گا، پس فرماتا ہے: لوٹو میں نے تمھیں بخش دیا، میں نے تمھاری بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ مغفور واپس ہوتے ہیں"---

بدیوں کو نیکیوں سے بدلنے سے یہ مراد ہے کہ صحائفِ اعمال میں بفضل اللہ المتعال ہر بدی کی جگہ نیکی لکھی جاتی ہے کہ یہ کرم روزہ داروں کے ساتھ عام ہوا اور یہ بھی احتمال ہے کہ عاصیوں کے لیے غفران ہو اور تائب فرماں برداروں کے لیے تبدیل، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ

سَیِّئَاتِھِمْ حَسَنَاتٍ﴾---[١٦]

''مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے پس یہ لوگ ہیں کہ اللہ ان کی بدیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا''---

اعتکاف

لغت میں ''اعتکاف'' کے معنی حبس و مکث کے یعنی رُکنے اور باز رہنے کے ہیں۔ اصطلاحِ شرع میں ''اعتکاف'' مسجد میں مع نیت کے ٹھہرنے اور اس کو علیٰ وجہِ مخصوص لازم کر لینے کا نام ہے۔ رمضان کے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ اور اس کے ماسوا مستحب، البتہ اگر نذر کر لے تو واجب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے عشرۂ آخرہ کے اعتکاف پر مواظبت فرمائی۔

((عن عائشة رضي الله عنها: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ))---(بخاری و مسلم)[١٧]

''حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ رمضان کے عشرۂ آخرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا''---

اعتکاف کے لیے چند شرطیں ہیں، ان میں سے ایک نیت ہے، چناں چہ بلا نیت اعتکاف کرنا بالاجماع ناجائز ہے[١٨] ایک شرط مسجدِ جماعت ہے، اس لیے اعتکاف ہر اس مسجد میں صحیح ہے جس میں اذان و تکبیر ہوتی ہو، مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں اعتکاف افضل ہے، پھر مسجد النبی (ﷺ) میں، پھر بیت المقدس میں، پھر جامع مسجد میں، پھر جس مسجد میں نمازی زیادہ ہوں۔ عورت گھر کی مسجد میں اور اگر گھر میں مسجد نہ ہو تو گھر میں کسی جگہ کو مسجد قرار دے کر اعتکاف کرے، یہ جگہ اس کے لیے مسجدِ جماعت کا حکم رکھتی ہے، حتیٰ کہ سوائے حاجت انسانی کے اس جگہ سے نہ نکلے، عورت کے لیے مسجدِ جماعت میں اعتکاف مکروہ ہے۔

اعتکاف کی شرائط میں سے روزہ بھی ایک شرط ہے مگر اعتکاف واجب کے لیے۔ ''ظاھر الروایۃ'' میں ہے کہ اعتکاف نفل کے لیے روزہ شرط نہیں [۱۹] اور اس کی ادنیٰ مقدار کے لیے کوئی اندازہ نہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نکلنے تک کے لیے اعتکاف کی نیت کر لی تو صحیح ہے۔ اعتکاف کے لیے اسلام و عقل اور جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہونا بھی شرط ہے، اس لیے کہ کافر تو عبادت کا اہل نہیں اور مجنون نیت کا اہل نہیں، جنبی اور حیض و نفاس والی، ان لوگوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں، اعتکاف کی صحت کے لیے بلوغ شرط نہیں، ہوشیار بچہ کا اعتکاف صحیح ہے۔ [۲۰]

اعتکاف کے آداب و محاسن

مستحب ہے کہ معتکف نیک باتوں کے سوا کلام نہ کرے اور رمضان میں دس روزہ اعتکاف کرے اور افضل مساجد میں معتکف ہو، قرآن کی تلاوت اور حدیث و فقہ کا پڑھانا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک حالات پڑھنا، دیکھنا، سننا، سنانا، صالحین کے احوال کا ذکر کرنا لازم رکھے۔ [۲۱]

اگر ایسی باتیں کیں جن میں گناہ نہیں تو بھی جائز ہے، معتکف اپنی جان کو بالکل عبادتِ الٰہی میں صرف کرتا ہے اور اپنے نفس کو دنیا میں مشغول ہونے سے بچاتا ہے اور اپنے تمام اوقات حقیقۃً یا حکماً نماز میں صرف کرتا ہے کیوں کہ اعتکاف کا مقصد اصلی نماز کی جماعتوں کا انتظار کرنا ہے، نماز کے انتظار کرنے والے کو اللہ تبارک و تعالیٰ نماز ہی کا ثواب دیتا ہے۔ [۲۲]

مُفسِدات اعتکاف

- اعتکاف کرنے والا اعتکاف کی جگہ سے رات یا دن میں کسی وقت بھی بغیر عذر کے نہ نکلے، اگر ایک گھڑی بلا عذر باہر نکلا اعتکاف فاسد ہو گیا، خواہ یہ نکلنا قصداً ہو یا بھول کر۔
- عورت اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکل کر مکان میں نہ آئے اگر چہ اعتکاف کی جگہ گھر کا کوئی گوشہ ہو، وہیں رہنا چاہیے۔ [۲۳]
- ادائے جمعہ کے لیے جامع مسجد جانا جائز ہے لیکن ضرورت سے زیادہ وقت نہ خرچ کرے، کھانے پینے سونے کے لیے نکلنا جائز نہیں کیوں کہ معتکف کے لیے مسجد میں ان باتوں کی اجازت ہے۔

- مریض کی عیادت اور جنازہ کی شرکت کے لیے نہ نکلے، اگر نکلا اعتکاف فاسد ہو گیا۔

یہ تمام احکام اعتکاف واجب میں ہیں اور اعتکاف نفل میں عذر و بے عذر نکلنا جائز ہے۔ معتکف پر جماع اور اس کے دواعی مباشرت، لمس، معانقہ وغیرہ حرام ہیں، احتلام سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، غسل کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے۔

ممنوعات

خاموشی جس کو معتکف عبادت سمجھے مکروہ ہے اور اگر عبادت نہ سمجھے تو مکروہ نہیں لیکن معاصی (گناہوں) سے زبان کو بچانے کے لیے خاموش رہنا اعظم عبادات ہے۔

معتکف کے لیے بیع اور شراء (خرید و فروخت) کھانے کی اور ضروری (اشیاء) کی جائز ہے لیکن تجارت کے کاروبار کا جاری رکھنا اور مقامِ اعتکاف کو تجارت گاہ بنا لینا مکروہ ہے۔ معتکف کو خوشبو اور سر میں تیل لگانا جائز ہے۔

اعتکاف واجب کے فاسد ہونے سے اس کی قضاء واجب ہو جاتی ہے۔

تراویح

تراویح کو "قیام رمضان" بھی کہتے ہیں، تراویح کی بیس (۲۰) رکعتیں جماعت کے ساتھ سنت مؤکدہ ہیں، اس پر اجماع ہے۔ یہی جمہور اہل علم کا مذہب ہے۔ ہمارے اصحاب، امام شافعی اور امام احمد سب حضرات کا بیس (۲۰) رکعتوں پر اتفاق ہے، لیکن امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے چھتیس (۳۶) رکعتیں منقول ہیں کیوں کہ اہلِ مدینہ اتنے ہی پڑھتے تھے، جمہور کی دلیل، وہ روایت ہے جو "موطا" میں یزید بن رومان سے مروی ہے۔

قَالَ: کَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِثَلٰثٍ وَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً---[۲۴]

"کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تیئیس (۲۳) رکعتوں کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ (۲۰ تراویح، ۳ وتر)"---

بیہقی نے بسند صحیح سائب بن یزید سے روایت کی:

کَانُوْا یَقُوْمُوْنَ عَلٰی عَھْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃٍ---[۲۵]

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہِ رمضان میں لوگ بیس (۲۰) رکعت (تراویح) کے ساتھ قیام کرتے تھے''---

أخرج البیھقی عن شبرمة: وَ کَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِیٍّ، أَنَّہٗ کَانَ یَؤُمُّھُمْ فِیْ رَمَضَانَ فَیُصَلِّیْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ---[۲۶]

''بیہقی نے شبرمہ سے روایت کی اور وہ علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے کہ وہ رمضان میں امامت کرتے تھے پس پانچ ترویحہ (بیس رکعت) پڑھاتے تھے''---

أخرج أیضاً أَنَّھُمْ کَانُوْا یَقُوْمُوْنَ عَلٰی عَھْدِ عُمَرَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃٍ وَ عَلٰی عَھْدِ عُثْمَانَ وَ عَلِیٍّ مِثْلَہٗ---[۲۷]

''نیز بیہقی نے تخریج کی کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی ایسے ہی''---

ابوعبدالرحمٰن سلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ:

اَمَرَ رَجُلاً بِأَنْ یُصَلِّیَ بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَ کَانَ یُوْتِرُ بِھِمْ---[۲۸]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت (تراویح) امام بن کر پڑھادے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود وتر پڑھاتے تھے''---

روی ابن أبی شیبة و عبد بن حمید و البغوی و البیھقی و الطبرانی عن ابن عباس أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یُصَلِّیْ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَ الْوِتْرَ---[۲۹]

''ابن ابوشیبہ، عبد بن حمید، بغوی، بیہقی اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے''---

روایاتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ زمانہ اقدس سے آج تک تراویح بیس (۲۰) رکعت پڑھی

جاتی ہے، خلفاء، صحابہ اور ائمہ سب کا اس پر اجماع ہے، مشارق و مغارب میں اس پر عمل ہے۔

عالم مدینہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمل اہلِ مدینہ سے تمسک کیا کہ وہ چھتیس رکعت پڑھتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اہلِ مکہ ہر دو ترویحہ کے درمیان سات مرتبہ (یعنی سات چکر) طواف کرتے تھے اور دو رکعت طواف کی پڑھتے تھے، اہلِ مدینہ نے ان کی مساوات چاہی اور بجائے ہر طواف کے چار رکعتیں مقرر کیں، اس طرح سولہ رکعتیں بڑھائیں، یوں سب مل کر چھتیس ہوگئیں۔

بہر حال بیس تراویح حضور ﷺ کی اور خلفاء راشدین کی سنت ہے اور اس پر سلفاً و خلفاً تمام امت کا اجماع ہے، سارے عالم کے اہلِ اسلام اس پر عامل ہیں، نفسِ تراویح سنت بالعین ہے اور جماعت کے ساتھ سنت علیٰ سبیل الکفایہ ہے، یعنی اگر تمام اہلِ محلہ جماعت ترک کر دیں تو وہ سب کے سب تارکِ سنت اور گناہ گار ہیں اور اگر کوئی ایک شخص جماعت چھوڑ کر اپنے گھر پڑھے تو وہ تارکِ فضیلت ہے۔ اگر لوگوں نے گھر میں جماعت کی تو (فضیلت) حاصل ہوگئی، لیکن مسجد میں جماعت کو ایک اور فضیلت ہے، اس سے محروم رہے۔ جماعت کے ساتھ صرف پانچ ترویحہ یعنی بیس رکعت پڑھی جائیں، جماعت کے ساتھ اس سے زیادہ رکعتیں پڑھنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔

بہتر یہ ہے کہ تراویح، سنتِ وقت یا قیام لیل یا قیام رمضان کی نیت کی جائے یا مطلق نماز کی نیت سے ادائے سنت کے جواز میں اختلاف ہے۔

تراویح کا وقت

عشاء (کے فرض ادا کرنے) کے بعد طلوع فجر تک ہے۔ تراویح قبل عشاء جائز نہیں۔ اگر کسی شخص کا ایک ترویحہ (یعنی چار رکعت) یا دو ترویحے رہ گئے تو اَولیٰ یہ ہے کہ پہلے تراویح پڑھے، اس کے بعد وتر۔ تراویح دو رکعت کی نیت سے پڑھنا بہتر ہے، ہر دو ترویحہ کے درمیان بقدر ایک ترویحہ بیٹھنا مستحب ہے، ایسے ہی پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بھی، لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بیٹھنا قوم پر گراں ہے تو نہ بیٹھے۔ ترویحوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت میں اختیار ہے، چاہیں تسبیح پڑھیں یا خاموش بیٹھیں، اہلِ مکہ طواف کرتے ہیں اور دو رکعتیں پڑھتے ہیں، اہلِ مدینہ چار رکعتیں فرادیٰ یعنی بے جماعت پڑھتے ہیں۔ تہائی رات سے نصف شب تک تراویح کی تاخیر مستحب ہے اور بعد نصف کے مکروہ نہیں۔ تراویح مردوں اور عورتوں سب کے لیے سنت ہے، ایک مقتدی نے دو مسجدوں میں تراویح پڑھی، مضائقہ نہیں۔ افضل یہ ہے کہ تراویح ایک امام کے ساتھ

پڑھیں، اگر دو اماموں کے ساتھ تراویح پڑھی گئی تو مستحب یہ ہے کہ ہر ایک پورا ترویحہ کر کے بیٹھے۔ اور اگر ترویحہ کے درمیان مثلاً دس رکعت پر ہٹ آیا تو خلاف مستحب ہے یہ بھی جائز ہے کہ فرض و وتر ایک امام پڑھائے اور تراویح دوسرا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرض و وتر کی امامت فرماتے تھے اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ تراویح کی۔

تراویح کی قضا نہیں، ایک شخص نے عشاء تنہا پڑھی اس کو تراویح امام کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ ایک شخص کی سنت عشاء رہ گئی۔ امام کے ساتھ تراویح میں شریک ہو گیا اور سنت عشاء کی نیت کی۔ جائز ہے۔ تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے، عوام کی کاہلی اور سستی کی وجہ سے نہ چھوڑا جائے اور دو مرتبہ ختم فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے۔

تراویح کی دونوں رکعتوں میں قراءت برابر کرنا افضل ہے۔ قرآن پاک کے ختم ہونے کے بعد مہینے کے باقی ایام میں تراویح نہ چھوڑی جائے، کیوں کہ وہ سنت ہے اور ترک مکروہ۔ جو شفع (دوگانہ) فاسد ہو گیا۔ اس میں جس قدر قرآن پڑھا گیا تھا شمار نہ کیا جائے۔ نماز کے اعادہ کے ساتھ اس قدر قرآن کا بھی اعادہ کیا جائے۔ ختم قرآن کے بعد جہاں خالی تراویح پڑھی جاتی ہیں یا دیہات میں جہاں حافظ میسر نہیں، تراویح میں سورۂ فیل سے آخر قرآن تک پڑھیں۔

یہ مکروہ ہے کہ مقتدی بیٹھے رہیں اور جب امام رکوع کے قریب ہو تو کھڑے ہو جائیں۔ حافظ کو غلط پڑھنے یا رکنے کی حالت میں لقمہ دینا جائز ہے۔ ہمارے ملک میں بے علم حافظوں کا دستور ہے کہ وہ حافظ کو بھلانے کے لیے کھانستے، کھنکھارتے یا اور ایسی ہی حرکت کرتے ہیں اور بعض تو اس قدر جری اور بے باک ہیں کہ اس کا وقار کم کرنے کے لیے یا اس کے حافظہ کا امتحان کی غرض سے غلط بتا دیتے ہیں، یہ سخت شنیع اور نہایت قبیح حرکتیں ہیں اور قرآن کو غلط پڑھنا یا صحیح پڑھنے والے کو قصداً غلطی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرنا عظیم گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔

نابالغ لڑکوں کی امامت

صحیح یہ ہے کہ تراویح بلکہ کسی نفل میں بھی نابالغ کی امامت جائز نہیں۔ ہمارے ملک میں یہ دستور ہے کہ نابالغ کو تراویح میں امام بنا لیتے ہیں۔ اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

وتر

وتر واجب ہیں، تین (۳) رکعتیں ایک سلام کے ساتھ، یہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔

امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام ابوحنیفہ ﷜ نے حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے یہ حدیث روایت کی:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُوْتِرَ بِثَلٰثِ رَکْعَاتٍ))---

"حضور ﷺ تین (۳) رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے"---

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

((قَالَت: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُوْتِرُ بِثَلٰثٍ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ))---(رواه الحاکم، وقال صحیح علی شرط البخاری و مسلم)[۳۰]

"فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ تین رکعت کے ساتھ وتر پڑھتے تھے، نہ سلام پھیرتے تھے مگر ان کے آخر میں"---

امام طحاوی نے مسور ابن مخرمہ سے روایت کیا:

((قَالَ: دَفَنَّا اَبَا بَکْرٍ لَیْلاً، قَالَ عُمَرُ: اِنِّیْ لَمْ اُوْتِرْ، فَقَامَ وَ صَفَفْنَا وَرَاءَهٗ، فَصَلّٰی بِنَا ثَلٰثَ رَکْعَاتٍ، لَمْ یُسَلِّمْ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ))---[۳۱]

"مسور ابن مخرمہ نے کہا کہ ہم نے حضرت ابوبکر ﷜ کو شب میں دفن کیا، پس حضرت عمر ﷜ نے فرمایا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے ہیں، پس کھڑے ہو گئے اور ہم نے ان کے پیچھے صف باندھی، انہوں نے ہم کو تین رکعتیں پڑھائیں، نہ سلام پھیرا مگر ان کے آخر میں"---

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے مروی ہے:

اَلْوِتْرُ ثَلٰثٌ کَثَلٰثِ الْمَغْرِبِ---[۳۲]

"مغرب کی تین رکعتوں کی طرح وتر بھی تین ہیں"---

اس کے علاوہ بکثرت احادیث موجود ہیں جن کا اس مختصر میں نقل کرنا دشوار ہے، وتر کی تمام رکعات میں فاتحہ اور سورہ پڑھی جائے اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھیں، امام اعظم ﷜ نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے، انہوں نے عبداللہ سے یہ حدیث روایت کی:

قَالَ: بِتُّ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَنَتَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ---[۳۳]

"کہا، میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں شب گزاری، حضور ﷺ نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی"---

عیدالفطر

عظمت وفضیلت اور فلسفہ

مولانا محمد ناصر خان چشتی

عید کا معنی و مفہوم

''عید'' کا لفظ ''عود'' سے مشتق ہے، جس کا معنی ''لوٹنا'' اور ''خوشی'' کے ہیں، کیوں کہ یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے اور ہر مرتبہ خوشیاں ہی خوشیاں دے جاتا ہے، اس لیے اس دن کو ''عید'' کہتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

عید کو اس لیے ''عید'' کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر سال اس دن اپنے بندوں پر انواع واقسام کے احسانات لوٹاتا ہے اور اس دن فرح، سرور اور نشاط وانبساط منانا لوگوں کی عادت ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ نیک شگون کے طور پر اس دن کو عید کہا جاتا ہے کہ ہماری زندگی میں یہ دن بار بار لوٹ کر آئے۔ جس طرح قافلہ کو قافلہ نیک شگون کے لیے کہتے ہیں تا کہ جس طرح وہ جارہا ہے، لوٹ کر آئے، کیوں کہ قافلہ کے معنی ہیں، ''لوٹ کر آنے والا''۔ [شرح مسلم، جلد۲، صفحہ ۶۵۵]

عید کا معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی علیہ الرحمہ (متوفی ۵۰۲ھ) رقم طراز ہیں کہ ''عید'' لغت کے اعتبار سے اس دن کو کہتے ہیں، جو ''بار بار لوٹ کر آئے'' اور اصطلاح شریعت میں ''عیدالفطر'' اور ''عیدالاضحیٰ'' کو عید کہتے ہیں اور یہ دن شریعت میں خوشی منانے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ جس طرح اس پر حضور ﷺ نے اپنے فرمان سے متنبہ کیا ہے کہ ایام منیٰ کھانے پینے اور

ازدواجی تعلقات (غیر حجاج کے لیے) کے دن ہیں۔ چنانچہ عید کا لفظ ہر خوشی اور مسرت حاصل ہونے کے دن میں استعمال ہونے لگا ہے۔[المفردات، صفحہ ۳۵۲]

عید اور خوشی کا یہ دن مسلمانوں کا عظیم اور مقدس مذہبی تہوار ہے، جو ہر سال ماہ شوال المکرّم میں انتہائی عقیدت و احترام، جوش و جذبے اور ذوق و شوق کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ عید الفطر دراصل تشکر و امتنان، انعام و اکرام اور ضیافت خداوندی کا دن ہے کہ رمضان المبارک کا تمام مہینا عبادت و ریاضت، روزے اور نماز تراویح میں گزارنے کے بعد شوال کی پہلی تاریخ کو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے عبادت گزار اور اطاعت گزار بندوں کو انعام و اکرام، بے شمار رحمتیں، بے حساب اجر و ثواب اور اپنی رضا ایسی بیش بہا دولت و نعمت عطا فرماتا ہے۔

عید الفطر --- عظمت و فضیلت

عید الفطر درحقیقت یوم الجائزہ اور یوم الانعام ہے۔ کیوں کہ اس دن اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو انعام و اکرام، اجر و ثواب اور مغفرت و بخشش کا مژدہ سناتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب عید الفطر کی رات آتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر "لیلۃ الجائزہ" (یعنی انعام و اکرام کی رات) لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتا ہے، وہ زمین پر آ کر تمام گلیوں اور راستوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے (جسے جنات اور انسانوں کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے) پکارتے ہیں کہ اے امت محمد ﷺ! اس رب کریم کی بارگاہ کی طرف چلو، جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔

جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اس مزدور کا کیا بدلہ ہے، جو اپنا کام پورا کر چکا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اے باری تعالیٰ! اس کا بدلہ یہ ہے کہ اس کو پوری مزدوری دے دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں (رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں) اپنی رضا اور مغفرت عطا فرما دی۔

اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے، اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت و جلال کی قسم آج کے دن تم اپنے اجتماع عید میں دنیا و آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے، میں عطا فرماؤں گا۔ میری عزت و جلال کی قسم! جب تک تم میرا

خیال رکھو گے، میں تمہارے عیوب پر پردہ ڈالوں گا اور میں تمہیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رسوا نہیں کروں گا۔ پس اب تم مغفور (بخشے ہوئے) ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کرلیا، فرشتے آج کے دن امت محمد ﷺ کو ملنے والے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر بہت خوشیاں مناتے ہیں"---[الترغیب والترہیب/مجمع الزوائد]

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

"جس نے عید کی رات (عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات) طلب ثواب کے لیے قیام کیا، اس کا دل اس دن نہیں مرے گا، جس دن باقی لوگوں کے دل مر جائیں گے"---[سنن ابن ماجہ]

حضرت وہب بن منبہ ﷺ فرماتے ہیں:

"جب بھی عید آتی ہے تو شیطان چلا چلا کر روتا ہے، اس کی بدحواسی دیکھ کر باقی شیاطین اس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں، اے ہمارے سردار! آپ کیوں غضب ناک اور اداس ہیں؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس! آج کے دن اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کو بخش دیا ہے، لہٰذا تم انہیں دنیاوی لذتوں میں مشغول کردو"---[مکاشفۃ القلوب]

عید کا حقیقی مفہوم

دین اسلام چونکہ "خیر الادیان" ہے اور امت محمدیہ ﷺ "خیر الامم" ہے، اس لیے اس کا عید منانے کا طریقہ بھی سب سے ممتاز، سب سے البیلا، سب سے بہترین اور کامل ترین بلکہ فطرت کے عین مطابق ہے۔ دین اسلام کے فطری ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ اسلام زندگی کے ہر موڑ پر کامل اور فطری ہدایات دیتا ہے، حیات و ممات، خوشی و غم الغرض یہ کہ زندگی کے ہر گوشہ میں بہترین اصول دیے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عید الفطر کے حقیقی معنی کیا ہیں اور ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد پیش کرنے سے کیا مراد ہے اور عید در حقیقت کس کے لیے ہے؟

عربی کے کسی شاعر نے بڑے خوب صورت اور دل نشین انداز میں عید کا مفہوم و مقصود بیان کیا ہے:

لیس العید لمن لبس الجدید
انما العید لمن خاف الوعید

"در حقیقت عید اس کی نہیں جس نے کپڑے پہن لیے، بلکہ عید تو اس کی ہے، جو عذاب الٰہی سے ڈر گیا"---

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

یعنی عید درحقیقت اس شخص کی نہیں جو صرف جدید لباس پہن لے، خوشبو لگالے، زیب وزینت کرلے اور انواع واقسام کے کھانے وغیرہ کھالے، بلکہ اصل عید تو اس شخص کی ہے، جس نے تقویٰ وپرہیز گاری اور اپنے اعمال صالحہ کی بدولت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرلی۔ جس نے رمضان کی رحمتوں اور سعادتوں سے اپنے نامۂ اعمال کو لبریز کیا ہو اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرکے سعادت دارین کو پالیا ہو، حقیقی عید تو اس شخص کے لیے ہے۔

غنیۃ الطالبین میں مرقوم ہے کہ عید ان کی نہیں، جنھوں نے عمدہ اور نفیس لباس سے اپنے آپ کو آراستہ کیا، بلکہ عید تو ان کی ہے جو خدا تعالیٰ کی وعید اور عذاب سے ڈر گئے۔ عید ان کی نہیں جنھوں نے بہت زیادہ خوشیاں منائیں اور انواع واقسام کے کھانے کھائے، بلکہ عید تو ان کی ہے جنھوں نے تقویٰ وپرہیز گاری کو اختیار کیا۔

عید کے دن لوگ کاشانۂ خلافت فاروقی پر حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق ﷛ دروازہ بند کرکے زاروقطار رورہے ہیں، لوگوں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین! آج تو عید کا دن ہے اور خوشی اور مسرت منانے کا دن ہے، یہ خوشی کی جگہ رونا کیسا؟ آپ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا:

هذا يوم العيد و هذا يوم الوعيد---

''یہ عید کا دن بھی ہے اور وعید کا دن بھی ہے''---

آج جس خوش نصیب کے روزے مقبول ہوگئے، بلاشبہ اس کے لیے آج عید کا دن ہے، لیکن جس کے نماز اور روزوں کو مردود کیا گیا ہو، اس کے لیے آج وعید کا دن ہے اور میں تو اس خوف سے ڈر رہا ہوں کہ:

انا لا ادری ا من المقبولین ام من المطرودین---

''مجھے یہ نہیں معلوم کہ میں مقبول ہوا ہوں یا رد کیا گیا ہوں''---

درحقیقت عید تو ان خوش نصیب مسلمانوں کے لیے ہے، جنھوں نے اس ماہ مقدس رمضان المبارک کا پورا پورا احترام کیا اور اس کے دنوں کو روزوں اور راتوں کو قیام وسجود اور عبادت وریاضت میں گزارا۔ اس لیے یہ عید ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزدوری اور انعام واکرام ملنے کا دن ہے۔

فلسفۂ عید الفطر

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ قومیں اور امتیں بھی ''عید'' منایا کرتی تھیں، کسی خاص دن خوشی منایا کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابراہیم ﷺ کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے

کہ ان کی قوم بھی ایک خاص دن عید (خوشی) منایا کرتی تھی اور شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں تین دن تک میلہ لگاتے تھے، جہاں لوگ اپنے اپنے انداز میں خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ ہر قوم کا خوشی منانے کا دن اور عید منانے کا اپنا اپنا طریقہ ہوتا تھا مگر تاجدار ختم نبوت پیغمبر انقلاب حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت مبارکہ کے بعد عید اور خوشی منانے کا انداز اور طریقہ ہی بدل گیا۔ اسلام سے پہلے عیدوں میں لہو ولعب اور کھیل کود ہوتا تھا اور اب عید کے دن نماز دوگانہ اور ذکر الٰہی ہوتا ہے۔ پہلے عیدوں میں غریبوں کو دور کیا جاتا تھا اور اب غریبوں کو گلے لگایا جاتا ہے۔ پہلے عیدوں میں فضول خرچی اور خرافات ہوتی تھیں اور اب عید کے دن صدقہ وخیرات اور فطرانہ ادا کیا جاتا ہے۔

عید کے دن تمام صاحبانِ ایمان عیدگاہوں اور مساجد میں حاضر ہوکر اپنے معبود واحد کے حضور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز عید ادا کرتے ہیں اور اشک ندامت بہا کر اپنے گناہوں، خطاؤں اور لغزشوں سے توبہ کرتے ہیں اور اپنے ملک وملت کے استحکام اور بقاء کے لیے اور ملت اسلامیہ کے اتحاد واتفاق، امن وسلامتی اور خوش حالی کے لیے دعائیں مانگتے ہیں اور نماز عید کا یہ منظر بڑا ایمان افروز اور روح پرور ہوتا ہے کہ آج کے مبارک دن میں خصوصاً نماز عید میں امت مسلمہ کی اخوت و بھائی چارے کا اور مسلم برادری کا عظیم الشان منظر پیش ہوتا ہے، جس میں تمام انسانوں کا رنگ ونسل کے امتیاز کے بغیر بڑا ایمان افروز اور روح پرور اجتماع ہوتا ہے اور اس میں امیر وغریب، حاکم ومحکوم، شاہ وگدا سب اکٹھے ہوکر نماز عید ادا کرتے ہیں اور ایک ہی وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ایک ہی وقت میں سب کی زبان پر ایک ہی کلمہ، ایک ہی تلاوت، ایک ہی ذکر، ایک ہی تسبیح وتحمید اور ایک ہی دعا ہوتی ہے۔

مسلمان چونکہ اپنی فطرت، عقائد ونظریات اور ملی اقدار کے لحاظ سے دنیا کی تمام اقوام وملل سے منفرد وممتاز ہوتا ہے، اس لیے اس کا عید منانے کا انداز بھی سب سے نرالا ہے۔ بقول ڈاکٹر اقبال:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

چنانچہ اسلام کی روح کی لطافت، قلب کے تزکیے، بدن ولباس کی طہارت اور مجموعی شخصیت کی نفاست کے ساتھ بہ صد عجز وانکسار وبہ غایت خشوع وخضوع تمام مسلمانوں کا اسلامی اتحاد واخوت کے جذبے سے سرشار ہوکر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدۂ بندگی اور نذرانۂ شکر بجالانے کا نام عید ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عید کے دن اپنے فرزند ارجمند کو پرانی قمیص

پہنے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے:

بیٹے نے کہا: ''ابا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟''---

آپ نے فرمایا: ''اے بیٹے! مجھے اندیشہ ہے کہ آج عید کے دن جب لڑکے تجھے اس پرانی قمیص میں دیکھیں گے تو تیرا دل ٹوٹ جائے گا''---

آپ کے عظیم بیٹے نے بڑا ہی پیارا اور دل ربا جواب دیا: ''ابا جان! آج دل تو اس کا ٹوٹے گا، جو رضاءِ الٰہی کو نہ پا سکا ہو یا اس نے اپنے والدین کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ کی رضا مندی کے طفیل اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوگا''---

یہ سن کر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عظیم بیٹے کو گلے سے لگا لیا اور اپنی مستجاب دعاؤں سے نوازا---[مکاشفۃ القلوب]

ادائے صدقۂ فطر

اسلامی تعلیمات کی رو سے خوشی کی وہ تقریب، جس میں غریب اور نادار لوگوں کو شریک نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ سخت ناپسندیدہ ہے۔ اس لیے انیس الغریبین حضور سید عالم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

''روزوں کی عبادت اس وقت تک زمین و آسمان کے درمیان معلق (بارگاہِ خداوندی میں غیر مقبول) رہتی ہے، جب تک کہ صاحب نصاب مسلمان صدقۂ فطر ادا نہیں کر لیتا''---[صحیح مسلم/ جامع ترمذی/ مشکوٰۃ المصابیح]

صدقۂ فطر دراصل ماہ رمضان المبارک کے روزوں کا صدقہ ہے تاکہ روزے کی حالت میں جو لغو اور بے ہودہ کام ہو گئے، تو صدقہ فطر کے ادا کرنے سے روزوں کی طہارت ہو جائے اور ساتھ ہی ساتھ غریبوں، فقیروں، ناداروں اور مسکینوں کی عید کا سامان بھی ہو جائے۔ صدقۂ فطر، نماز عید سے پہلے ادا کر دینا چاہیے کہ یہی سنت ہے۔ لیکن اگر نماز عید سے پہلے ادا نہیں کر سکا تو عمر بھر اس کی ادائیگی کا وقت ہے، جب بھی ادا کرے گا، واجب ساقط ہو جائے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ہی ادا کر دے۔

آیئے! آج عید مبارک کے ایمان افروز اور روح پرور اجتماع میں ہم اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور خلوص دل سے یہ عزم صمیم کریں کہ آج سے ہمارا جو قدم بھی اٹھے گا، آج سے ہماری جو آواز بھی اٹھے گی، آج سے ہم جو بھی کام کریں گے، وہ اسلام کی سر بلندی، امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق اور خصوصاً اپنے ملک و ملت اور قوم کی بہتری اور استحکام کے لیے کریں گے۔ آج سے ہم اپنے درمیان

پھیلی ہوئی ہر قسم کی نفرتوں، اختلافات اور تعصبات کو ختم کریں گے اور اتحاد و اتفاق، مساوات اور بھائی چارے کو فروغ دیں گے اور ہر قدم پر محبتوں کے چراغ جلائیں گے۔

نماز عید

یکم شوال المکرم ۲ ھ کو عید الفطر کے موقع پر "نماز عید" کا اجراء کیا گیا۔ فقہ حنفی کے مطابق نماز عید ہر اس شخص پر واجب ہے، جس پر نماز جمعہ فرض ہے۔ نماز عید بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی جائے گی۔ اس کا وقت چاشت سے لے کر نصف النہار شرعی تک ہے۔ عید الفطر کی نماز تاخیر سے پڑھنا اور نماز عید الاضحیٰ جلدی سے پڑھنا مستحب ہے۔ اس میں نماز عید کے بعد دو خطبے پڑھنا بھی سنت ہے۔ اسی طرح فقہاء احناف کے نزدیک نماز عید میں چھ زائد تکبریں پڑھنا واجب ہیں۔ اسی طرح عید الفطر میں نماز عید سے پہلے کچھ کھا پی لینا بھی سنت ہے۔

عید کے سنن و آداب

عید کے دن مندرجہ ذیل کام کرنا سنت اور مستحب ہیں:

1......حجامت بنوانا، 2......ناخن ترشوانا، 3......غسل کرنا، 4......مسواک کرنا، 5......صاف ستھرے یا نئے کپڑے پہننا، 6......خوش بو لگانا، 7......عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز (طاق عدد میں) کھا لینا، 8......نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا، 9......صبح کی نماز مسجد میں پڑھ کر عید گاہ چلے جانا، 10......راستے میں تکبیرات تشریق پڑھنا، 11......عید گاہ آتے جاتے راستہ تبدیل کرنا، 12......خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، 13......آپس میں عید کی مبارک باد دینا......اور 14......بعد از نماز عید مصافحہ و معانقہ کرنا وغیرہ۔

عید گاہ آتے جاتے راستہ تبدیل کرنا

سنت یہ ہے کہ جس راستے سے عید گاہ جائے، تو نماز عید پڑھ کر اس راستے کی بجائے دوسرے راستے سے گھر جائے، چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ عید کے دن (آتے جاتے) راستہ تبدیل فرماتے تھے"---

[صحیح بخاری/مشکوٰۃ المصابیح]

علماء کرام فرماتے ہیں کہ راستہ تبدیل کرنے میں چند حکمتیں یہ ہیں:

- دونوں راستے نمازی کی عبادت اور ذکر کی گواہی دیں---
- ان راستوں کے رہنے والے جن و انس اس کے ذکر اور عبادت کے لیے جانے پر گواہ ہوں---

- دونوں راستوں کو ''جائے عبادت'' کی گزرگاہ بننے کی فضیلت حاصل ہو---
- دونوں راستوں پر ''شعائر اسلام'' کا اظہار ہو---
- متعدد جگہوں پر ذکرِ الٰہی کا اظہار ہو---
- دونوں طرف کے رشتہ داروں اور دوست احباب سے ملاقات ہو---
- راستے میں اگر کوئی قبرستان ہو تو قبروں کی زیارت کا موقع حاصل ہو---
- دور راستے اختیار کیے جائیں تا کہ زیادہ مشقت سے زیادہ اجر و ثواب حاصل ہو---
- نمازِ عید کے لیے جانے والے نمازیوں کے ذکر سے دونوں راستوں کے بے نمازوں کے ضمیر پر ضرب لگے اور انہیں یہ خیال آئے کہ ایک یہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جا رہے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ جنہیں سال کے بعد بھی نماز پڑھنے کا ہوش نہیں ہے---

[شرح صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۶۶۱، از علامہ غلام رسول سعیدی]

شوال کے چھ روزے

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

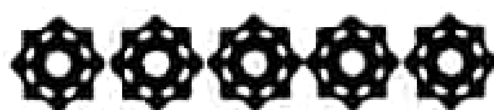
''جس شخص نے رمضان المبارک کے (سارے) روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے''---

[صحیح مسلم / مشکوٰۃ المصابیح]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی (متوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ عید الفطر کے بعد شوال کے یہ چھ روزے پے در پے اور متواتر رکھنے چاہییں اور اگر یہ روزے متفرق کر کے رکھے یا شوال کے آخر میں رکھے، تب بھی متابعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی، کیوں کہ یہ روزے شوال میں رکھے گئے ہیں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ چھ روزے ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر اس لیے ہوں گے کہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے۔ تیس روزے رمضان کے اور چھ روزے شوال کے ملا کر چھتیس روزے ہوئے، دس سے ضرب دینے کے بعد حاصل ضرب تین سو ساٹھ ہوا اور چونکہ سال میں تقریباً تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں، اس لیے جو شخص رمضان المبارک کے سارے روزے رکھنے کے بعد شوال المکرم کے چھ روزے بھی رکھتا ہے، تو اس کو تین سو ساٹھ روزوں کا اجر و ثواب ملے گا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کی تمام عبادات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے--- آمین ثم آمین



صدقہ فطر

صدقہ فطر ہر آزاد مسلمان پر واجب ہے، جو مقدارِ نصاب کا مالک ہو بشرطیکہ یہ مقدار حاجت اصلیہ سے فاضل ہو، صدقہ فطر نصف صاع (آج کل کی تول سے دو سیر تین چھٹانک چھ ماشہ)[۳۴] گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا ایک صاع (چار سیر چھ چھٹانک بارہ ماشے)[۳۵] جَو یا کھجور ہے۔ آٹا، دلیا گیہوں سے بہتر ہے اور قیمت دینا سب سے افضل۔

صدقہ فطر عید کی طلوع کے بعد واجب ہوتا ہے، جو اس سے پہلے مر گیا اس پر صدقہ واجب نہیں اور جو اس سے پہلے پیدا ہوا، اس کا صدقہ واجب ہے۔

روزِ عید سے پہلے بھی صدقہ فطر دینا جائز ہے، وہ بوڑھا یا مریض جس سے روزہ ساقط ہو گیا، صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے۔

مستحب یہ ہے کہ فطرہ عید گاہ جانے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے، فطرہ اپنا اور اپنے چھوٹے بچے کا (جو مقدارِ نصاب کا مالک نہ ہو) واجب ہے، معتوہ اور مجنون بھی صغیر کے حکم میں ہے۔

زوجہ اور بڑی اولاد کا صدقہ انہیں کے ذمہ ہے، شوہر یا باپ پر نہیں، اگر انہوں نے ادا کر دیا جائز ہے، ایک شخص کا فطرہ جماعت کو اور جماعت کا ایک شخص کو دینا جائز ہے، فطرہ کے مَصْرَف وہی ہیں جو زکوۃ کے مصرف ہیں، مسکین فقیر وغیرہ۔

عید کے مسائل

عید کی سنّتیں

غُسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، عمدہ لباس پہننا، عیدگاہ کو پیادہ پا جانا، ایک راہ سے جانا اور دوسری راہ سے واپس ہونا، عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز کھجور وغیرہ کھانا، (اسی بناء پر ہمارے ملک میں سویاں، کثیر مروّج ہیں کہ کھانا شیریں ہو اور سنت بھی ادا ہو جائے)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

اور عیداضحیٰ قبل نماز کچھ نہ کھانا۔

مباحات و مستحبات

صدقہ کی کثرت کرنا، باہم ملنا، مبارک باد دینا، خوشی کا اظہار کرنا، مصافحہ اور معانقہ کرنا (شاہ ولی اللہ صاحب ''فتویٰ'' میں امام نووی کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں):

هكذا ينبغي أن يقال في المصافحة يوم العيد و المعانقة يوم العيد---

ور ہدایہ میں ہے:

كذا المصافحة بل هي سنّة عقيب الصلوٰة كلّها---

راہ میں تکبیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔

نماز عید

عید کی دو رکعت نماز ہر عاقل، بالغ، مقیم، تندرست پر شہر (اور قصبے) میں واجب ہے۔ جمعہ اور عید دونوں کی نمازوں کی صحت اور ادا کی شرطیں ایک ہیں، مگر یہ فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ فرض ہے اور عیدین میں سنت، دوم جمعہ میں خطبہ نماز سے قبل ہوتا ہے اور یہاں نماز کے بعد۔ اگر کسی نے عید کی نماز کے بعد خطبہ نہ پڑھایا نماز سے قبل پڑھ لیا، دونوں صورتوں میں نماز تو ہوگئی مگر یہ شخص گناہ گار ہوگا۔ نماز عید، نماز جنازہ پر مقدم کی جائے اور نمازِ جنازہ خطبہ پر۔

عید کی نماز کا وقت

عید کی نماز کا وقت آفتاب کے بقدر (ایک) نیزہ بلند ہونے سے زوال تک ہے، اگر نماز پڑھنے میں زوال کا وقت آگیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

نماز عید کی ترکیب

نیت: نیت کی میں نے دو رکعت نماز واجب عید الفطر مع چھ تکبیروں کے اللہ جل جلالہ کے واسطے کعبہ رو ہو کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ، نیت کر کے زیر ناف ہاتھ باندھ لیں اور پورا سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھ کر امام کے ساتھ کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہہ کر چھوڑ دیں، اسی طرح تین تکبیریں کہیں، پھر ہاتھ باندھ لیں۔ دوسری رکعت میں امام کی قراءت کے بعد اسی طرح تین تکبیریں کہیں اور ہر مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں، چوتھی مرتبہ تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں اور ہاتھ نہ

اٹھائیں باقی نماز حسب معمول۔ (پہلی رکعت میں ثنا کے بعد اور قراءت سے پہلے، جب کہ دوسری رکعت میں قراءت کے بعد اور رکوع سے پہلے زائد تکبیریں کہی جائیں گی)

اگر عیدگاہ میں ایسے وقت پہنچے کہ امام نے تکبیروں سے فارغ ہو کر قراءت شروع کر دی تھی تو تم نماز میں شریک ہو جاؤ اور فوراً تکبیریں کہو اور اگر امام کے رکوع میں جانے سے قبل تکبیریں نہ کہہ سکے تو رکوع میں تکبیریں کہہ لو مگر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ جس نے امام کو قومہ میں پایا وہ تکبیریں نہ کہے، اس لیے کہ رکعتِ اولیٰ کو مع تکبیرات قضاء کرے گا۔

جب امام تشہد پڑھ چکا، ابھی سلام نہیں پھیرا یا سلام پھیر دیا، ابھی سہو کا سجدہ نہیں کیا ہے یا سجدہ کر لیا لیکن سلام آخر نہیں پھیرا ہے، ایسی حالت میں جو شخص پہنچا اس کو چاہیے کہ امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور سلام پھیرنے کے بعد نماز پوری کرے۔

اگر امام عید کی تکبیریں بھول جائے اور قراءت شروع کر دے تو بعد قراءت کے تکبیریں کہے یا رکوع میں کہے، جب تک کہ سر نہ اٹھایا ہو، اگر امام تکبیریں چھوڑ دے یا کم کر دے یا زیادہ کر دے یا غیر محل میں کہے، اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔

عید کے روزے

شوال میں چھ دن کے روزے جنہیں لوگ "شش عید کے روزے" کہتے ہیں، ان کا رکھنا سنت ہے اور احادیث میں بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، افضل یہ ہے کہ چھ روزے متفرق کر کے پورے مہینا میں رکھے جائیں اور اگر عید کے بعد ہی لگاتار چھ دن میں ایک ساتھ رکھ لیے جائیں جب بھی کوئی حرج نہیں۔ کذا فی "الدرر"

حوالہ جات

تخریج و تحشیہ از مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی، کراچی

۱ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الأول (برقم: ۱/۱۹۵۶)

۲ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الاول (برقم: ۱۹۵۷/۲)

۳ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الاول (برقم: ۱۹۵۸/۳)

۴ متفق علیہ، مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الأول (برقم: ۱۹۵۹/۴)

۵ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثانی (برقم: ۱۹۶۰/۵)

۶ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث (برقم: ۱۹۶۲/۷)

۷ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث (برقم: ۱۹۶۳/۸)

۸ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث (برقم: ۱۹۶۷/۱۲)

۹ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب فی مسائل متفرقة، الفصل الأول (برقم: ۱۹۸۲/۱)

۱۰ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب فی مسائل متفرقة، الفصل الأول (برقم: ۱۹۸۴/۳)

۱۱ حائضہ یا نفاس والی عورت اگر روزہ رکھے گی تو بھی اس کا روزہ نہ ہوگا کیوں کہ روزہ رکھنے والی کا حیض (ماہواری کے خون) اور نفاس (ولادت کے خون) سے پاک ہونا صحتِ ادا کی شرط ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

۱۲ الدخان: ۴/۴۴

۱۳ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب لیلة القدر، الفصل الاول (برقم: ۲۰۸۳/۱)

۱۴ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب لیلة القدر، الفصل الثانی (برقم: ۲۰۹۱/۹)

۱۵ الجامع لشعب الایمان، (۲۹۱/۵)، الثالث و العشرون من شعب الایمان وهو باب فی الصیام فی لیلة العیدین و یومهما (برقم: ۳۴۴۴)

۱۶ الفرقان: ۷۰/۲۵

۱۷ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، الفصل الاوّل (برقم: ۲۰۹۷/۱)

۱۸ الفتاوی الهندیه (۲۱۱/۱)، کتاب الصوم، الباب السابع) میں ہے:

و اما شروطه: فمنها: النية، و لو اعتكف بلا نية لا يجوز بالاجماع---

"مگر اعتکاف کی شرطیں، تو ان میں ایک شرط نیت ہے اور اگر بلا نیت اعتکاف کیا تو بالاجماع جائز نہیں"---

جائز نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اعتکاف نہ ہوا۔

۱۹ یہ ائمہ ثلاثہ کا قول ہے، کما فی الھندیة (۱/۲۱۱)

۲۰ الفتاوی الھندیة، ۱/۲۲۱

۲۱ الفتاوی الھندیة، ۱/۲۱۲

۲۲ الفتاوی الھندیة، ۱/۲۱۲

۲۳ الفتاوی الھندیة، ۱/۲۱۲

۲۴ المؤطا للامام مالک، کتاب الصلاۃ فی رمضان، باب ما جاء فی قیام رمضان، أثر (برقم: ۱۳۶)

۲۵ سنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الصلاۃ، جماع أبواب صلاۃ التطوع و قیام شھر رمضان، باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شھر رمضان، برقم: ۴۶۱۷

۲۶ سنن الکبری للبیھقی کے اسی باب میں حدیث یوں ہے:

رَوَیْنَا عَن شُتَیر بن شکل و کان من أصحاب علی أنه کان یؤمّهم فی شھر رمضان بعشرین رکعة و یوتر بثلاث---(برقم: ۴۶۱۹)

۲۷ امام بیہقی نے اپنی "سنن" کے عددِ رکعاتِ تراویح کے باب میں سائب بن یزید سے مروی حدیث روایت کی جس میں حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات پڑھنے کا ذکر اسی باب کی دیگر احادیث میں ہے۔

۲۸ یہ حدیث "سنن الکبریٰ" سے مذکور باب میں اس طرح ہے:

فأمر منھم رجلاً یصلّی بالناس عشرین رکعة، قال: و کان علیّ رضی اللّٰہ عنه یوتر بھم---(برقم: ۴۶۲۰)

۲۹ سنن الکبری للبیھقی کے مذکور باب میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ان

الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

قال كان النبي ﷺ يصلّي في شهر رمضان غير جماعة بعشرين ركعة و الوتر ——(رقم:۶۱۱۵)

۲۰ مستدرک للحاکم(۴۴۲/۱)من كتاب الوتر(رقم:۱۱۶۸)

۲۱ شرح معاني الآثار للطحاوی (۲۹۳/۱) كتاب مناقب الصلاة، باب الوتر (رقم:۱۷۴۲)

۲۲ شرح معاني الآثار (۲۹۳/۱)، كتاب الصلاة، باب الوتر (رقم:۱۷۴۳) بلفظ:

الوتر ثلاث كوتر النهار، صلاة المغرب

۲۳ جامع المسانید(۳۱۸/۱)میں امام اعظم کی روایت اس طرح ہے:

قال، بعثت امي فباتت عند زوجات النبي ﷺ لتنظر متى يقنت، فاخبرت: انه يقنت في وتره قبل الركوع——

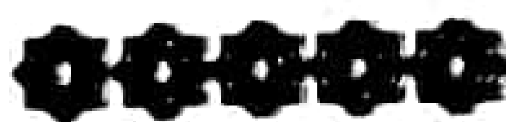
اور اسی میں (۳۱۷/۱) روایت ہے:

عن أم عبد الله قالت: رأيت رسول الله ﷺ قنت في الوتر قبل الركوع——

"ام عبد اللہ سے مروی ہے فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر میں رکوع سے قبل قنوت پڑھی"——

۲۴ اور ہے ہمارے نے سے نصف صاع گیہوں کا وزن دو کلو تقریباً ۴۷ گرام ہوتا ہے، اسی طرح فتاویٰ فیض الرسول (۵۰۸/۱) اور فتاویٰ فقیہ ملت (۳۲۸/۱) میں ہے۔

۲۵ اور ایک صاع کا وزن جدید پیمانے سے چار کلو تقریباً ۹۴ گرام ہوگا، جیسا کہ سابقہ حاشیہ سے ظاہر ہے۔



دوسری و آخری قسط

ماہِ رمضان کے معمولات

اسوۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

افادات: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

انتخاب و تسہیل: سید محمد عبدالرحمٰن بخاری

اعمالِ صالحہ

- رمضان المبارک میں ہر نیک عمل کا ثواب باقی مہینوں کے عمل سے کہیں زیادہ ہے--- ماہ رمضان میں نفل ادا کرنا، دوسرے مہینوں میں فرض ادا کرنے کے برابر اور اس ماہِ مبارک میں ایک فرض ادا کرنا دیگر مہینوں کے ستر فرائض جتنا اجر و ثواب رکھتا ہے اور خدا کا فضل و کرم تو اس سے بھی زیادہ وسیع اور بڑھ کر ہے--- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہِ رمضان کی نسبت سے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَقَرَّبَ فِیْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاهُ وَ مَنْ اَدّٰی فِیْهِ فَرِیْضَةً کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاهُ--- [صحیح ابن خزیمہ، جلد ۳، صفحہ ۱۹۱]

"جس آدمی نے رمضان میں کوئی مستحب عمل انجام دیا وہ نیکی اور اجر و ثواب کے لحاظ سے اس شخص کے برابر ہے جس نے کسی اور مہینے میں فرض ادا کیا ہے اور جس آدمی نے رمضان میں ایک فرض ادا کیا ہو اس کے علاوہ کسی مہینے میں ستر فرائض ادا کرنے والے شخص کے برابر فضیلت اور ثواب کا مستحق ہے"---

رمضان شریف زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے کا مہینہ ہے--- اعمال صالحہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں اور رضائے الٰہی کا حصول بندے کا منتہائے مقصود ہے، پس جہاں تک ممکن ہو اس مہینے میں اعمال صالحہ کی کثرت کرنی چاہیے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۸، صفحہ ۵۱۷ و دیگر مقامات]

مستحبات

ماہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ مستحب اعمال بجالانے کی کوشش کریں--- اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی کثرت قطعاً مطلوب و مندوب ہے--- مستحب اعمال کثرت ثواب کے لیے مقرر کیے گئے ہیں اور ان کے ذریعہ سنن، واجبات اور فرائض کی شان بڑھتی ہے، چناں چہ مستحبات اکمال سنن کے لیے ہیں، سنتیں اکمال واجب کے لیے، واجبات اکمال فرائض کے لیے اور فرائض اکمال ایمان کے لیے--- یوں مستحبات، شرعاً اعمال مقصودہ قرار پاتے ہیں اور اس ماہ مبارک میں تو ویسے بھی ہر مستحب عمل کا ثواب فرض کے برابر ہو جاتا ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱، صفحہ ۷۰۶]

تہجد

تہجد بہترین عبادت ہے، حضور پرنور سید المرسلین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَ قُرْبَةٌ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَ مَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ وَ تَکْفِیْرٌ لِّلسَّیِّئَاتِ وَ مَطْرَدَةٌ لِّلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ---[ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۱۹۴]

"تہجد کو اپنا معمول بنالو کہ وہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت ہے، یہ قرب الٰہی کا ذریعہ، گناہوں سے رکاوٹ، گناہوں کا کفارہ اور جسم کی بیماریاں دور کرنے والا عمل ہے"---

رمضان میں شب بیداری آسان ہوتی ہے، اس لیے تہجد کی نماز فوت نہیں ہونی چاہیے--- تاہم ایک بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ایسا نہ ہو کہ آدمی رات بھر جاگ کر عبادت کرتا ہے اور صبح فجر کی نماز جماعت کے بغیر اکیلے پڑھ کر سو جائے--- یاد رکھے کہ عشاء اور فجر کی نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھنا پوری رات جاگنے کے برابر ہے اور ترک جماعت بہت بڑی محرومی ہے---

ایک بار ماہ رمضان میں خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق ﷺ نے ابوحثمہ اوران کے بیٹے سلمان کو جماعت صبح میں نہ پایا، آپ ان کے گھر گئے تو وہ آرام کررہے تھے---والدۂ سلمان حضرت شفا سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ دونوں رات بھر نماز میں مشغول رہے حتی کہ صبح ہوگئی، پھر انہوں نے نماز فجر ادا کی اور سو گئے---اس پر امیر المومنین حضرت عمر ﷺ نے فرمایا:

لَاَنْ اَشْهَدَ الصُّبْحَ فِیْ جَمَاعَةٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ قِیَامِ لَیْلَةٍ---[مصنف عبدالرزاق، جلد۱، صفحہ۵۲۶]

''جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کرنا مجھے ساری رات کے قیام سے زیادہ محبوب ہے''---

اشراق

صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک دنیاوی باتیں کرنا مکروہ ہے، اس سے بچیں اور اس دوران ذکر الٰہی میں مشغول رہیں اور سورج نکلنے کے بعد اشراق کے نوافل پڑھیں، پھر ہو سکے تو ایک پہر دن چڑھے نماز چاشت ادا کریں اور اس کے بعد کچھ دیر قیلولہ کریں---

[فتاویٰ رضویہ، جلد۱، صفحہ۷۳۲/جلد۷، صفحہ۴۴۵]

قیلولہ

قیلولہ سنت ہے اور ماہِ رمضان میں شب بیداری کے باعث عام طور پر لوگوں کا معمول بن جاتا ہے---لیکن قیلولہ ایسے تنگ وقت میں نہیں ہونا چاہیے کہ ظہر کی جماعت کا وقت نزدیک ہو کہ مبادا جماعت سے محروم ہو جائے---اولیائے کرام قدس سرھم نے قیلولہ کے لیے خالی وقت رکھا ہے، جس میں نماز وتلاوت نہیں، یعنی ضحوۂ کبریٰ سے نصف النہار تک---وہ فرماتے ہیں:

چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر قیلولہ بہتر ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہیے کہ زوال سے پہلے وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر استواء کے وقت، جو ابتدائے ظہر ہے، ذکر وتلاوت میں مشغول ہو---قیلولہ کبھی کبھی تکیہ وبستر کے بغیر بھی ہونا چاہیے کہ مسنون ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد۷، صفحہ۸۸،۸۷]

دوام وضو

ہر وقت باوضو رہنے کی عادت ڈالیں، خاص کر اس ماہِ مبارک کی برکتیں سمیٹنے کے لیے ذکر و تلاوت وعبادت میں مشغول رہنا چاہیے اور اس کے لیے دوامِ وضو درکار ہے---پھر یہی نہیں کہ وضو اکثر عبادات کا جزو، شرط یا وسیلہ ہے، بلکہ فی نفسہ بھی ایک نوع مقصودیت سے حظ رکھتا ہے---

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

یعنی بذاتِ خود ایک عبادت مقصودہ ہے، اسی لیے ائمہ دین کا اجماع ہے کہ ہر وقت باوضو رہنا اور جب وضو ٹوٹے فوراً نیا وضو کرنا مستحب ہے--- بلکہ امام محمد بن ابی بکر نے شرعۃ الاسلام میں ہر دم باوضو رہنے کو اسلام کی سنتوں میں سے بتایا ہے اور امام فقیہ ابواللیث نے یہ روایت بیان کی ہے:

''اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، اے موسیٰ! اگر بے وضو ہونے کی حالت میں تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود آپ کو ملامت کرنا''---

بعض عارفین قدس سرہم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہمیشہ باوضو رہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اسے سات فضیلتیں عطا فرماتا ہے:

۱ اس کے اعضا و جوارح تسبیح الٰہی میں مشغول رہیں---
۲ قلم اس کی نیکیاں لکھتا رہے---
۳ اسے ملائکہ کی ہم نشینی میسر آئے---
۴ جب سوئے تو فرشتے، جن و انس کی شر سے اس کی حفاظت کریں---
۵ اس سے باجماعت نماز کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو---
۶ سکرات موت اس پر آسان ہو---
۷ جب تک باوضو ہو اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں رہے---

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱، صفحہ ۷۰۲، ۷۰۳]

باجماعت نماز

ہر نماز باجماعت ادا کرنا ضروری ہے، جماعت سنت موکدہ یا واجب ہے--- اس میں کوتاہی عام حالات میں بھی بہت بڑی محرومی ہے، چہ جائے کہ ماہ رمضان کی خاص فضیلتیں آدمی ضائع کر دے--- جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب ایسی فضیلت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو باوجود عذر کے اسے چھوڑنے کی اجازت نہیں دی---

[مجمع الفوائد، جلد ۲، صفحہ ۴۳]

- اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص شرعاً معذور ہی کیوں نہ ہو، اگر وہ نماز باجماعت کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے مسجد میں حاضر ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے--- فضیلت جماعت حاضری کے بغیر حاصل نہیں ہوگی--- [فتاویٰ رضویہ، جلد ۷، صفحہ ۷۱، ۷۲]
- باقی رہا بغیر عذر کے جماعت چھوڑنا، تو اس پر سخت ہولناک وعیدیں آئی ہیں--- جماعت عشاء میں حاضر نہ ہونے والوں کے گھر جلانے کا قصد فرمانا صحیحین (بخاری و مسلم) کی

حدیث سے ثابت ہے اور ایک جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں فرمایا:

لَو تَرکتم سُنَّۃ نبیکم لکفرتم---[ابوداؤد، جلد۱، صفحہ۸۱]

''اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت ترک کر دی تو تم نے کفر کیا''---

[فتاویٰ رضویہ، جلد۷، صفحہ۸۱]

دعا

بندے کو چاہیے کہ نماز پنج گانہ، عیدین، تہجد، ذکر، تلاوت اور روزہ، ہر عبادت کے بعد خشوع وخضوع سے دعا مانگے اور بارگاہ الٰہی میں اپنی حاجات پیش کرے---قرآن وسنت اور اجماع امت کی رو سے دعا، اعظم مندوبات دینیہ واجل مطلوبات شرعیہ (یعنی دین کے پسندیدہ اعمال میں سب سے بڑھ کر) ہے--- نیز قبولیت دعا کے اوقات اور احوال کی تلاش وجستجو مسنون اور محبوب عمل ہے---حضور پرنور سرور عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٍ فَتَعَرَّضُوْا لَہٗ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ نَفْحَۃٌ مِنْھَا فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَھَا اَبَدًا---[معجم کبیر، جلد۱۹، صفحہ۲۳۴]

''بے شک تمہارے رب کے لیے تمہارے زمانے کے دنوں میں کچھ خاص اوقات جود وکرم اور عطاؤ بخشش کے ہیں، انہیں ڈھونڈو اور پانے کی تدبیر کرو، ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی وقت تمہیں مل جائے تو پھر کبھی بدبختی تمہارے پاس نہ آئے''---

لطف وکرم کے ان خاص لمحات کو ویسے تو ہر دن اور ہر مہینے میں ڈھونڈنا چاہیے، لیکن ۱۲ مہینے میں تو خاص اہتمام کرنا چاہیے---[فتاویٰ رضویہ، جلد۸، صفحہ۵۲۲]

توبہ

توبہ ہر حال میں لازم ہے، جب بھی آدمی سے کوئی گناہ سرزد ہو، اسے چاہیے کہ فوراً توبہ کرے---پوشیدہ گناہوں سے توبہ پوشیدہ اور علانیہ گناہوں سے توبہ بھی علانیہ ہونی چاہیے---زبان سے توبہ کا لفظ بولنا ضروری ہے نہ کافی، بلکہ جو برائی سرزد ہوئی ہے، اس پر دل سے ندامت اور اس سے نفرت واظہار براءت درکار ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد۱۳، صفحہ۶۴۹]

- توبہ سچے دل سے ہو تو قبول ہوتی ہے اور توبہ کرنے والا شخص گناہ سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا---[فتاویٰ رضویہ، جلد۱۴، صفحہ۶۱۲]
- توبہ کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں، ماہ رمضان کی برکتوں سے فیض یاب ہونے

کے لیے بندے کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرے---

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب تم سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرو، اگر گناہ پوشیدہ ہے تو اس سے توبہ بھی پوشیدہ طور پر کرو اور اگر گناہ علانیہ ہے تو اس سے توبہ بھی علانیہ کی جائے''---[کنز العمال، جلد۸، صفحہ۱۰/معجم الکبیر، جلد۲۰، صفحہ۱۵۹]

سجدۂ شکر

بندے کو اپنے رب کا سب سے زیادہ قرب سجدے میں ہوتا ہے اور سجدے چار قسم کے ہیں:

سجدۂ نماز   سجدۂ تلاوت   سجدۂ سہو   اور   سجدۂ شکر

سجدۂ شکر سنت مستحبہ ہے، غزوۂ بدر میں جس وقت ابوجہل کا سر کاٹ کر لایا گیا تو حضور ﷺ نے سجدۂ شکر ادا فرمایا--- سجدۂ شکر کے مواقع بے شمار ہیں، بندے کو چاہیے کہ سجدوں کی کثرت کرے، خاص کر اس ماہ مبارک میں تو ہر عمل کا ثواب کہیں بڑھ جاتا ہے---[ملفوظات، جلد۱، صفحہ۸۸]

ذکر الٰہی

زندگی کے تمام احوال میں اللہ تعالیٰ ﷻ کے ذکر پر دوام اختیار کرو اور خاص کر اس ماہ مبارک میں جس قدر ممکن ہو، کثرت سے خدا کا ذکر کرتے رہو--- قرآن وحدیث میں ذکر الٰہی کی فضیلت کے دلائل حد شمار سے باہر ہیں--- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا۝﴾---

''اے ایمان والو! کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے رہو''---

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت کا منشا یہ ہے کہ تمام اوقات اور احوال میں اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ﴾---

''اللہ کا ذکر کرتے رہو، کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور اپنی کروٹوں پر''---

حضور سرور کائنات ﷺ کا اسوۂ مبارک حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک حدیث پاک میں یوں بیان کیا ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰی عَلٰی كُلِّ اَحْيَانِهٖ---[ابوداؤد، جلد۱، صفحہ۴]

''حضور پرنور سید عالم ﷺ ہر وقت خدا کا ذکر کرتے رہتے''---

اور اہل ایمان کو آپ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ:

لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا بِذِکْرِ اللّٰہِ---

"ہمیشہ ذکر الٰہی سے اپنی زبان کو تر رکھو"---

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَکْثِرِیْ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ فَاِنَّکِ لَا تَاْتِیْنَ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ کَثْرَۃِ ذِکْرِہٖ---[درمنثور، جلد۵، صفحہ۲۰۵]

"اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو کہ تم کوئی ایسی چیز نہ لاسکو گی جو خدا کو اپنے ذکر کی کثرت سے زیادہ پیاری ہو"---[فتاویٰ رضویہ، جلد۸، صفحہ۵۳۶، ۵۳۷]

درودِ پاک

حضور سرورِ کونین ﷺ کی ذات گرامی پر خود اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں، اہل ایمان کو بھی آں حضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں درود وسلام کے نذرانے پیش کرنے کا حکم دیا--- درود پاک ایمان کی پہچان، محبت کا نشان اور نجات کا سامان ہے، جو شخص درود پاک پڑھنے سے گریز کرے، وہ بہت ہی محروم ہے---ایک حدیث پاک میں آیا ہے:

"جو شخص نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی سنے، پڑھے یا بولے اور درود نہ بھیجے، اس سے زیادہ بخیل اور کوئی نہیں"---

اس لیے ماہِ رمضان میں جتنا زیادہ سے زیادہ ممکن ہو، اپنے آقا و مولیٰ حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں درود وسلام پیش کرتے رہیں---

خصوصی اذکار

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے اہل ایمان کے لیے صبح وشام اور مختلف اوقات میں پڑھنے کی خاطر خاص دعائیں، تسبیحات اور اذکار و اوراد تجویز فرمائے ہیں، جو آپ کے اپنے معمولات میں شامل رہے--- ماہ رمضان کی بابرکت سعادتوں میں ان خصوصی اذکار اور دعاؤں کا اہتمام اور بھی زیادہ ضروری ہے، تاہم طوالت کے خوف سے یہاں ان خصوصی اذکار کا بیان ممکن نہیں، اس کے لیے ملاحظہ ہو رسالہ 'الوظیفۃ الکریمۃ'---[مرتب]

لایعنی کاموں سے گریز

ماہِ رمضان بڑا ہی برکتوں والا مہینہ ہے، یہ وقت بہت قیمتی ہے، اسے لایعنی اور عبث کاموں میں ضائع نہ کریں--- عبث اور لایعنی کام وہ ہے جو از روئے شرع یا عقل بندے کے لیے کسی قسم

کا کوئی دنیوی یا اخروی فائدہ نہ رکھتا ہو--- انسان یوں تو ہر وقت کسی نہ کسی ذہنی یا جسمانی شغل میں مصروف ہوتا ہے مگر یہ مصروفیت اگر دینی یا دنیوی ہر لحاظ سے بے فائدہ ہو تو بندہ سراسر گھاٹے میں رہتا ہے، پھر ماہِ رمضان کے انتہائی قیمتی اوقات بندہ یوں ہی عبث اور لایعنی کاموں میں ضائع کیوں کرے؟ ہاں اگر کسی وقت تکان ہو تو آدمی ترویح قلب کے لیے کوئی جائز تفریح کر سکتا ہے، تا کہ دین میں سختی محسوس نہ ہو--- حضور اکرم ﷺ نے مباح لہو کی اجازت فرمادی ہے اور یہ لہو بعض اوقات منافی کمال نہیں ہوتا جیسا کہ امام ابن حجر مکی نے اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں تصریح فرمائی ہے--- [فتاویٰ رضویہ، جلد ا، صفحہ ۷۴۲]

قضا نمازیں

قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں، نہ معلوم کس وقت موت آجائے اور جب تک فرض آدمی کے ذمہ باقی رہتا ہے، کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا--- اس لیے قضا نمازیں ادا کرنے میں بندہ کاہلی نہ کرے اور ماہِ رمضان اس کے لیے بہترین وقت ہے--- عبادت کا ماحول بن جاتا ہے اور آسانی سے آدمی اپنی قضا نمازیں پوری کر سکتا ہے--- [ملفوظات، جلد ا، صفحہ ۷۰]

بعض لوگوں نے قضاء عمری ادا کرنے کا ایک خاص طریقہ گھڑ لیا ہے کہ ماہِ رمضان کے آخری جمعہ کو امام فجر سے عشاء تک بجہر نمازیں پڑھائے، اس سے تمام لوگوں کی عمر بھر کی قضا ادا ہو جائے گی--- یہ قضائے عمری کی جماعت جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائز و باطل ہے، اسوۂ محبوب ﷺ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں--- [فتاویٰ رضویہ، جلد ۷، صفحہ ۵۲، ۴۱۸]

گناہوں سے اجتناب

روزہ دار کو چاہیے حتی الامکان گناہوں سے بچے، کیوں کہ گناہوں کے ارتکاب سے روزے کی نورانیت ختم ہو جاتی ہے--- حقوق اللہ اور حقوق العباد میں عمداً کوتاہی کرنا جرم ہے، جھوٹ بولنا، قطع رحمی یعنی رشتوں کو توڑنا اور کسی مسلمان کو ایذا پہنچانا کبیرہ گناہ ہیں، ان سے بچنا چاہیے--- کبائر کی فہرست بہت طویل ہے اور صغائر پہ اصرار سے وہ بھی کبائر بن جاتے ہیں، گناہوں کی نحوست انسان کی نیکیوں اور عبادات پر اثر انداز ہوتی ہے---

جلد سو جائیے

نماز عشاء کے بعد دنیاوی گفتگو ممنوع ہے، اگر کوئی ضروری کام یا مشغولیت نہ ہو تو رات کو جلدی سو جانا چاہیے، تا کہ تہجد کے لیے بیدار ہو سکیں--- ماہِ رمضان میں تو سحری کے لیے بھی اٹھنا ہوتا ہے لہٰذا عشاء کے بعد اپنے معمولات سے فارغ ہو کر جلدی سو جانا بہتر ہے---

نوافل

ماہِ رمضان میں اکثر لوگ نوافل با جماعت ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں---نفل با جماعت ادا تو ہو جاتے ہیں لیکن نفلوں کی جماعت کے لئے لوگوں کو بلانا اور دعوت دینا شرعاً درست نہیں ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۶۰۳]

شبینہ

بعض جگہ رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شبینہ کا اہتمام کیا جاتا ہے، شبینہ میں باجماعت نوافل کے اندر ایک یا زیادہ راتوں میں قرآنِ پاک ختم کیا جاتا ہے، شبینہ فی نفسہٖ قطعاً جائز اور پسندیدہ عمل ہے، اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے، لوگوں کو سستی اور ملال سے بچانے کے لیے ختم قرآن کی اصل مدت تین دن رکھی گئی ہے، ورنہ جو لوگ ذوق وشوق اور قدرت ونشاط رکھتے ہوں، انھیں ایک شب میں ختم قرآن کی ممانعت کیوں کر ہو سکتی ہے، سلف صالحین میں سے بعض اکابر دن رات میں ایک یا دو بار ختم کرتے---سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے تیس برس کامل ہر رات کو نماز کی ایک رکعت میں پورا قرآن کریم ختم کیا---[ردالمحتار، جلد ۱، صفحہ ۶۲]

نماز تراویح

- تراویح ماہِ رمضان کی خصوصی عبادت ہے، یہ نماز پورا قرآن سننے کا بہترین موقع ہے---تراویح سنت مؤکدہ ہے اور اس کی تعداد بیس رکعت ہے---حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شب تراویح میں امامت فرمائی اور پھر اس خیال سے ترک فرمادی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مداومت سے امت پر فرض ہو جائے گی، جیسا کہ صحاح ستہ کی روایات سے ظاہر ہے---پھر امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جماعت تراویح کا اجراء فرمایا اور عامہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر مجتمع ہوئے تو یہ سنت مؤکدہ ثابت ہوئی، کیوں کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اس پر دوام فرمایا اور خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سنت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ---[ابوداؤد، جلد ۲، صفحہ ۲۷۹]

"تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، اسے مضبوطی سے تھامے رکھو"---

ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوگو! تم میرے بعد میرے صحابہ، ابوبکر و عمر کی اقتداء کرنا"---

[ترمذی، جلد۲، صفحہ۲۰۷]

● پس تراویح بیس رکعت سنت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص بلا عذرِ شرعی ترک کرے تو مبتلائے کراہت و اساءت ہو اور مساجد میں با جماعت تراویح ادا کرنا سنت کفایہ ہے کہ اگر اہل محلہ اپنی اپنی مسجدوں میں جماعت قائم کریں اور بعض لوگ گھروں میں تنہا پڑھیں تو حرج نہیں، لیکن اگر تمام اہل محلہ ترک کریں تو سب گنہ گار ہوں گے---

[فتاویٰ رضویہ، جلد۶، صفحہ۱۸۵/ جلد۷، صفحہ۴۵۷، ۴۶۱، ۴۷۱/ جلد۹، صفحہ۲۸۱]

● تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر تین مرتبہ یہ تسبیح پڑھنی چاہیے:

سُبْحٰنَ ذِی الْمُلْکِ وَ الْمَلَکُوْتِ سُبْحٰنَ ذِی الْعِزَّۃِ وَ الْعَظَمَۃِ وَ الْقُدْرَۃِ وَ الْکِبْرِیَاءِ وَ الْجَبَرُوْتِ سُبْحٰنَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَ الرُّوْحِ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ---

[فتاویٰ رضویہ، جلد۷، صفحہ۴۶۱، بحوالہ ردالمحتار، جلد۲، صفحہ۴۶]

● جو شخص بلا عذر شرعی ماہِ رمضان کا روزہ نہ رکھے، وہ فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے، لہٰذا ایسے حافظ کو جو روزہ نہ رکھے، نماز تراویح کی امامت نہ کرنے دی جائے---[فتاویٰ رضویہ، جلد۶، صفحہ۴۰۶]

ختم قرآن حکیم

● تراویح میں پورا کلام اللہ شریف ایک بار پڑھنا یا سننا سنت مؤکدہ ہے اور محققین کے نزدیک سنت مؤکدہ کا تارک گنہ گار ہے، لہٰذا ہر سال نمازِ تراویح میں پورے قرآنِ کریم کی سماعت کرنی چاہیے، لوگوں کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے---

[فتاویٰ رضویہ، جلد۷، صفحہ۴۵۸، ۴۷۴]

● نماز میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی جائے تو فوراً سجدہ کرنا واجب ہے، کیوں کہ اب وہ نماز کا جزو بن گیا ہے، لہٰذا اگر تین آیات کی تاخیر کی تو گنہ گار ہوگا---تاہم اگر عمداً سجدہ نہ کیا اور نہ ہی رکوع میں گیا تو اب اس بالارادہ غلطی کی اصلاح سجدہ سہو کے ذریعہ ہرگز نہیں ہو سکتی، کیوں کہ سجدہ سہو سے بھول کی تلافی ہوتی ہے، عمد یعنی بالارادہ غلطی کی نہیں---[فتاویٰ، جلد۱۰، صفحہ۶۰۷]

● اگر نماز میں سجدہ تلاوت کرنا بھول گیا تو جب تک وہ حرمت نماز کے اندر ہے،

اس کی قضا بجالاسکتا ہے---حرمت نماز کے اندر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ سلام پھیر چکا ہو مگر نہ جگہ سے اٹھا ہو اور نہ کوئی بات کی ہو تو ایسی صورت میں پہلے سجدہ تلاوت، پھر سجدہ سہو دونوں ادا کرلے---اسی طرح اگر نماز میں سجدہ تلاوت بھول کر تاخیر سے مثلاً اگلی رکعت میں ادا کیا تو سجدہ سہو لازم آئے گا---[فتاویٰ رضویہ، جلد۱۰، صفحہ۶۰۷]

● ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ قرآن پاک کی آیت ہے، ہر ختم قرآن میں ایک دفعہ اسے پڑھا جانا چاہیے---لہٰذا تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے تو ایک بار اسے جہراً پڑھنا لازم ہے---سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک کسی ایک سورہ پر بلند آواز سے پڑھ لی جائے، اس کے بغیر سنت کے مطابق ختم قرآن نہ ہوگا---[فتاویٰ رضویہ، جلد۷، صفحہ۴۶۰،۴۷۴]

● نماز تراویح میں ختم قرآن کے وقت سورہ اخلاص تین بار پڑھی جاتی ہے، یہ ایک مستحسن عمل ہے کیوں کہ سورہ اخلاص ایک بار پڑھنا ثلث قرآن کے برابر ہے اور تین بار پڑھنا پورے ختم قرآن کے برابر ثواب رکھتا ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد۸، صفحہ۶۲۱/ جلد۷، صفحہ۴۴۷]

● بعض لوگ ختم قرآن حکیم کے بعد نماز تراویح پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں، ایسا کرنا غلط ہے---تراویح مستقل عبادت ہے اور ماہِ مبارک کی تمام راتوں میں بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے--- ہاں اگر کسی وجہ سے تراویح کا ناغہ ہو گیا تو ان کی قضا نہیں ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد۷، صفحہ۴۵۹]

● حافظ اگر ایک جگہ تراویح میں چند روز کے اندر قرآن پاک ختم کرلے اور اب آئندہ تاریخوں میں اسی جگہ دوبارہ یا کسی دوسرے مقام پر سنانا چاہتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور حافظ جتنی بار بھی قرآن پاک ختم کرے اسے ہر دفعہ مسنون تلاوت کا ثواب ملے گا---یہ کہنا غلط ہے کہ پہلی دفعہ قرآن سنانا مسنون اور پھر نفل ہوگا---[فتاویٰ رضویہ، جلد۱۰، صفحہ۵۹۸]

● البتہ ایک ہی رات اگر امام دو جگہ تراویح میں قرآن پاک سنائے اور پہلی جگہ بیس تراویح پوری ادا کی ہوں تو دوسری جگہ سننے والوں کو سنت تراویح میں ختم قرآن کا ثواب نہیں ملے گا کیوں امام دوسری جگہ نفل پڑھا رہا ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد۱۰، صفحہ۲۰۰]

اعتکاف

● ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ علی وجہ الکفایہ ہے---چوں کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے پورے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف پر مواظبت اور مداومت فرمائی ہے، اس لیے پورے دس دن کا اعتکاف سنت ہے، ایک روز بھی کم ہو تو سنت ادا نہ ہوگی---ردالمحتار میں ہے:

اَلْمَسْنُوْنُ هُوَ اعْتِكَافُ الْعَشْرِ بِتَمَامِهٖ---

"سنت اعتکاف رمضان کے پورے آخری عشرہ کا ہے"---

● فتح القدیر میں اعتکاف کی اقسام بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

اَلْاِعْتِكَافُ يَنْقَسِمُ اِلٰى وَاجِبٍ وَ هُوَ الْمَنْذُوْرُ تَنْجِيْزًا اَوْ تَعْلِيْقًا وَ اِلٰى سُنَّةٍ مُؤَكَّدَةٍ وَّ هُوَ اعْتِكَافُ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَ اِلٰى مُسْتَحَبٍّ وَّ هُوَ مَا سِوَاهُمَا---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۶۵۴، ۶۵۵]

"اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: ایک واجب، جس کی نذر مانی گئی ہو، خواہ فوری ہو یا معلق، دوسرا سنت مؤکدہ اور یہ رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف ہے اور تیسرا مستحب، جو ان دونوں صورتوں کے علاوہ ہے"---

● معتکف کو لازم ہے کہ مسجد کے احترام اور آداب کو پوری طرح ملحوظ رکھے، ایسا کوئی عمل نہ کرے جو تعظیم مسجد کے منافی ہو---کھانا احتیاط سے کھائے، تا کہ شوربا، دودھ وغیرہ کوئی چیز گرنے سے مسجد کا فرش آلودہ نہ ہو---مسجد میں اگال دان رکھنا ٹھیک نہیں، ہاں اگر کھانسی سے بار بار بلغم آتا ہے تو پھر معذور ہے---مسجد کو گھر کی طرح استعمال نہ کرے، دوسرے نمازیوں اور معتکفین کو ایذاء نہ پہنچائے، حتیٰ کہ ذکر و تلاوت بلند آواز سے کرنے میں بھی دوسروں کا خیال رکھے، مسجد شعائر اللہ میں سے ہے اور اس کا احترام تقویٰ کی نشانی ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۸، صفحہ ۹۷/ جلد ۹، صفحہ ۴۹۱]

● معتکف مسجد کے اندر مسواک کرنے سے گریز کرے، کیوں کہ مسواک عموماً تر استعمال کی جاتی ہے، جس سے منہ کی رطوبتیں خارج ہوتی ہیں اور ان سے مسجد کے ملوث ہونے کا خطرہ رہتا ہے، ہاں اگر کسی برتن میں یہ عمل کیا جائے تو حرج نہیں---بہتر یہ ہے کہ مسواک وضو کے ساتھ کی جائے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱، صفحہ ۶۱۵]

● کوئی شخص مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہوا اور اسی حالت میں اس پر غسل فرض ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ فوراً تیمم کرے، چاہے مسجد کی زمین یا دیوار ہی سے ہو، کیوں کہ مسجد میں بحالت جنابت ایک لحظہ کے لیے بھی ٹھہرنا یا چلنا حرام ہے---لہٰذا سب سے پہلے وہ قریب ترین چیز سے تیمم کرے اور پھر فوراً غسل کرنے کے لیے مسجد سے باہر چلا جائے اور نکلنے کے لیے قریب ترین دروازہ اختیار کرے---[فتاویٰ رضویہ، جلد ۳، صفحہ ۴۷۹، ۴۸۰]

شب قدر

شب قدر خدا کی طرف سے اہل ایمان کے لیے خاص تحفہ ہے، یہ حضور ﷺ کی رحمتوں کا

صدقہ ہے۔۔۔پچھلی امتوں کے لوگ طویل عمر پاتے اور زیادہ عبادت کرتے، حضور سید عالم ﷺ کی امت کو خدا نے ایک رات ایسی عطا کردی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یہ وہ رات ہے جس میں قرآن پاک اترنا شروع ہوا۔۔۔ ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی کوئی طاق رات شب قدر ہوتی ہے، اس میں فرشتے اور جبرئیل امین اترتے ہیں اپنے رب کی طرف سے ہر کام کے لیے، یہ رات سراسر عافیت اور سلامتی کی رات ہے، غروب آفتاب سے طلوع فجر تک۔۔۔ جس کو یہ رات مل جائے اس نے بہت کچھ پالیا۔۔۔[کنزالایمان]

لیلۃ القدر میں شب بیداری مستحب ہے۔ -شیخ ابوطالب مکی، قوت القلوب میں لکھتے ہیں:

''سال بھر میں پندرہ راتیں ایسی ہیں جن میں بیدار رہ کر عبادت کرنا مستحب ہے، رمضان المبارک میں آخری عشرہ کی پانچ طاق راتیں کہ لیلۃ القدر انہی میں ہوتی ہے اور یوم بدر ۱۷رمضان کی رات''۔۔۔

شب قدر اوقات فاضلہ میں سے ہے اور اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی کثرت شرعاً مطلوب ہے۔۔۔اس رات کی خصوصی نماز صلوٰۃ القدر بلاد اسلام میں رائج ہے، جس سے بعض علماء متاخرین اس لیے گریز کرتے ہیں کہ عوام سنت نہ سمجھ لیں۔۔۔ تاہم علامہ عبدالغنی نابلسی، حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

صَلٰوۃُ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَ نَحْوِ ذٰلِکَ وَ اِنْ صَرَّحَ الْعُلَمَاءُ بِالْکِرَاھَۃِ بِالْجَمَاعَۃِ فِیْھَا فَلَا یُفْتٰی بِذٰلِکَ الْعَوَامُ لِئَلَّا تَقِلَّ رَغْبَتُھُمْ فِی الْخَیْرَاتِ ۔۔۔وَ اِبْقَاءُ الْعَوَامِ رَاغِبِیْنَ فِی الصَّلٰوۃِ اَوْلٰی مِنْ تَنْفِرِھِمْ۔۔۔[جلد۲، صفحہ۱۵۰]

''شب قدر کی نماز اور اسی طرح کی دیگر نفل نمازیں باجماعت ادا کرنے کو اگرچہ علماء نے مکروہ لکھا ہے مگر عوام میں یہ فتوٰی نہ دیا جائے تاکہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو، عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا انہیں نفرت دلانے سے کہیں بہتر ہے''۔۔۔

[فتاوٰی رضویہ، جلد۷، صفحہ ۴۱۸، ۴۳۲، ۴۶۶]

انعام کی رات

اس ماہ مبارک کی آخری رات جزا اور انعام کی رات ہے اور یہ قبولیت دعا کا موقع ہے۔۔۔ حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْعُمَّالِ یَعْمَلُوْنَ فَاِذَا فَرَغُوْا مِنْ اَعْمَالِھِمْ وُفُّوْا اُجُوْرَھُمْ۔۔۔[شعب الایمان، جلد۱، صفحہ۳۰۲]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ مزدور کام کرتے ہیں، پس جب اپنے عمل سے فارغ ہوتے ہیں اس وقت پوری مزدوری پاتے ہیں''---

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

اَلْعَامِلُ اِنَّمَا یُوَفّٰی اَجْرَہٗ اِذَا قَضٰی عَمَلَہٗ---[مسند احمد، جلد۲، صفحہ۲۹۲]

''عامل جب اپنا عمل پورا کر لیتا ہے تو اسے پورا اجر دیا جاتا ہے''---

تو مومن کے لیے بے شک یہ بڑا موقع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کے بعد اپنی حاجات عرض کرے اور قبولیت کا شرف پائے---[فتاویٰ رضویہ، جلد۸، صفحہ۵۱۷، ۵۱۸]

صدقۂ فطر

صدقہ فطر ماہ رمضان میں لاگو ہوتا ہے اور یہ ہر مسلمان مرد، عورت، بچے پر واجب ہے، اس کی ادائیگی عید سے قبل ہونی چاہیے اور جتنا جلد ادا کیا جائے بہتر ہے---صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں اور اس کی مقدار دو مد گندم کے برابر ہے---صحیح ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں صدقہ کھجور، منقی اور جو سے دیا جاتا تھا، گندم میسر نہیں ہوتی تھی---

ایک دوسری روایت میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں گندم کا استعمال عام ہوا تو علماء نے صدقہ فطر کی مقدار گندم سے دو مد مقرر کی، میں (امام احمد رضا) نے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ کو جو اور گندم کے پیمانوں سے تجربہ کیا تو بریلی کے سیر کی پیمائش سے گندم کی مقدار پونے دو سیر سے اٹھنی بھر زائد نکلی---یہ حساب محفوظ رکھنا چاہیے کیوں کہ اس کے مطابق صدقہ فطر، کفارہ اور روزے، نماز کا فدیہ ادا کرنے میں زیادہ احتیاط اور مستحقین کا نفع پنہاں ہے---[فتاویٰ رضویہ، جلد۱، صفحہ۵۹۴، ۵۹۵]



سفرِ مقدس

جانشین سیدی فقیہ اعظم حضرت صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری زید مجدہ کو حسب سابق اس بار بھی باذنہ تعالیٰ حاضریٔ مدینہ منورہ اور عمرہ کی سعادت نصیب ہو رہی ہے، توقع ہے کہ آپ کا یہ سفر سعادت 24 ستمبر کو شروع ہوگا---آپ لاہور سے ڈائریکٹ مدینہ منورہ جائیں گے---رمضان المبارک کے اکثر دن شہر محبوب ﷺ میں گزارنے کے بعد 16 نومبر کو واپسی ہوگی---ان شاء المولیٰ تعالیٰ صاحب زادہ فیض نوری اور حافظ عبدالرشید نوری آپ کے ہم سفر ہوں گے---

یوم الفرقان، رازِ تعمیر خودی
ازل سے تا امروز

ڈاکٹر مفتی ضیاء الحبیب صابری

اسلام کا مکّی دور مسلمانوں کے لیے انتہائی ابتلا اور بھاری مشکلات کا دور تھا، ظلم کی ہر شکل سے فرزندانِ اسلام کو واسطہ پڑا، ذہنی وجسمانی اذیّت کے اندوہ ناک باب رقم ہوئے، ظلموں کے پہاڑ توڑے گئے، ایک اللہ کی وحدانیت کا اقرار نا قابلِ درگزر جرم ٹھہرا تھا، بیت اللہ جو صنم کدہ میں بدل چکا تھا، اس کا ذرّہ ذرّہ عبادالرحمٰن کی پُرعزم جبینوں کو چومنے کے لیے صدیوں سے ترس رہا تھا، شہرِ حرم کے مکینوں نے اِس بلدِ مکرم کی ایک ایک حرمت کو پامال کر رکھا تھا۔

اسلام کے دامنِ کرم سے وابستگی اختیار کرنے والوں پر ظلم کی ہر صنف آزمائی جا رہی تھی، چشمِ فلک آہوں، سسکیوں کے شور میں اُحد اُحد کے نعروں کے ساتھ آدم زادوں کے ہاتھوں انسانوں کی کرب ناک خانماں بربادی کا منظر دیکھ رہی تھی، دہکتے ہوئے کوئلوں پر پتھر کی تپتی ہوئی سِلوں کے بوجھ تلے دبے کراہتے انسانوں کے عزم واستقلال سے لبریز مناظر دیکھ کر آسمان دنگ ہو رہا تھا۔

حرمِ کعبہ کے متولیوں کے پورے خاندان کے خلاف اعلانِ مقاطعہ پر سختی سے اہلِ شہر کا عمل پیرا ہونا اور بنی ہاشم کا شعبِ ابی طالب میں برسوں بے گناہی کی سزا کے طور پر فلاکت وعُسرت کی زندگی بسر کرنا، عمار بن یاسر کے پورے خاندان پر زندگی اجیرن کر دینا اور سمیہ جیسی عظیم خاتون کے

ساتھ انسانیت سوز سلوک کرتے ہوئے موت کے گھاٹ اتار دینا، اللہ رب العزت کے محبوب، مقصودِ کائنات، رسولِ رسولاں، خاتمِ نبیاں ﷺ پر حالتِ نماز میں اونٹ کا غلیظ اوجھ پھینکنا، راستوں میں کانٹے بچھانا، کوڑا پھینکنا، آپ کو دیکھ کر یاوہ گوئی کرنا، راہ چلتے آپ پر آوازے کسنا، گالی گلوچ اور مجنون و ساحر کے طعنے دینا، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، حارث بن قیس، اسود بن یعوث، ابوقیس بن خاکہ، ولید بن مغیرہ، عقبہ بن معیط، امیہ بن خلف، ابی بن خلف، ابولہب اور اس امت کے فرعون ابوجہل کا نت نئے حربے تیار کر کے حضور ﷺ اور آپ کے رفقاء کو ستانا، نئے مسلمان ہونے والے شخص کے پیچھے لڑکوں کے غول لگا کر ان کی تضحیک و تذلیل کرنا، بیرون جات سے آنے والے لوگوں کے سامنے حضور ﷺ کی بدگوئی کرنا اور آپ کے معاذ اللہ قتل کے منصوبے بنانا، حتی کہ اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر ان بدطینتوں کی آتشِ غضب کا اور بھڑکنا اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرت سیّدنا صہیب بن سنان، خباب بن الارت، عمار بن یاسر، بلال بن رباح اور بی بی زنیرہ جیسی ہستیوں کو مسلسل نشانۂ ستم بنائے رکھنا۔

ظلم کا دور جاری تھا کہ مشیتِ الٰہی کے تحت مسلمان ترکِ وطن پر مامور ہوئے، اہلِ مکہ یہ بھی برداشت نہ کر سکے، اب انہوں نے مسلمانوں کا تعاقب شروع کیا۔ دیگر خطوں میں جا کر مشرکینِ مکہ کے وفود نے مسلمانوں کو پناہ دینے سے روکنے کی بھرپور کوشش کی، حتی کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آخری ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے تو کفار کو یہ بھی ناگوار گزرا، وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان دنیا کے کسی بھی گوشے میں پُرسکون رہ سکیں، چنانچہ آئے دن وہ مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مبتلا رہتے۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کے بااثر لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف اکسانا اور انہیں پناہ دینے سے روکنے کی کوشش ان کا اوّلین مقصد بن گیا۔ چنانچہ اس منظر کے پیشِ نظر حضور کریم ﷺ نے حفظ ماتقدم کے طور پر مدینہ منورہ کے مضافات میں وقتاً فوقتاً گشتی وفود بھیجنا شروع کر دیے، تاکہ کفارِ مکہ کی نقل و حرکت پر گہری نظر رکھی جا سکے، ان گشتی وفود سے گاہے بگاہے کسی ٹکی گروہ کا سامنا بھی ہو جاتا۔ چنانچہ ایک دفعہ کی مڈبھیڑ میں عمرو بن فہر الحضرمی مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔

انہی دنوں ابوسفیان بن حرب اموی کو شام سے واپسی پر راستے میں کسی نے خبر دی کہ مسلمان تمہارے قافلے کو لوٹنا چاہتے ہیں، اس اطلاع کے پاتے ہی اپنے ایک رفیقِ سفر ضمضم غفاری کو مکہ روانہ کر دیا کہ وہ جا کر اس صورت حال سے سردارانِ مکہ کو باخبر کر دے۔

اس خبر کے ساتھ ضمضم غفاری کے مکہ پہنچتے ہی قریش مکہ مشتعل ہو گئے اور مسلمانوں کے

خلاف کارروائی کرنے لگے، پُر زور کوششیں شروع کر دیں، ادھر ابوسفیان صحیح سلامت قافلہ لے کر مکہ مکرمہ آ گیا تو بہت سے اہلِ مکہ نے کہا کہ اب لشکر کشی کی ضرورت نہیں کیوں کہ قافلہ باخیریت آ گیا ہے، لیکن مدینہ منورہ میں اسلام کی پذیرائی اور مسلمانوں کی ترقی سے ابوجہل بہت پریشان تھا، اس کے خیال میں مسلمانوں کی سرکوبی کے لیے ایک اچھا موقع تھا، لہٰذا اس نے سردارانِ قریش پر زور دیا کہ اب مدینہ کی طرف پیش قدمی ضرور کرنی چاہیے، لیکن امیہ بن خلف، عاص بن ہشام وغیرہ نے زیادہ پس و پیش دکھایا تو ابولہب نے عاص بن ہشام پر (جو ابولہب کا مقروض تھا) قرض کی وصولی کے لیے دباؤ ڈالا، یہاں تک کہ اس کو جنگ کے لیے آمادہ کر لیا۔

سیرۃ المصطفیٰ کے راقم کے بقول امیہ بن خلف کے انکار کا سبب یہ تھا کہ حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ زمانہ جہالت سے امیہ کے دوست تھے، امیہ جب بغرض تجارت شام جاتا تو راستے میں مدینہ میں سعد بن معاذ کے پاس اترتا اور سعد جب مکہ جاتے تو امیہ کے پاس اترتے، حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرتِ مدینہ کے بعد ایک مرتبہ سعد بن معاذ عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ آئے اور حسبِ دستور امیہ کے پاس قیام کیا اور امیہ سے یہ کہا کہ طواف کرنے کے لیے مجھے ایسے وقت لے چلو کہ حرم لوگوں سے خالی ہو، امیہ دوپہر کے وقت سعد بن معاذ کو لے کر نکلا، طواف کر رہے تھے کہ ابوجہل سامنے آ گیا اور کہنے لگا، اے ابوصفوان! (امیہ) یہ تمہارے ساتھ کون شخص ہے؟ امیہ نے کہا کہ سعد ہے، ابوجہل نے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص اطمینان سے طواف کر رہا ہے، تم ایسے بے دینوں کو ٹھکانہ دیتے ہو اور ان کی اعانت کرتے ہو، اے سعد! خدا کی قسم، اگر ابوصفوان تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو تم یہاں سے صحیح سالم واپس نہ جاتے۔ حضرت سعد نے بلند آواز سے کہا ''اگر تو مجھے طواف سے روکے گا تو اللہ کی قسم میں مدینہ سے تیرا شام کا راستہ بند کر دوں گا''۔ امیہ نے سعد سے کہا، ابوالحکم (ابوجہل) پر اپنی آواز بلند نہ کرو، یہ اس وادی کا سردار ہے، حضرت سعد نے ترش روئی سے کہا کہ اے امیہ! بس رہنے دو، اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ تو حضور پُرنور کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ہاتھ سے قتل ہوگا، امیہ نے کہا کہ میں مکہ میں مارا جاؤں گا؟ سعد نے کہا، یہ مجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں اور کس جگہ مارا جائے گا، یہ سن کر امیہ گھبرا گیا اور بہت ڈر گیا اور جا کر اپنی بیوی امِ صفوان سے تذکرہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ امیہ نے یہ کہا ''خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی غلط نہیں کہتے'' اور قریب تھا کہ خوف و ہراس سے امیہ کا پیشاب و پاخانہ خطا ہو جائے [فتح الباری، جلد ہفتم، صفحہ 220] اور امیہ پر اس درجے کا خوف غالب ہوا کہ ارادہ کر لیا کبھی

مکہ سے باہر نہ نکلوں گا۔ چنانچہ ابو جہل نے لوگوں سے بدر کی طرف نکلنے کو کہا تو امیہ کو مکہ سے نکلنا بہت گراں تھا، اس کو اپنی جان کا ڈر تھا، ابو جہل امیہ کے پاس آیا اور چلنے کے لیے اصرار کیا، ابو جہل نے جب یہ دیکھا کہ امیہ چلنے پر تیار نہیں تو یہ کہا کہ آپ سردار ہیں، اگر آپ نہیں نکلیں گے تو دیکھا دیکھی اور لوگ بھی نہیں نکلیں گے، غرض ابو جہل امیہ کو چمٹا رہا اور برابر اصرار کرتا رہا، بالآخر یہ کہا کہ اے ابو صفوان! تیرے لیے نہایت تیز رفتار گھوڑا خریدوں گا، تا کہ جہاں خطرہ محسوس کرو، فوراً اس پر بیٹھ کر واپس آ جاؤ، امیہ جانے کے لیے تیار ہو گیا اور گھر میں جا کر اپنی بیوی سے کہا، میرے سفر کا سامان تیار کرو، بیوی نے کہا کہ امیہ! تم کو اپنے یثربی بھائی کا قول یاد نہیں رہا؟ امیہ نے کہا، میرا ارادہ تھوڑی دور جانے کا ہے، پھر واپس آ جاؤں گا، پس امیہ اسی ارادہ سے روانہ ہوا اور جس منزل پر اترتا ساتھ اپنا اُونٹ باندھ دیتا، مگر قضا و قدر نے بھاگنے کا موقع نہ دیا، بدر پہنچا اور میدانِ قتال میں صحابہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ [بخاری]

بھرپور جد و جہد کے بعد ابو جہل ایک جوانوں کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے 98 میل کے فاصلے پر بدر کے مقام پر آن پہنچا۔ ادھر مدینہ منورہ میں حضور کریم ﷺ کو جب ان حالات کی خبر ملی تو آپ نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور اس نئی صورتِ حال سے آگاہ کیا، چنانچہ رمضان المبارک کی آٹھویں تاریخ کو تین سو تیرہ جاں نثاروں کی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ سے مشرکین کا راستہ روکنے کے لیے روانہ ہوئے، مدینہ منورہ میں مشہور صحابی حضرت عمرو بن ام مکتوم کو نائبِ مقرر فرمایا، پھر مقامِ روحا پر پہنچ کر حضرت ابو لبابہ بن المنذر کو نیابت سپرد فرما کر واپس کر دیا، انتہائی بے سرو سامانی کے عالم میں یہ قدسی صفات مردانِ حق آج پرچم حق بلند کر کے باطل کو سرنگوں کرنے پورے عزم سے سوئے منزل جا رہے ہیں، اس سارے لشکر میں صرف دو سپاہیوں (حضرت مقداد بن عمرو اور حضرت مرثد بن ابی المرثد غنوی) کے پاس ایک ایک گھوڑا ہے، جب کہ چند دیگر صحابہ کے پاس سواری کے چند اُونٹ تھے، اس بے سرو سامانی کا اندازہ اس امر سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ خود قائدِ لشکر ﷺ کے ساتھ مزید دو حضرات (حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت لبابہ) ہم رکاب ہیں اور آپ اپنے دونوں ہم سفروں کے ساتھ سواری میں امتیازی حیثیت کے بجائے باقاعدہ باری باری سواری فرماتے ہیں، جب کہ صحابہ بار بار اصرار کرتے ہیں کہ حضور سواری فرمائیں، ہم بصد مسرت پیدل چلیں گے، لیکن آپ نے امت کو عدل پر قائم رہنے کی عملی مثال مہیا فرمائی۔

بہر حال فدایانِ مصطفیٰ ﷺ منزل بمنزل جب بدر پہنچے تو قریش پہلے ہی یہاں آ چکے تھے اور

وہ اپنی پسند کے مطابق موزوں جگہ پر خیمے گاڑ چکے تھے۔ مسلمانوں کے لیے سنگ لاخ اور ریتلی زمین کے سوا کوئی جگہ نہ تھی، جب کہ پانی کا چشمہ بھی قریش مکہ کے قبضہ میں تھا۔ مسلمانوں نے اس صورت حال کی پروا کیے بغیر اپنے اللہ تعالیٰ کی مدد پر نظر رکھتے ہوئے ریتلی زمین پر ڈیرہ ڈال دیا۔ حضور کریم ﷺ کے لیے ایک بلند ٹیلے پر عریش (چھپر) بنا دیا گیا، جس میں بیٹھ کر پورے میدانِ جنگ کو دیکھا جا سکتا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنے سپاہیوں کو اس موقع پر جو ہدایات ارشاد فرمائیں، وہ آپ کے اعلیٰ ترین سپہ سالار ہونے کی بہترین مثال ہیں۔

آپ نے قریش کے غلام سے دریافت فرمایا کہ قریش میں سے کون کون ہیں، تو بتایا گیا کہ ابوجہل کے ساتھ عتبہ و شیبہ، امیہ بن خلف کے علاوہ سہیل بن عمرو، عمرو بن عبدود، منبہ و نبیہ، ابوالبختری بن ہشام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر، نضر بن الحارث اور حکیم بن حزام بھی شامل ہیں۔

آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ مکہ نے آج اپنے تمام جگر گوشے تمہاری جانب پھینک دیے ہیں۔ آپ نے جو ہدایات ارشاد فرمائیں، ان میں فرمایا، صف بندی کرتے وقت پشت سورج کی طرف رکھنا، بلا اجازت حملے کے لیے آگے مت بڑھنا، دشمن جب تک زد میں نہ آئے تیر ضائع مت کرنا اور اگر قریب ہو تو پتھر ماریں اور قریب ہو تو نیزہ استعمال کریں، پھر اور قریب ہو تو تلوار سے کام لیں، ہر کام کو خوبی سے سرانجام دیں، کسی کو قتل بھی کریں تو اچھے طور سے قتل کریں، خواہ مخواہ اذیت نہ پہنچائیں، زخمیوں، عورتوں، بچوں، غلاموں، نوکروں اور لڑائی میں حصہ نہ لینے والوں پر ہتھیار مت اٹھانا۔

اِس کے بعد آپ نے صحابہ کو مختلف مقامات پر چھڑی سے نشان لگا کر بتایا کہ کل ابوجہل اس جگہ قتل ہوگا، عتبہ و شیبہ کے مقتل کا نشان لگایا، حتیٰ کہ آپ نے ہر کافر کی قتل گاہ صحابہ کو دکھا دی اور اگلے روز جب میدان کارزار گرم ہوا تو آپ کے بتائے ہوئے نشانات کے عین مطابق کفار قتل ہوئے، انچ اِدھر نہ انچ اُدھر۔

معرکہ پڑنے سے قبل رات کی نماز کے بعد آپ نے اپنے اللہ سے دعا کی:

اللّٰھم ھٰذہٖ قریش اقبلت بخیلائھا و فخرھا تحادک و تکذب رسولک اللّٰھم فنصرک الذی و عدتنی---

"اے اللہ! قریش کا یہ جتھ جو بڑے تکبر و غرور کے ساتھ مقابلہ کے لیے آیا ہے، تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے رسول کی تکذیب کرتا ہے۔ اے اللہ! اپنی فتح و نصرت

عطا فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے"---

اسی طرح آپ نے یہ دعا بھی فرمائی کہ "اے اللہ! اپنے ان مٹھی بھر بندوں کی حفاظت فرما ورنہ روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

چنانچہ غیب سے مسلمانوں کی فتح ونصرت کے اسباب جمع ہونا شروع ہوگئے، اسلامی لشکر کے سپاہیوں پر غنودگی طاری ہوگئی، جس سے وہ گہری نیند سو گئے اور یوں سفر کی تکان دور ہوگئی اور وہ تازہ دم ہوگئے، مزید ان کو اسلامی لشکر کے مقابل لشکرِ کفار کی تعداد قلیل نظر آئی، مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتوں کی جماعتیں اتار دی گئی، اسلامی لشکر کے سپاہیوں کے دلوں پر ایسی تسکین نازل کی گئی جس سے ان کے حوصلے بلند ہوگئے، غیرتِ ایمانی اس قدر بیدار ہوئی کہ تمام تر بے سروسامانی کے باوجود ان کی نظر اللہ کریم کی مدد پر تھی اور وہ اسلام کی بالادستی قائم کردینے کے سچے جذبے سے سرشار تھے۔ کسی قسم کا خوف وملال ان کے چہروں سے نظر نہ آتا تھا، ان کی قوت کا سرچشمہ ایمان تھا، پختہ ایمان کی برکات تھیں، وہ باطل بے پناہ قوت اور سامانِ حرب کے باوجود کوہِ استقلال صحابہ کو مرعوب نہ کرسکا۔

نصرتِ الٰہی نے ایک اور رنگ دکھایا کہ خشک، سنگلاخ پہاڑوں کے وسط میں وادیِ بدر میں بارش شروع ہوگئی، جس سے قریشِ مکہ کی جانب مٹی والی زمین دَلدل اور کیچڑ میں بدل گئی اور مسلمانوں کی جانب ریتلی زمین بارش سے جم گئی اور نشیب میں پینے کا پانی جمع ہوگیا۔ دعائے نبوی کے ثمرات صحابہ کے ایمان کی مزید پختگی کا سامان بن رہے تھے۔

17 رمضان المبارک 2ھ، جمعہ کے دن (13 مارچ 624ء) دونوں سپاہ آمنے سامنے آگئے، جنگ کا آغاز ہوتا ہے--- آج یوم الفرقان ہے--- مہاجر مسلمانوں کو قریش مکہ کا ایک ایک ظلم یاد آگیا، آتش غضب جوش پر تھی، پھر اس جوش کا محمل، پرچم حق کی سربلندی ٹھہرا تھا، فرزندانِ اسلام آج اسلام کی قوت کا عملی مظاہرہ کرکے دنیا بھر کے کفر کا حوصلہ پست کرنا چاہتے تھے تاکہ اسلام کی عظمت وحقانیت کا رُعب کُفر کے دل میں نقش ہوجائے۔

قریش کی طرف سے عتبہ وشیبہ پسرانِ ربیعہ اور ولید بن ربیعہ میدان میں آکر مبارز طلب کرتے ہیں، غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کی صفوں سے حارث کے دو فرزند حضرت عوف اور حضرت معوذ، حضرت عبداللہ بن رواحہ کے ساتھ کفار کے مقابلہ کے لیے سامنے آئے، تو غرور کے پتلوں نے انصار کی بجائے مہاجرین سے مقابل طلب کیے، چنانچہ اسلام کے شیروں مولیٰ علی کرم اللہ

وجہہ الکریم، حضرت حمزہ سیّد الشہداء اور حضرت عبیدہ بن الحارث نے میدان میں آ کر تینوں دشمنانِ اسلام کا خاتمہ کیا۔ معرکہ بڑھتا گیا، انفرادی صورت میں مقابلہ کچھ دیر جاری رہا، لیکن قریشِ مکہ نے اس طرح اپنی مسلسل ناکامی دیکھی تو یک بارگی دھاوا بول دیا، جس کا مسلمان سپاہیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، مسلمان مجاہدین بے جگری سے دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ اس دوران حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم بن خطاب کے آزاد کردہ غلام مہجع بن صالح الحضرمی (عند البعض بن عامر الحضرمی) حضرت حارثہ بن سراقہ انصاری، حضور ﷺ کے چچا حارث کے فرزند حضرت عبیدہ، عمیر بن ابی وقاص، عاقل بن ابی بکیر، صفوان بن بیضا، سعد بن خیثم، مبشر بن عبدالمنذر، عوف بن عفرا، عمیر بن حمام، رافع بن معلّٰی، یزید بن حارث، معوذ بن حارث اور ذوالشمالین بن عبدعمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین منصبِ شہادت پر فائز ہو گئے، تو حضور ﷺ نے مٹی کی مٹھی لشکرِ کفار پر پھینکی، اس مٹی کے پھینکنے میں کیا رُعب وجلال اور ہیبت تھی کہ خود ربِ دوجہاں نے فرمایا:

﴿وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی﴾---[الانفال: ۱۷]

"اے محبوب! آپ نے نہیں پھینکی جو آپ نے پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی"---

بس پھر کیا تھا، لشکرِ کفار میں بھگدڑ مچ گئی، سارا غرور خاک میں مل گیا، باطل کے سارے گھمنڈ ٹوٹ گئے، کفار سرداروں سمیت 70 جہنمیوں کی لاشیں اور 70 قیدی پیچھے چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ فتح و کامرانی کا راز سامان و وسائل کی فراوانی نہیں بلکہ جذبہ اور ایمان سب سے بڑی قوت اور ناقابلِ تردید حقیقت ہیں۔ جس قوم کے پاس یہ دونوں صلاحیتیں ہیں وہ بجا طور پر سمندروں کے سینے چیر دینے اور دیوؤں سے پنجہ لڑانے کے نعرے لگا سکتی ہے۔

ایمان انسانوں کو فانی زندگی پر جاودانی زندگی کی اہمیت واضح کرتا ہے، ایمان زندگی کی قدر و قیمت بتاتا ہے، ایمان ہی سے زندگی کے اعلیٰ و ارفع مقصد کا ادراک ہوتا ہے، ایمان ہی زندگی کے انمول ہیرے کا صحیح مصرف بتاتا ہے، اے کاش! آج کی دنیا کا مسلمان خود آگاہی حاصل کرے، مکہ مکرمہ کی مرکزیت تسلیم کر کے پھر سے خلافت کے تنِ مردہ میں جان پیدا کر کے وحدتِ فکر و عمل کی بدولت وحدتِ امت کا تشخص اجاگر کر سکے، مُلک مُلک امتیں، اسلام کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتیں، مسلم کی فلاح و بقا کا راز صرف مکمل وحدت میں ہے، جب سے وحدتِ امت پارہ پارہ ہوئی، مسلم کمزور ہو گیا، اپنے علمی و فکری سرمائے سے تہی دامن ہو گیا، اسلام جو رنگ و نسل،

زبان وعلاقہ اور دیگر طاغوتی تقسیموں کا مخالف تھا، نیرنگیٔ دوراں دیکھیے کہ اس اسلام کے فرزند انہی بتوں کی عبادت میں مگن ہو کر کہیں نسلی بنیاد پر اور کہیں زبان، رنگ یا خطہ کو بنیاد بنا کر لخت لخت ہو کر ان گنت تقسیموں میں بٹ گئے۔

فرزندِ اسلام دنیا میں کہیں فلسطینی، لبنانی یا عراقی کے نام سے پس رہا ہے اور کہیں افغانی، پاکستانی، کشمیری کے نام سے طاغوتی WORLD ORDER کے مظالم کی چکی میں پس رہا ہے، الجزائر، تیونس، مصر، حجازِ مقدس، سوڈان، لیبیا، ترکی اور ساری دنیا کے مسلم خطے استعماری گماشتوں کی ہوسِ اقتدار کے سبب اپنا اسلامی تشخص قائم کرنے میں قاصر رہ رہے ہیں۔ آج جب کہ کفر پھر سے اسلام کے خلاف متحد ہو کر صف آراء ہے، مسلم دنیا بدستور منتشر ہے، اسلامی نظام خلافت یا اسلامی شورائی نظام حکومت کی جگہ جمہوری نظام اسلامی قرار دے دیا گیا ہے، اے کاش! مسلم قائدین اپنی ذمہ داریوں کا بیدار فکر سے جائزہ لیں، اخلاص وللٰہیت کو وطیرہ بنائیں۔

امت کے اتحاد میں مسلمانوں کی بقاء وفلاح ہے، آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد سوا ارب سے تجاوز کر چکی ہے، لیکن طاغوت پوری قوت سے اپنا نظام رائج کرنے کی تدبیر پر عمل پیرا ہے۔

وہ تین سو تیرہ مسلمان بھی مٹھی بھر انسان ہی تھے جو کفر کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے تھے اور پھر فرشتے بھی اتر آئے تھے، لیکن آج ایک ارب سے زائد گنتی کے باوجود دنیا کی اقوام میں مسلمان زبوں حال و دست نگر اور سب سے ذلیل ہے، دنیا کے مختلف خطوں میں آج مسلمان پنجۂ استبداد میں جکڑا ہوا نہیں؟ اس کی بیٹیوں کی عصمت دری نہیں ہو رہی؟ اس کے حقوق واموال کو غصب نہیں کیا جا رہا؟ اس کی تہذیب کو مٹا کر اس کی جگہ ننگ ناموس انسانیت فحاشی کو پروان نہیں چڑھایا جا رہا؟ تو پھر تیرا خون جوش کیوں نہیں مارتا؟ تیری آنکھوں میں کیوں غضب کے شعلے نہیں؟ آ! ایک بار پھر دنیا پر اسلام کی قوت وصداقت کا بول بالا کر دیں.......... اسلام کو دنیا کے ہر فکری و عملی نظام پر غالب کرنا مسلمان کی ذمہ داری ہے، آیئے! ساری دنیا میں اسلام کی سچائیوں کا چراغ روشن کریں، وہ دیکھو بدر کے میدان میں ایک ہی خاتون بی بی عفراء کے سات فرزند (عوف، معاذ، معوذ پسرانِ حارث، ایاس، عاقل، خالد اور عامر پسرانِ بکیر بن عبد یالیل) شانہ بشانہ شمشیر زن ہیں، کیوں؟ کس لیے؟ کیا ان کا مطمحِ نظر پرچم اسلام کی سربلندی اور کفر کی ہمت توڑنے کے سوا کچھ اور بھی تھا؟

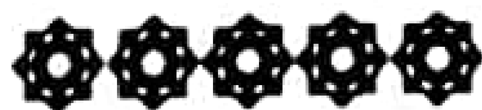
یاد رکھو! آج اپنے اسلاف کی روش پر لوٹ آؤ تو کل ہی نہیں آج بھی تمہارا اور صرف تمہارا ہے۔

اسلام کی سچائی کا کیا ادراک تھا؟ کہ حضرت عمیر بن الحمام نے حضور ﷺ سے جب جنت کے اوصاف سنے تو کھانے کے لیے ہتھیلی پر رکھی کھجوریں بھی یہ کہہ کر پھینک دیں کہ ''اب اتنی دیر بھی برداشت نہیں ہو سکتی'' اور پھر قریش مکہ پر ٹوٹ پڑے، متعدد کفار کو واصل جہنم کیا اور پھر خود جام شہادت نوش فرما گئے اور حضرت عوف بن حارث کا زرہ اتار کر پھینکتے ہوئے دشمنان اسلام پر ٹوٹ پڑنا، جان کی پروا کیے بغیر کس شان بے نیازی سے جراءت و ہمت کا مظاہرہ کیا!

وادیٔ کشمیر، افغانستان اور عراق کے جو دل دوز مناظر سامنے آ رہے ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ پوری امت پر فرض ہے کہ وہ کفر کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے۔

حضور ﷺ کے شیدائیوں نے بدر کی سرزمین پر جو داستان شجاعت رقم کی، دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، قریش مکہ بدر سے ہزیمت اُٹھا کر ذلت و رسوائی اور اپنے سرداروں کی جدائی کا داغ لے کر واپس لوٹ گئے، حضور کریم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو مژدۂ کامرانی سنانے کے لیے مدینہ منورہ روانہ فرمایا اور شہداء کی تدفین فرمائی، قیدیوں کو لے کر واپس مدینہ منورہ تشریف لائے اور قیدیوں کی رہائی کے لیے آقا کریم ﷺ نے فدیہ مقرر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتا ہے وہ ہمارے دس افراد کو لکھنا پڑھنا سکھا کر رہائی حاصل کر لے، گویا کہ اس فیصلہ کے ذریعے اعلان فرما دیا گیا کہ ہمارے پیش نظر زر و مال نہیں بلکہ علم ہے۔

دائرہ معارف اسلامی کے مقالہ نگار کے مطابق ''جنگ بدر اس اعتبار سے بڑی فیصلہ کن ثابت ہوئی کہ کفر و اسلام کو میدان جنگ میں پہلی مرتبہ قوت آزمائی کا موقعہ ملا اور کثرت تعداد و اسلحہ کے باوجود کفر کو ذلت آمیز اور عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا، کفار مکہ کا زور ٹوٹ گیا، حوصلے پست ہو گئے، مسلمانوں کی ہمتیں بڑھ گئیں اور عزم بلند ہو گئے، جزیرۃ العرب کے قبائل کو مسلمانوں کی قوت، سربلندی اور سچائی و حقانیت کا یقین آ گیا، ساتھ ہی یہ راز بھی منکشف ہو گیا کہ حق کے مقابلہ پر تعداد اور ساز و سامان جنگ کی کثرت کام نہیں آ سکتی، فتح و کامرانی صرف حق کو ہوا کرتی ہے۔ اگر مسلمان اس معرکہ سے بچنے کی کوشش کرتے تو ایک طرف یہود مدینہ ان کے لیے جینا محال کر دیتے اور دوسری طرف قریش مکہ ان کے لیے ہر روز مصیبت بنے رہتے پھر ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں کو غیبی امداد اور اپنی قوت ایمانی پر یقین محکم ہو گیا، غرض کہ معرکہ بدر نے ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کی دھاک بٹھا دی اور کفر کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔



دوسروں کی عزتِ نفس کا احترام

حافظ محمد سعد اللہ

ہر انسان عرفی، معاشرتی، مذہبی اور نسلی اعتبار سے چاہے جتنا چھوٹا اور مالی اعتبار سے جتنا غریب و کمزور ہو، انسان ہونے کے باعث جہاں وہ ازروئے قرآن انتہائی احترام و تکریم کا مستحق ہے، وہاں وہ کچھ باطنی جذبات و احساسات کا حامل ہونے کے سبب ایک عزتِ نفس بھی رکھتا ہے۔ پھر یہ عزتِ نفس ہر باغیرت آدمی کے نزدیک خواہ وہ امیر ہو یا غریب، چھوٹا ہو یا بڑا، افسر ہو یا ماتحت، حاکم ہو یا محکوم، طبعی و فطری طور پر بڑی محبوب اور سب سے زیادہ قیمتی چیز ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی عزتِ نفس کو بچانے کی خاطر اپنے مفادات اور کُل پونجی ہی نہیں، اپنی جان بھی تج دینے کو تیار ہو جاتا ہے، جس کا مشاہدہ ہم روزانہ اپنے معاشرے اور گرد و پیش میں کرتے رہتے ہیں۔

انسان کی اِن نفسیات کے پیشِ نظر اور معاشرے میں امن و امان اور باہمی اخوت و بھائی چارے کی فضا قائم رکھنے کے لیے اسلام نے دوسروں کی عزتِ نفس کا احترام لازم ٹھہرایا اور کسی بھی انداز میں دوسرے لوگوں کی عزتِ نفس مجروح کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ چناں چہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیغمبرِ اسلام اور محسنِ انسانیت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک جم غفیر کو ایک حیرت انگیز اور سوالیہ انداز میں ماہِ ذی الحجہ، بلدۃ الحرام (مکہ مکرمہ) اور قربانی کے دن کی مسلّم عزت و حرمت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

فَاِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ وَ اَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا---[مشکوٰۃ، باب خطبۃ یوم النحر]

"بے شک تمہارا خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح تمہارے اس دن، تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں قتل و غارت گری اور آبروریزی حرام ہے"---

ایک مومن کو اللہ ﷻ نے کتنی غیر معمولی عزت و حرمت عطا فرما رکھی ہے، اس کا اندازہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث پاک سے لگایا جا سکتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور خانہ کعبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرما رہے ہیں:

"اے خانہ کعبہ! تو کتنا پاکیزہ اور تیری ہوا کس قدر پاکیز ہے، تو خود کتنی عظمت والا اور تیری حرمت (عزت و احترام) کو اللہ تعالیٰ نے کتنا عظیم بنایا ہے مگر اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یقیناً ایک مومن آدمی کی حرمت اللہ ﷻ کے نزدیک تیری عزت و حرمت سے بھی زیادہ ہے، یعنی مومن کا مال اور خون (تجھ سے زیادہ حرمت والا ہے)"---

[سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن/ترمذی، ابواب البر و الصلۃ]

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں اہلِ ایمان کو یہ بتانے کے بعد کہ دینِ اسلام کے مقدس ترین رشتے کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اپنے آپس کے تعلقات کو درست رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے، ان برائیوں اور خرابیوں کے سدّباب کا حکم دیا ہے، جو بالعموم ایک معاشرے میں لوگوں کے باہمی تعلقات کو خراب کرتی ہیں۔ ایک دوسرے کی عزت پر حملہ، ایک دوسرے کی دل آزاری، ایک دوسرے سے بدگمانی اور ایک دوسرے کے عیوب کا تجسس، یہ وہ بنیادی اسباب و محرکات ہیں، جن کی وجہ سے آپس کی عداوتیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر دوسرے اسباب کے ساتھ مل کر ان سے بڑے بڑے فتنے رونما ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن و حدیث نے جو ہدایات دی ہیں اور ان اصولی ہدایات کی روشنی میں فقہاء نے جو احکام و مسائل بتائے ہیں، ان کی روشنی میں ایک مفصل قانون ہتکِ عزت ترتیب دیا جا سکتا ہے۔ مغربی قوانینِ ہتکِ عزت اس معاملے میں اتنے ناقص ہیں کہ ایک شخص ان کے تحت دعویٰ کر کے اپنی عزت مزید کھو آتا ہے۔ اس کے برعکس اسلامی قانون ہر شخص کی ایک بنیادی عزت کا قائل ہے، جس پر حملہ کرنے کا کسی بڑے سے بڑے آدمی کو حق نہیں۔ چناں چہ دوسرے لوگوں کی عزتِ نفس پامال کرنے اور ان کی دل آزاری سے منع کرتے ہوئے اللہ کریم نے ارشاد فرمایا:

"اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اُڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ آپس میں ایک دوسرے پر طعنہ زنی کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد خدا کا نافرمان کہلانا بہت بری بات ہے اور جو لوگ اس روش سے توبہ نہ کریں، تو وہی ظالم ہیں"---[الحجرات:١١]

واضح رہے، مذاق اڑانے سے مراد محض زبان ہی سے کسی کا مذاق اڑانا نہیں ہے بلکہ کسی کی نقل اتارنا، اس کی طرف اشارہ کرنا، اس کی بات، اس کے کام، اس کی صورت یا اس کے لباس پر ہنسنا یا اس کے کسی نقص یا عیب کی طرف لوگوں کو اس انداز میں توجہ دلانا کہ دوسرے اس پر ہنسیں، یہ سب چیزیں مذاق اڑانے میں داخل ہیں، جن سے دوسروں کی عزتِ نفس مجروح ہوتی اور ان کی دل آزاری ہوتی ہے۔ اس مذاق و تضحیک میں نفسیاتی طور پر اپنی بڑائی اور دوسرے کی تذلیل و تحقیر کے جذبات کارفرما ہوتے ہیں، جو اخلاقی و شرعی اعتبار سے سخت معیوب چیز ہے۔

درجِ بالا ارشادِ الٰہی میں دوسرا اہم حکم ہے:

﴿وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾---[الحجرات:١١]

"ایک دوسرے پر طعنہ زنی نہ کرو یا عیب نہ لگاؤ"---

کسی کو طعنہ دینا، اس کے جسم میں، بول چال میں، شکل و شباہت میں، یا رنگ و نسل میں، اس طرح عیب ظاہر کرنا کہ اس کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہو یا اسے ماں، بہن کی گالی دینا وغیرہ، یہ سب چیزیں اس ممانعتِ الٰہی میں داخل ہیں۔ مثلاً قدرتی طور پر کسی لمبے قد والے کو "لمبو" یا چھوٹے قد والے کو "ٹھگنا" کہہ دینا، کسی کے ہکلے پن کی نقل اتارنا، کسی معذور کو لنگڑا، لولا، اندھا یا کانا، ایسے لب و لہجے میں کہنا کہ اس کی عزتِ نفس پر حرف آتا ہو، ممنوع ہے۔

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے ام المومنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پست قد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کی برائی بیان کی تو آپ ﷺ نے بطورِ تنبیہ فرمایا:

"عائشہ! تم نے ایسا غلط کلمہ بولا ہے کہ اگر یہ سمندر میں ملا دیا جائے تو بھرے سمندر کے ذائقے کو بھی خراب کر کے رکھ دے"---

[سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبة]

اسی طرح ایک سفر کے دوران ام المؤمنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیمار ہو جانے پر جب نبی اکرم ﷺ نے ام المومنین حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک اونٹ انھیں دے دینے کو کہا تو سوکناپے کی غیرت کے باعث ان کی زبان سے نکل گیا:

''کیا میں اس یہودن کو اونٹ دوں؟''---

اس طعنہ کا نبی رحمت ﷺ نے اتنا برا منایا کہ تین ماہ تک حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف نہ لے گئے۔[طبقات ابن سعد، جلد ۸، صفحہ ۱۲۸، دار صادر بیروت]

علیٰ ہٰذا القیاس، حدیث کی متعدد کتابوں میں تھوڑے بہت لفظی اختلاف کے ساتھ یہ روایت موجود ہے کہ معروف قدیم الاسلام اور زاہد و تارک الدنیا صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مؤذنِ رسول حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو ان کی ماں کا عار دلایا۔ انھوں نے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے بارگاہِ نبوی میں جا کر شکایت لگا دی۔ نبی رحمت ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا:

''اے ابوذر! کیا تو نے اِسے ماں کا عار دلایا؟ بے شک تو ایسا آدمی ہے جس میں ابھی تک جاہلیت کے نسلی فخر و غرور کی بو پائی جاتی ہے''---

[صحیح بخاری، کتاب الایمان، جلد ۱، صفحہ ۹/ کتاب الایمان، جلد ۲، صفحہ ۸۹۴، طبع کلاں/ صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۵۲، طبع کلاں کراچی/ سنن ابی داؤد، جلد ۲، صفحہ ۷۲، طبع کلاں کراچی]

مذکورہ ارشادِ الٰہی میں تیسری اہم ہدایت یہ ہے کہ ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو۔ اس حکم کا منشا یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسے نام سے نہ پکارا جائے یا ایسا لقب نہ دیا جائے جو اس کو ناگوار ہو اور جس سے اس کی تحقیر و تذلیل اور تنقیص ہوتی ہو۔

ساری معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں دوسروں کی عزتِ نفس کا احترام انتہائی ضروری اور کسی بھی رنگ میں اپنی زبان یا عمل سے دوسروں کی عزتِ نفس پامال کرنا اور ان کی تضحیک و تذلیل کرنا ایسا گناہ ہے، جس کی سزا آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی انسان کو مل کر رہتی ہے۔ جو دوسروں کی عزت و حرمت کا پاس نہیں کرتے، خود ان کی عزت و حرمت بھی پامال ہو کر رہتی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ کریم ہمیں عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین



کی گئی ہے" تاہم مزید تصحیح کی گنجائش باقی ہے۔ (مثلاً دوسرے اور تیسرے حصہ کی فہرست مآخذ میں علامہ طحطاوی کا سنہ وصال ۱۳۰۲ھ درج ہے جب کہ صحیح سنہ ۱۲۳۱ھ ہے)

جلد اوّل صفحات: ۱۴۴، جلد دوم صفحات: ۱۴۸، جلد سوم صفحات: ۲۴۰ تفسیری سائز

فیضان رمضان

امیر دعوت اسلامی حضرت مولانا ابو بلال محمد الیاس عطاری قادری رضوی کی اس تصنیف میں فضائل رمضان، روزہ، تراویح، لیلۃ القدر، اعتکاف اور عید الفطر کے احکام بڑی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں نفلی روزوں کے فضائل، روزہ داروں کی حکایات اور معتکفین کی ۴۱ مدنی بہاریں شامل ہیں۔ صفحات ۲۹۴، خوب صورت ٹائیٹل، دورنگہ طباعت

عُشر کے احکام

کاشت کاروں کے لیے ایک رہنما تحریر، جس میں زمین کی زکوۃ کے اہم مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ صفحات ۴۸

ذکر والی نعت خوانی

۳۲ صفحات کے اس رسالہ میں آداب نعت خوانی بیان کیے گئے ہیں اور نعت کے نام پر فلمی طرزوں اور دیگر بدعات کا ردِّ بلیغ کیا گیا ہے۔

کباب، سموسے کے نقصانات	صفحات ۱۶	زلزلہ اور اس کے اسباب	صفحات ۸۰
مسجدیں خوشبو دار رکھیے	صفحات ۳۲	سانحہ فیضان مدینہ	صفحات ۱۱۲
فیضان اذان	صفحات ۳۲	وضو اور سائنس	صفحات ۳۲
غیبت کی تباہ کاریاں	صفحات ۴۶	تنگ دستی کے اسباب	صفحات ۱۸

ملازمین کے لیے ۲۱ مدنی پھول صفحات ۱۶

مجلس المدینۃ العلمیہ کی درج بالا تمام مطبوعات پر قیمت درج نہیں ہے۔ ملنے کا پتا:
مکتبۃ المدینہ، فیضان مدینہ، محلہ سوداگراں، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ کراچی

آداب المریدین

یہ شہرہ آفاق کتاب سلسلہ سہروردیہ کے بانی وامام حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے چچا اور شیخ طریقت حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی قدس سرہ العزیز کی تصنیف لطیف ہے۔ آپ چھٹی صدی ہجری کے بزرگ عالم دین اور شیخ طریقت تھے، آپ نے امام بیہقی اور خطیب بغدادی ایسے اکابر محدثین سے علم حدیث اخذ کیا، جب کہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں، جن میں تصوف کے موضوع پر "آداب المریدین" نہایت اہم کتاب ہے۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ اس کی عربی و فارسی میں کئی شروح لکھی گئیں۔ شارحین و مترجمین میں حضرت ملا علی قاری، حضرت خواجہ گیسو دراز اور حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری ایسے اکابر شامل ہیں۔ اس کتاب میں صوفیہ کے اعتقادات و معاشرت اور آداب و طرز عمل پر نہایت جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

''آداب المریدین'' صوفیہ کے تمام طبقات میں مقبول و مرغوب رہی ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب راہروانِ جادۂ طریقت کے لیے منارِ نور اور ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔

کتب کثیرہ کے مصنف و مترجم جناب محمد نذیر رانجھا صاحب نے اس کارواں دواں اردو ترجمہ کیا ہے اور اس پر مقدمہ کے علاوہ نہایت مفید تعلیقات و حواشی بھی تحریر کیے ہیں، جس سے کتاب کی اہمیت میں بے حد اضافہ ہو گیا ہے۔ آخر میں ''آداب المریدین'' (عربی) کے قلمی نسخہ کا مکمل عکس شامل کر دیا گیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت و ثقاہت دو چند ہو گئی ہے۔

صفحات: ۳۱۴، ہدیہ: ۱۵۰ روپے، ناشر: خانقاہ سراجیہ، کندیاں، ضلع میانوالی

اولیائے ڈھوک قاضیاں و تحفہ قادریہ منظوم

تصوف اور تذکرۂ اولیاء کے موضوع پر اس کتاب کو محترم افتخار احمد حافظ قادری نے مرتب کیا ہے اور بزم غلامان غوث اعظم روالپنڈی نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ صفحات ۲۴۰، ہدیہ ۲۵۰ روپے

ملنے کا پتا: آستانہ عالیہ قادریہ سلطانیہ، ڈھوک قاضیاں، تخت پری، روات، راولپنڈی

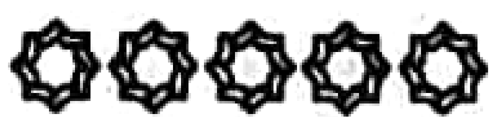
عقیدۂ ختم نبوت

عقیدۂ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اور مسلمہ عقائد میں سے ہے۔ حضور ختمی مرتبت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کذاب ہے، علماء امت نے اس موضوع پر ان گنت کتابیں تحریر کی ہیں۔ زیر نظر کتابچہ میں مولانا محمد نعیم نوری نے رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری اور حضرت مولانا مفتی محمد خاں قادری کے دو مختصر مگر جامع تحریریں شامل کی ہیں، جن سے موضوع کی تفہیم میں مدد ملتی ہے۔ صفحات: ۶۴

ناشر: مرکزی جامع مسجد فیضان رسول، نور پارک، شام نگر چوبرجی لاہور، فون: 0321-4094405

عظیم قرآنی دعائیں

علامہ منیر احمد یوسفی، مدیر ماہنامہ سید ھا راستہ لاہور، اہل سنت کے ممتاز عالم دین ہیں، جن کی تحریری، تقریری اور روحانی خدمات قابل ستائش ہیں۔ موصوف نے زیر نظر کتاب میں بڑے سلیقے سے قرآنی دعاؤں کو مختصر شان نزول و پس منظر کے ساتھ جمع کیا ہے۔ پوری کتاب کی طباعت دو رنگہ ہے۔ صفحات: ۱۱۲، ہدیہ: درج نہیں، ملنے کا پتا: نگینہ کتب خانہ، ۴۹/ عمر دین روڈ، وسن پورہ، لاہور



رؤیت ہلال --- چند تلخ حقائق

خالد اعجاز مفتی

یہ گیارہ جنوری 1967ء کی شام اور بدھ کا روز ہے، 29 رویں روزے کے افطار کا وقت قریب ہوا چاہتا ہے۔ بچے، بوڑھے اور جوان اپنے اپنے مکانوں کی چھتوں پر کھڑے آسمان پر نظریں گاڑے ہوئے ہیں، مسجدوں کے لاؤڈ سپیکر سے افطاری کر لینے کی ہدایت ہوئی تو جن لوگوں نے اپنے ہاتھوں میں مالٹے تھام رکھے تھے، چھیلنے شروع کر دیے۔ کچھ نے کھجوریں منہ میں ڈال لی ہیں، مگر سب کی نظریں آسمان پر ہلالِ شوال کی متلاشی ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ چھتوں سے اتر رہے ہیں اور وہاں افراد کو بتا رہے ہیں کہ چاند نظر نہیں آیا۔ میں تیسری جماعت کا طالب علم ہوں، آج سکول سے واپسی پر دعا مانگتا آ رہا تھا کہ شام کو چاند نظر آ جائے اور کل عید منائی جائے۔ گھر پہنچنے تک میں یہ حساب لگا چکا تھا کہ اگر کل عید ہوگئی تو ایک روپیہ عیدی کے علاوہ ایک آنہ فی روزہ کے حساب سے ایک روپیہ تیرہ آنے روزے رکھنے کے ملیں گے۔ مجھے یہ امید بھی تھی کہ مکمل روزے رکھنے پر والد صاحب تین آنوں کے اضافہ سے مجھے تین روپے ہی دے دیں گے۔

نمازِ مغرب کے بعد ایک بار پھر دیگر افراد کے ہمراہ مسجد کی چھت پر کھڑا ہلالِ شوال کی تلاش میں ہوں کہ نیچے گلی میں کچھ لوگ ہاتھوں میں پھولوں کے ہار پکڑے گھروں کو واپس جا رہے ہیں۔ یہ ہار وہ اعتکاف پر بیٹھے اپنے عزیزوں کو پہنانے کے لیے لائے تھے۔

اب رات کے آٹھ بجے ہیں، گھنٹا بھر قبل جب میں والد صاحب کے ساتھ نماز عشاء اور تراویح کی ادائیگی کے لیے مسجد آ رہا تھا تو دل بجھا بجھا سا تھا لیکن ابھی ایک غیر متوقع خبر سن کر دل بے قابو سا ہونے لگا ہے، وہ یوں کہ ابھی تقریباً آدھی تراویح ادا ہوئی تھیں کہ سلیم عرف چھیما بھائی جان

کی بلند و بالا آواز مسجد میں گونجی اور نمازیوں کو خبر دی گئی کہ ریڈیو پر پونے آٹھ بجے کی خبروں میں چاند دکھائی دینے کا اعلان کر دیا گیا ہے اور عید کل جمعرات کی ہو گی۔ میں نے والد صاحب کو بتائے بغیر ہی گھر کی جانب دوڑ لگا دی ہے، محلے بھر کے صرف ایک گھر میں ٹیلی ویژن، جب کہ ہمارے گھر میں محلے کا واحد ٹرانسسٹر ریڈیو ہے۔ میں نے یہ سوچ کر گھر کا رخ کیا ہے کہ شاید والدہ صاحبہ نے خبریں سنی ہوں، لیکن وہ بھی نماز تراویح کی ادائیگی میں مصروف ہیں، واپس مسجد آیا ہوں تو وہاں نمازِ تراویح کی ادائیگی میں تعطل آ چکا ہے۔ دو گروہوں میں بٹے نمازیوں میں سے ایک گروہ صبح عید منانے کے حق میں ہے تو دوسرا نماز تراویح کی مکمل ادائیگی پر بضد ہے۔ پلڑا دوسرے گروہ کا بھاری ہونے پر اب بقیہ تراویح بھی ادا کی جا چکی ہیں۔

اس وقت رات کے دس بجے ہیں، گزشتہ روز تک نمازِ تراویح کی ادائیگی کے فوراً بعد لوگ سونے کی فکر کرتے تھے، لیکن آج عجیب سی کیفیت ہے۔ گلیوں کی نکڑوں پر اور بعض معروف دکانوں کے آگے لوگ ٹولیوں کی شکل میں کھڑے ہیں، لوگوں کے اصرار پر والد صاحب بھی گھر سے ٹرانسسٹر ریڈیو مسجد کے عقب میں چھیما بھائی کی دکان پر لے آئے ہیں اور کافی لوگ ریڈیو کے گرد جمع ہیں۔ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ریڈیو پر چاند دکھائی دینے کا اعلان رویت ہلال کی تصدیق کے بعد ہی کیا گیا ہو گا، جب کہ دوسروں کا مؤقف ہے کہ خبروں میں یہ نہیں بتایا گیا کہ چاند کہاں کہاں دیکھا گیا ہے۔ اگلے روز جمعرات کو روزہ رکھنے کے حامی لوگوں کا مؤقف ہے کہ جمعۃ المبارک کی عید چوں کہ حکمرانوں پر بھاری تصور ہوتی ہے، اس لیے انھوں نے جمعرات کو عید منانے کا اعلان کروایا ہے، جب کہ حقیقت میں چاند کہیں بھی دکھائی نہیں دیا۔

پونے گیارہ بجے ایک شخص ہمارے رہائشی علاقہ اچھرہ ہی میں مقیم مولانا محمد عمر اچھروی صاحب کی قیام گاہ کی جانب گیا۔ دوسرے کو سائیکل دے کر مسلم ٹاؤن میں جامعہ اشرفیہ بھیجا گیا ہے کہ وہ وہاں سے خبر لائے۔ دونوں کی واپسی کا انتظار ہے کہ اسی دوران ریڈیو پر رات گیارہ بجے کی خبروں میں بتایا گیا کہ چاند مالاکنڈ، پشاور، کوہاٹ اور مردان میں دیکھا گیا ہے۔ خبریں ختم ہونے کے دس منٹ بعد مولانا محمد عمر اچھروی کے ہاں جانے والے شخص نے آ کر بتایا کہ انھوں نے کل روزہ رکھنے کے لیے کہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد سائیکل سوار شخص نے واپس آ کر اطلاع دی کہ جامعہ اشرفیہ کے علماء نے کل روزہ رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ لوگ اب بھی گلیوں اور بازاروں میں کھڑے ہیں، سڑک کے اس پار مولانا مودودی کی رہائش گاہ ہے، جہاں جمع ہونے والے اشخاص کو انھوں نے ہدایت کی ہے کہ کل روزہ رکھا جائے۔ تھوڑی دیر بعد اندرون شہر سے آنے والے ایک شخص نے

بتایا کہ وہاں بھی علماء کرام نے کل جمعرات کو روزہ رکھنے کی تاکید کی ہے۔ایک خبر یہ بھی آئی ہے کہ جامعہ نعیمیہ کے مفتی محمد حسین نعیمی صاحب نے عید پرسوں منانے کا فتویٰ دیا ہے۔

آج جمعرات، ۱۲ر جنوری ہے، کچھ لوگ عید منا رہے ہیں، جب کہ کچھ روزے سے ہیں، جن میں میرا گھرانہ بھی شامل ہے۔گیارہ بجے کے قریب والد صاحب نزدیک ہی مقیم اپنی بڑی بہن کے ہاں جاتے ہوئے مجھے بھی ساتھ لے گئے ہیں، لیکن یہاں اہل خانہ فروٹ چاٹ کھانے اور بوتلیں پینے میں مشغول ہیں، ہمیں خورد و نوش میں شریک ہونے کی دعوت دینے پر انھیں جب یہ علم ہوا کہ ہم روزہ سے ہیں تو انھوں نے کھانے پینے سے ہاتھ کھینچ لیا، لیکن والد صاحب کے اس اصرار پر کہ ہمارا روزہ اتنا کچا نہیں کہ آپ کو کھاتے پیتے دیکھ کر ٹوٹ جائے، اکل و شرب کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو چکا ہے۔

ہمارے علاقہ کے جو لوگ کھلے میدان میں نمازِ عید ادا کرنے کے عادی تھے، وہ حسب معمول قریبی شریف پارک میں گئے مگر وہاں کوئی امام میسر نہ تھا۔وہ جس عالم دین کے گھر بھی امامت کی درخواست لے کر گئے، وہ روزہ سے تھے۔آخر چند لوگ ایک امام صاحب کو ڈرا دھمکا کر نمازِ عید کی امامت کے لیے زبردستی لے آئے۔امام صاحب نے پہلی رکعت کے رکوع میں معمول سے زیادہ قیام کیا۔اس کے بعد پہلے سجدے میں بھی یہی کیفیت دھرائی۔دوسرا سجدہ جب غیر معمولی طویل ہو گیا تو ایک بے چین نمازی نے ذرا سر اٹھا کر امام صاحب کے مصلے کی جانب دیکھا، وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور بلند آواز سے گویا ہوا کہ نمازیو! اٹھو، تمہاری نماز ختم ہوگئی۔نمازی اس کی آواز پر اٹھے تو دیکھا کہ مولانا مصلے پر موجود نہیں مگر پہلو میں ان کے جوتوں کا جوڑا پڑا ہوا ہے، انھوں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تو مولانا ننگے پاؤں دور بھاگے جا رہے تھے۔

جمعرات ۱۲ر جنوری کی سرکاری عید یا ۳۰ رواں روزہ گزرے آج ۱۷ رواں روز ہے، اس دوران جب بھی میرے دادا، تایا یا کوئی چچا ہمارے گھر آئے تو جمعرات اور جمعہ کی عیدوں کا تذکرہ ضرور ہوا۔وہ کچھ ایسی بحث بھی کرتے جو میری سمجھ سے بالا ہوتی۔اتوار کی ہفتہ وار تعطیل کے باعث والد صاحب آج گھر پر ہیں اور مجھے انتظار ہے کہ وہ کب مجھے ساتھ لے کر گڑھی شاہو جائیں تاکہ میں اپنے ہم عمر کزنوں سے مل سکوں۔جب جانے کے لیے باہر نکلے تو دکان دار چھیما بھائی نے بڑے پر تجسس انداز میں بلایا اور یہ خبر سنائی کہ مولانا مودودی صاحب کو آج صبح گرفتار کر لیا گیا ہے۔گڑھی شاہو پہنچ کر دوسری خبر ملی کہ مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کو بھی تقریباً اسی وقت گرفتار کیا گیا ہے۔

آج پیر ۳۰ر جنوری ہے، والد صاحب ہمیشہ ناشتے کے دوران اخبار کا مطالعہ کرتے ہیں، لیکن آج وہ نمازِ فجر کے بعد مجھے یہ ہدایت کر چکے ہیں کہ اخبار والے کے آتے ہی اخبار ان تک پہنچا دیا جائے۔

اخبار ملنے پر وہ صفحہ اوّل کی سرخیوں پر نظر دوڑاتے ہوئے آخری صفحہ پر آتے ہیں تو ان کی متلاشی نگاہیں رک جاتی ہیں۔ لاہور، ۲۹ ر جنوری، حکومت پاکستان کا ایک پریس نوٹ مظہر ہے:

''اتوار کی صبح کو حسب ذیل افراد سے ڈیفنس آف پاکستان رولز کے رول ۳۲ ر کے تحت نظر بندی کے حکم کی تعمیل کرائی گئی:

۱	مسٹر احتشام الحق تھانوی	۲	مسٹر ابوالاعلیٰ مودودی
۳	مفتی محمد حسین نعیمی	۴	مسٹر اظہر حسین زیدی
	اور	۵	مسٹر غلام غوث ہزاروی

انھیں الگ الگ بنگلوں میں لے جایا گیا ہے، جو مغربی پاکستان کے مختلف مقامات پر خاص طور پر ان کے لیے کرایہ پر حاصل کیے گئے ہیں۔ نظر بندی کے احکام دو ماہ کے لیے ہیں''۔

''جس موٹر کار میں مسٹر اظہر حسین زیدی کو ایک پولیس افسر کی معیت میں لے جایا جا رہا تھا، اسے لاہور سے تقریباً پچاس میل کے فاصلے پر حادثہ پیش آ گیا، جس میں پولیس افسر شدید طور پر زخمی ہو گیا اور اسے ساہیوال کے ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ مسٹر زیدی کے چوٹ نہیں آئی لیکن ان کا بھی ساہیوال کے ہسپتال میں پوری طرح معائنہ کیا گیا اور خاص طور پر انھیں مزید دیکھ بھال کے لیے، ہسپتال ٹھہرا لیا گیا ہے''۔

راقم الحروف نے جب ہوش سنبھالا تو جنوری ۱۹۶۷ء کے واقعات ذہن میں نقش ہو چکے تھے۔[۱] جب کبھی بھی رمضان، شوال اور ذوالحجہ کے لیے رؤیت ہلال کا موقع آتا، انتشار کی کیفیت بے چین کر دیتی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معلومات میں اضافہ ہوتا گیا اور یہ تلخ حقیقت سامنے آئی کہ رؤیت ہلال پر اختلاف کا آغاز سعودی عرب سے ہونے کے باعث اس معاملہ پر امت مسلمہ میں انتشار کی تمام تر ذمہ داری سعودی حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے، یہ محض الزام نہیں، حقیقت ہے۔ (تفصیل کے لیے مضمون نگار کی تصنیف ''رؤیت ہلال، مسئلہ اور حل'' کا مطالعہ کیا جائے۔ ادارہ) غیر مسلم ماہرین کی بات پر اعتبار نہ بھی کریں تو دنیا بھر کے تمام مسلمان ماہرین فلکیات، ریاضی دان اور سائنس دان اس بات پر متفق ہیں کہ سعودی عرب میں رؤیت ہلال نہیں ہوتی، اعلان رؤیت ہلال ہوتا ہے۔ وہاں کبھی کبھار نہیں، ہمیشہ اسلامی مہینوں کا آغاز غلط تاریخوں سے کر کے عبادات کو

[۱]......علماء کی سربراہی میں رؤیت ہلال کمیٹی کے قیام بالخصوص موجودہ چیئرمین محترم مفتی منیب الرحمٰن کے دور میں رمضان یا عید کے اعلان میں کافی احتیاط برتی جاتی ہے، تاہم اہل سرحد کی جلد بازی کی وجہ سے ہر سال بدمزگی پیدا ہوتی ہے، جس کی تفصیل کسی آئندہ اشاعت میں پیش کی جائے گی۔[ادارہ]

اصل ایام سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ رمضان کے روزوں کا ایک روز پہلے آغاز کر کے وہاں مسلمانوں پر لیلۃ القدر میں نازل ہونے والی اللہ تعالیٰ کی برکتوں سے یوں محروم کر دیا جاتا ہے کہ اس مبارک شب کو طاق راتوں میں تلاش کرنے والے اسے نہیں پا سکتے کیوں کہ وہ اصل میں جفت راتیں ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کو آخری روزہ کی برکتوں سے محروم کرتے ہوئے عید منانے پر مجبور کیا جاتا ہے اور اصل عید کے روز (جو ان کے ہاں زبردستی دو شوال کی تاریخ قرار پاتی ہے) انھیں نفلی روزہ رکھوانے کا جواز فراہم کر دیا جاتا ہے۔ شب معراج، شب براءت، رمضان المبارک، لیلۃ القدر اور عید الفطر کے معاملات کو اگر الگ کر دیا جائے کہ صرف سعودی عرب میں مقیم ملکی اور غیر ملکی افراد ہی حکمرانوں کے غلط اعلانات کا براہِ راست نشانہ بنتے ہیں تو بھی حج کے معاملہ پر خاموشی اختیار نہیں کی جا سکتی کہ حج تو ۹ ذوالحجہ کو وقوفِ عرفات ہی سے ہوگا، سات یا آٹھ ذوالحجہ کو ۹ قرار دینے سے حج کا فرض ادا نہیں ہو سکتا۔

دو تین مرتبہ یوں بھی ہوا کہ سعودی عرب میں نئے قمری ماہ کا آغاز فلکیاتی اور بصری اعتبار سے درست ہوا۔ مسلمان ماہرین فلکیات و رؤیت ہلال کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا کہ ان کی کوششیں بار آور ثابت ہوئی ہیں اور اب سعودی عرب کا نظامِ رؤیتِ ہلال بصری ہونے سے دنیا بھر میں اس معاملے پر انتشار کی کیفیت ختم ہو جائے گی لیکن یہ خیال خام ثابت ہوا، جب دورانِ ماہ ہی سابقہ اعلانات سے رجوع کرتے ہوئے ایک یوم قبل سے قمری ماہ کے آغاز کا اعلان کر دیا گیا۔ دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

پاکستان اور سعودی عرب میں جمعۃ المبارک، یکم جون ۱۹۸۴ء سے بیک وقت رمضان المبارک کی ابتدا ہوئی۔ سعودی عرب کی ہر معاملے میں اندھی تقلید کرنے والے لاہور ہی کے ایک عالم دین علامہ احسان الٰہی ظہیر نے اسی روز ایبٹ روڈ گراؤنڈ میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب میں یہ مؤقف اختیار کیا کہ پاکستان اور سعودی عرب میں ایک ہی روز قمری مہینے کا آغاز نہیں ہو سکتا۔ چوں کہ آج سعودی عرب میں پہلا روزہ ہے لہٰذا پاکستان میں رمضان المبارک کا آغاز غلط ہوا ہے، چناں چہ آج روزہ نہیں۔ انھوں نے منبر پر بیٹھ کر بوتل پی کر روزہ توڑا اور اپنی جیب سے بوتلیں خرید کر اپنے معتقدین اور سامعین کو پیش کر کے حکم دیا کہ روزہ توڑ دیں۔ دوسری جانب ۲۸ رمضان المبارک کی شام سعودی عرب سے اچانک اعلان کیا گیا کہ شوال کا چاند ہو گیا ہے اور اگلے روز یعنی حسابا ۲۹ رمضان المبارک کو عید ہو گی۔ وہاں کی وزارتِ عدل نے اعلان کیا کہ رمضان المبارک کے آغاز سے متعلق کوئی غلطی ہو گئی تھی، لہٰذا عوام ایک روزہ قضا کر لیں۔ پاکستان میں اس کا اثر یہ پڑا کہ ۲۹ جون، بمطابق ۲۹ رمضان المبارک رؤیت ہلال شوال کا اعلان کر دیا گیا، حالاں کہ اس شام پاکستان کے کسی بھی حصے میں رؤیت ہلال ناممکن تھی۔ ماہرین حیران تھے کہ کیا پاکستان میں بھی

سعودی عرب کے نظام رؤیت ہلال پر عمل کی ابتدا ہونے والی ہے۔

سالِ گزشتہ یعنی ۲۰۰۵ء میں سعودی عرب نے ذوالحجہ کا آغاز ۱۲ر جنوری سے کرتے ہوئے یوم حج، یعنی وقوف عرفات ۲۰ر جنوری اور عید الاضحیٰ ۲۱ر جنوری کو منانے کا اعلان کیا۔ لیکن ۱۴ر جنوری کو سابقہ اعلان میں تبدیلی کرتے ہوئے یوم حج ۱۹ر جنوری کو قرار دیتے ہوئے ۲۰ر جنوری کو عید الاضحیٰ ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ فلکیاتی اعداد و شمار کے مطابق مکہ میں ۱۰ر جنوری کو غروبِ آفتاب کے وقت چاند کی عمر صرف تین گھنٹے تھی اور وہ آفتاب سے صرف تین منٹ بعد ہی غروب ہوا، لہٰذا رؤیت ہلال ناممکن تھی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز سٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے وفد نے جب ان دو افراد کا انٹرویو کیا جن کی شہادت کے باعث نیا اعلان کیا گیا تھا، تو انھیں معلوم ہوا کہ وہ دونوں ۸۰ر برس سے زیادہ عمر کے ہیں۔

پروفیسر محمد حمزہ نعیم ایک مضمون میں شہادت کا ذبہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"میں نے عربی لغت کی مشہور کتاب اٹھائی تو اس میں ہلال کا معنیٰ "خوب صورت لڑکا" بھی لکھا ہوا تھا، میں نے کہا پھر تو صاحب نظر لوگ حلف بھی اٹھا لیں تو بجا ہے، مگر یہ شرعی شہادت تو نہ ہوگی"---

ہلال کے ایک اور معنیٰ سے آشنا ہونے کے بعد راقم الحروف کو پاکستان کے صوبہ سرحد کے بعض لوگوں کی جانب سے رؤیت ہلال کے معاملہ پر سعودی عرب کی پیروی کرنے کی وجہ سمجھ میں آئی، کیوں کہ کافی معاملات میں بعض ممالک اور صوبہ سرحد کے بعض علاقوں کی روایات، رسوم و رواج اور بعض لوگوں کی عادات یکساں ہیں۔

سعودی عرب میں رمضان المبارک کی رؤیت ہلال کا 42/ سالہ ریکارڈ

سعودی عرب کی شاہ سعود یونی ورسٹی ریاض کے شعبہ طبعیات و نجوم کے عالم جناب ایمن کردی نے اپنے ملک کے نظام رؤیت ہلال کے بارے میں انگریزی میں ایک مقالہ تحریر کیا، جو "دی آبزرویٹری" کے شمارہ اگست ۲۰۰۳ء کے صفحات ۲۱۹ تا ۲۲۲ پر شائع ہوا۔ یہ مقالہ ویب سائٹ www.articles.adsabs.harvard.edu پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس مقالے میں انھوں نے محکمہ عدل کی جانب سے اعلان کردہ آغاز رمضان کی تاریخوں کی ایک فہرست ترتیب دی ہے، جو مسلسل ۴۲ر برسوں کا احاطہ کرتی ہے۔ انھوں نے ان پانچ مقامات کو اپنے مطالعہ کا محور بنایا ہے، جہاں رؤیت ہلال کی شہادتوں کے زیادہ تر دعوے کیے گئے۔ یہ مقامات دوادمی، سودیر، حریق، تبوک اور دمام ہیں۔ ان کے مطابق متذکرہ تفصیلات چھ مختلف مقامی اخبارات، ام القرا، البلاد،

عکاظ، المدینہ، الجزیرہ اور الریاض سے جمع کی گئی ہیں، جو بالاتفاق یکساں ہیں۔ اپنے مطالعہ میں انھوں نے پانچوں مقامات کے تمام مہینوں کے غروبِ آفتاب کے اوقات کی ایک جدول بھی مرتب کی ہے جو سعودی نظام رؤیت ہلال سے ناواقف افراد کے لیے لمحہ فکریہ مہیا کرتی ہے۔ والد محترم ضیاء الدین لاہوری نے اپنے ایک غیر مطبوعہ مضمون میں اس مطالعہ میں موجود کوائف کی بنیاد پر ایک نقشہ ترتیب دیا ہے، جس سے حیرت انگیز نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

اس تجزیہ میں اختصار کے پیش نظر صرف مقام تبوک کی تفصیلات کو اس لیے ترجیح دی گئی ہے کہ یہ دیگر متذکرہ مقامات سے مغرب میں واقع ہے اور مغرب میں مشرق کی نسبت رؤیت ہلال کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔ پہلے کالم میں زیر بحث مہینوں کے چاند کی پیدائش کی تاریخیں اور اوقات دیے گئے ہیں۔ دوسرے کالم میں رؤیت ہلال کے اعلان کی شام کو واقع ہونے والے غروبِ قمر اور غروبِ آفتاب کے اوقات کا اندراج کیا گیا ہے، اس کے بعد ان اوقات سے نتائج اخذ کیے گئے ہیں کہ اس شام چاند غروبِ آفتاب سے کتنے منٹ قبل یا بعد میں غروب ہوا۔ آخری کالم میں چاند کی پیدائش اور اعلانِ رؤیت ہلال کے معکوس فاصلوں کی مقدار تقریباً گھنٹوں میں بتائی گئی ہے۔

نقشہ ان صفحات پر موجود ہے۔ اس کے مطالعہ سے معمولی سمجھ بوجھ کا انسان بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ سعودی عرب میں نہایت کم عمر کے وہ باریک ہلال، جو سورج ڈوبنے سے پہلے غروب ہو چکے ہوں، کیسے دیکھ لیے جاتے ہیں؟ سب سے اہم بات یہ کہ متعدد مرتبہ نیا چاند اپنی پیدائش سے بھی کئی گھنٹے قبل دیکھ لینے کا دعویٰ کر دیا جاتا ہے۔ یہ تمام نتائج عام افراد کے لیے اگر باعث حیرت ہیں تو سعودی نظام رؤیت ہلال کے بارے میں خوش فہمی کے شکار افراد کے لیے چشم کشا!

ان ۴۲ برسوں میں صرف دو تاریخیں ایسی ہیں، جن کی شام ماہرین فلکیات کے مطابق رؤیت ہلال ممکن تھی۔ پہلی ۲۶ جنوری ۱۹۶۳ء اور دوسری ۳۱ مئی ۱۹۸۴ء۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ مؤخر الذکر مہینے کی درست رؤیت کو یوں غلط کر دیا گیا کہ اس مہینے کے آخر میں ۲۸ رمضان المبارک (۲۸ جون ۱۹۸۴ء) کی شام حیرت انگیز طور پر شوال کا چاند دکھائی دیے جانے کا اعلان ہو گیا۔ جواز یہ قائم کیا گیا کہ غلطی کے باعث رمضان کے آغاز میں ایک روز کی تاخیر ہو گئی تھی۔ مضمون کے آخر میں اس تاریخ کے فلکیاتی کوائف بھی درج کر دیے گئے ہیں، جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس شام بھی رؤیت ہلال قطعی ناممکن تھی۔

اب نقشہ ملاحظہ فرمائیے، واضح رہے کہ یہ تمام اوقات سعودی عرب کے معیاری وقت کے مطابق ہیں، جب کہ غروب قمر و غروب شمس اور اس سے اخذ ہونے والے نتائج مقام تبوک سے متعلق ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

نئے چاند کی پیدائش کے اوقات	اعلان رویت	غروب قمر	غروب شمس	غروب قمر کا تفاوت غروب شمس سے	پیدائش قمر سے قبل مبینہ رویت کی مقدار
5/فروری 1962ء، (03-10)	4/فروری	17-46	18-16	30 منٹ قبل	9/گھنٹے قبل
25/جنوری 1963ء، (16-42)	26/جنوری	19-09	18-08	61 منٹ بعد	
14/جنوری 1964ء، (23-43)	14/جنوری	17-38	17-58	20 منٹ قبل	6/گھنٹے قبل
3/جنوری 1965ء، (00-07)	2/جنوری	17-28	17-50	22 منٹ قبل	6/گھنٹے قبل
23/دسمبر 1965ء، (00-03)	22/دسمبر	17-18	17-43	25 منٹ قبل	6/گھنٹے قبل
12/دسمبر 1966ء، (06-13)	12/دسمبر	17-50	17-39	11 منٹ بعد	
یکم دسمبر 1967ء، (19-12)	یکم دسمبر	17-17	17-37	20 منٹ قبل	2/گھنٹے قبل
20/نومبر 1968ء، (11-02)	20/نومبر	17-34	17-39	05 منٹ قبل	
10/نومبر 1969ء، (01-11)	9/نومبر	17-10	17-44	34 منٹ قبل	7/گھنٹے قبل
30/اکتوبر 1970ء، (09-28)	28/اکتوبر	16-38	17-53	75 منٹ قبل	40/گھنٹے قبل
19/اکتوبر 1971ء، (10-59)	19/اکتوبر	17-48	18-01	13 منٹ قبل	
7/اکتوبر 1972ء، (11-08)	7/اکتوبر	18-00	18-13	13 منٹ قبل	
26/ستمبر 1973ء، (16-53)	26/ستمبر	18-05	18-26	21 منٹ قبل	
16/ستمبر 1974ء، (05-45)	16/ستمبر	18-37	18-38	01 منٹ قبل	
5/ستمبر 1975ء، (22-19)	4/ستمبر	17-40	18-53	73 منٹ قبل	28/گھنٹے قبل
25/اگست 1976ء، (14-01)	25/اگست	18-51	19-03	12 منٹ قبل	
15/اگست 1977ء، (00-31)	14/اگست	18-46	19-14	28 منٹ قبل	5/گھنٹے قبل
4/اگست 1978ء، (04-01)	4/اگست	19-30	19-23	07 منٹ بعد	
24/جولائی 1979ء (04-41)	24/جولائی	19-39	19-28	11/منٹ بعد	
12/جولائی 1980ء (09-46)	12/جولائی	19-41	19-34	07/منٹ بعد	
01/جولائی 1981ء (22-03)	01/جولائی	19-17	19-35	18/منٹ قبل	03/گھنٹے قبل
21/جون 1982ء (14-52)	21/جون	19-38	19-34	04/منٹ بعد	

11/جون 1983ء (07-38)	10/جون	18-50	19-31	41/منٹ قبل	13/گھنٹے قبل
30/مئی 1984ء (19-48)	31/مئی	20-22	19-26	56/منٹ بعد	
20/مئی 1985ء (00-41)	09/مئی	19-03	19-18	15/منٹ قبل	06/گھنٹے قبل
09/مئی 1986ء (01-10)	08/مئی	18-56	19-13	17/منٹ قبل	06/گھنٹے قبل
28/اپریل 1987ء (04-34)	27/اپریل	18-40	19-06	26/منٹ قبل	10/گھنٹے قبل
16/اپریل 1988ء (15-00)	16/اپریل	19-08	19-00	08/منٹ بعد	
16/اپریل 1989ء (06-33)	05/اپریل	18-17	18-54	37/منٹ قبل	12/گھنٹے قبل
26/مارچ 1990ء (22-48)	26/مارچ	18-34	18-48	14/منٹ قبل	04/گھنٹے قبل
16/مارچ 1991ء (11-10)	16/مارچ	18-58	18-43	15/منٹ بعد	
04/مارچ 1992ء (16-22)	03/مارچ	17-46	18-35	49/منٹ قبل	23/گھنٹے قبل
21/فروری 1993ء (16-05)	21/فروری	18-32	18-29	03/منٹ بعد	
10/فروری 1994ء (17-30)	10/فروری	18-02	18-19	01/منٹ بعد	
31/جنوری 1995ء (01-48)	30/جنوری	17-53	18-12	19/منٹ قبل	08/گھنٹے قبل
20/جنوری 1996ء (15-50)	20/جنوری	18-12	18-03	09/منٹ بعد	
09/جنوری 1997ء (07-26)	09/جنوری	18-25	17-53	32/منٹ بعد	
29/دسمبر 1997ء (19-56)	29/دسمبر	17-47	17-47	....	02/گھنٹے قبل
19/دسمبر 1998ء (01-42)	18/دسمبر	17-32	17-41	09/منٹ قبل	08/گھنٹے قبل
08/دسمبر 1999ء (01-32)	08/دسمبر	18-11	17-35	36/منٹ بعد	
26/نومبر 2000ء (02-11)	26/نومبر	18-09	17-35	34/منٹ بعد	
15/نومبر 2001ء (09-40)	15/نومبر	17-58	17-39	19/منٹ بعد	

۲۸؍رمضان المبارک کی شام چاند دکھائی دیے جانے والے شوال کے چاند کی فلکیاتی کیفیت:

29/جون 1984ء (06-18)	28/جون	19-10	19-34	24/منٹ قبل	11/گھنٹے قبل

نتیجہ یہ کہ رؤیت ہلال اس شام بلکہ گرین وچ آبزرویٹری کے مطابق اس سے اگلی شام بھی ناممکن تھی۔

